

حضرت عمیر کا دورِ خلافت

علامہ خالد محمود



زاویہ پبلیشرز

6- مرکز الاویس (سستا ہوٹل) دربار مارکیٹ - لاہور

فون : 042-7248657 موبائل : 0300-9467047



جملہ حقوق محفوظ ہیں

۲۰۰۳ء

297,922

42249

۱۰۰۰

بار اول

۸۰ روپے

ہدیہ

زیر اہتمام

نجابت علی تارڑ

ملنے کے پتے

- زاویہ پبلشرز - ۶ مرکز الاویں - دربار مارکیٹ - لاہور ۹۴۶۷۰۴۷ - ۳۰۰
- مکتبہ جمال کرم - ۹ مرکز الاویں - دربار مارکیٹ - لاہور ۷۳۲۴۹۴۸ - ۴۲
- ضیاء القرآن پبلی کیشنز - گنج بخش روڈ - لاہور ۷۳۲۱۹۵۳ - ۴۲
- ضیاء القرآن پبلی کیشنز - انفال سنٹر - اردو بازار - کراچی ۲۲۱۰۲۱۲ - ۲۱
- احمد بک کارپوریشن - کھیٹی چوک - راولپنڈی ۵۵۸۳۲۰ - ۵۱
- مکتبہ المجاہد - دارالعلوم محمدیہ غوثیہ - بھیر شریف ۹۱۱۷۴۳ - ۴۵۲۱
- حق پبلی کیشنز - ۲ - اے سید پلازہ چیٹھی روڈ - اردو بازار - لاہور ۷۳۲۰۴۳۱ - ۴۲
- مکتبہ ترمذیہ - سید بل شریف ضلع سرگودھا Ex ۲۲۸ - ۷۹۹۵۹۲ - ۴۵۱

فہرست

13	سیدنا عمر فاروقؓ	1
13	نام و نسب	2
13	سلسلہ نسب	3
13	ولادت	4
14	ابتدائی مشاغل	5
14	تعلیم و تربیت	6
14	شروع میں اسلام کے دشمن تھے	7
15	قبول اسلام	8
16	دوسری روایت	9
17	حضرت عمر اسلام لانے کے بعد	10
18	حضرت عمرؓ کی ہجرت مسلمانوں کے لئے نصرت	11
18	حضرت عمرؓ کی غزوات میں شرکت	12
18	حضرت عمرؓ کی رائے کی تائید وحی کے ذریعہ	13
19	غزوہ احد میں بھگڈر کی وجوہات	14
21	حضرت عمرؓ کو اہم مورچہ پر متعین کرنا	15
22	حضرت عمرؓ صلح نامہ حدیبیہ کے موقع پر	16
22	غزوہ خیبر میں حضرت عمرؓ کی میمنہ کی سرداری	17
23	قطعہ اراضی وقف کرنا	18
23	فتح مکہ کے روز حضرت عمرؓ کا عورتوں سے بیعت لینا	19

23	حضرت عمرؓ کا عشق رسول میں مقام	20
24	حضرت عمرؓ کی حضرت صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر پہلے بیعت	21
24	حضرت عمرؓ مشیر خاص کی حیثیت سے	22
25	حق گوئی اور بے باکی حضرت عمرؓ کے امتیازی اوصاف میں	23
25	صحابہ کی نظر میں حضرت عمرؓ کا مقام	24
26	فرمان رسولؐ کہ حق عمرؓ کی زبان پر رہتا ہے	25
28	حضرت عمر فاروقؓ کے مناقب	26
31	خلیفہ اول کی جانشینی	27
32	جہاد کی ترغیب	28
32	تین اہم احکام	29
33	ایک شبہ کا ازالہ	30
35	حضرت خالد بن ولید کی تنزل کی وجہ	31
35	کفار کے دلوں میں خالد بن ولید کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی	32
37	مسلمانوں کا کام دعوت حق پہنچانا ہے	33
38	اسلام ملک گیری کے لئے نہیں ملک داری کے لئے آیا ہے	34
39	حضرت خالد بن ولید کی حقیقی عظمت	35
41	نجران کے عیسائی	36
41	عراق کے عیسائیوں سے مراعات	37
41	نجران کے عیسائیوں کے لئے ایک متبادل نظام	38
42	فاروقی دور خلافت میں فتوحات	39

42	نمارق کی فتح	40
43	سپہ سالار اسلام مجاہد کی عطا کردہ امان کو تسلیم کر لیتا ہے	41
43	کسکر کی فتح	42
45	جنگ جسر میں مسلمانوں کی شکست کے اسباب	43
46	جنگ بویب میں مسلمانوں کی فتح عظیم	44
47	ایرانیوں کے مقابلہ کے لئے عرب میں جہاد کا اعلان	45
48	امیر المومنین نے قادسیہ کے میدان میں صف آرائی کا حکم دیا	46
49	وہ سفیر جو دربار ایران میں بھیجے گئے	47
49	سفارت نامہ کا ثابت ہوئی	48
51	رستم کے دربار میں حضرت ربیعؓ میں عامر بطور سفیر گئے	49
52	رسم اور حضرت ربیعؓ کی گفتگو	50
52	حضرت حذیفہ بن محض کا سفیر بننا	51
53	تیسرے روز حضرت مغیرہ بن شعبہ کا سفیر بننا	52
53	جنگ قادسیہ کا پہلا روز	53
54	جنگ قادسیہ کا دوسرا روز	54
55	ابو محجن ثقفی کا واقعہ	55
56	جنگ کا تیسرا روز	56
57	قادسیہ کی فتح	57
57	امیر المومنین عوام میں سے ہیں	58
59	بہرہ شیر پر قبضہ	59

- 59 بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے 60
- 60 دار الخلافہ مدائن پر قبضہ 61
- 60 مدائن کا مال غنیمت مدینہ منورہ کے مسلمانوں میں تقسیم ہوا 62
- 61 معرکہ جلولہ 63
- 61 امیر المومنین کا آبدیدہ ہو جانا 64
- 62 کوفہ کا شہر 65
- 62 کوفہ شہر ایک منصوبہ بندی کے تحت آباد ہوا 66
- 62 بصرہ کا شہر 67
- 63 الجزیرہ کی فتح 68
- 63 راحہ ہرمز پر قبضہ 69
- 64 امیر المومنین کی سادگی دیکھ کر اہواز کا بادشاہ کانپ گیا 70
- 64 امیر المومنین اور بہ مزان کے درمیان بات چیت 71
- 66 اسلام دنیا میں امن و امان کا پیغام لے کر آیا ہے 72
- 66 قیصر و کسری کی حکومتوں سے ٹکر لینے کی وجوہات 73
- 67 فتح دمشق 74
- 67 شہر کولج نامہ کے تحت مفتوح سمجھا گیا 75
- 69 رومی لشکر کی مرج روم کے مقام پر شکست 76
- 71 بیت المقدس کا تمام علاقہ مفتوح ہو گیا 77
- 72 امیر المومنین حضرت عمر کا بیت المقدس کی طرف سفر 78
- 73 امیر المومنین کا ایلیا والوں کے ساتھ صلح نامہ 79

74	امیر المؤمنین کا بیت المقدس میں داخلہ	80
75	حضرت بلالؓ نے مسجد اقصیٰ میں اذان دی	81
75	مسجد عمر کی تعمیر	82*
76	حضرت خالد بن ولیدؓ کی معزولی کے اسباب	83
77	مشاہیر پرستی اسلام میں نہیں	<u>84</u>
78	پرچہ نویسی کا محکمہ	85 *
79	حضرت خالد بن ولیدؓ فاروقی عدالت میں	86
80	حضرت خالد بن ولیدؓ کی تنزلی اور معزولی پر بحث	87
80	پیشل انعام دینا اسلام میں جرم نہیں	88
81	ڈسپلن کی بہترین مثال	89 ۶
82	اسراف کی برائی	90
83	امیر المؤمنین کی اپنی ذات بھی احتساب سے بری الزمہ نہ تھی	91
83	اصحاب رسول ﷺ کا مقصد "الحب لله والبغض لله" ہے	92
85	ملک مصر پر حملہ کرنے کی وجہ	93
87	باب لیون کی فتح	94 ۲
87	صلح نامہ کی شرائط	95
80	مصر میں اسلام کی اشاعت	96
91	دریائے نیل میں طغیانی	97
91	دریا کے نام مکتوب عمرؓ	98 *
92	طاعون کی وجہ سے ہزار مجاہدین شہید	99

94	تقسیم رسد کا طریقہ	100
94	امیر المومنین عام لوگوں میں بیٹھ کر کھانا کھاتے	101
96	عام الرماہ میں امیر المومنین کا کردار	102
96	عوام کے حکمرانوں کا ہمہ وقتی پروگرام	103
97	معرکہ نہاوند کی وجہ	104
99	نہاوند کی فتح	105
100	امیر المومنین بے اختیار رو پڑے	106
101	امیر المومنین کا تقویٰ	107
103	امیر المومنین کو اصفہان کی فتح کی بہت خوشی تھی	108
107	آپ کا لوگوں کو احکام الہی کی طرف توجہ دلانا	109
107	شایان کسری کے خاتمہ کا اسباب	110
108	قیصر روم کی سلطنت	111
110	قیصر و کسری کے تمدن کے اثرات	112
111	رومی اہل کتاب تھے وہ دعوت اسلام کو سمجھتے ضرور تھے	113
112	اسلام حق ہے اور باطل باطل ہے	114
113	کسری اقتدار نے مسلمانوں کے آگے تسلیم خم نہیں کیا	115
115	حضور کی پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوئی	116
116	مسلمانوں کے اصول جہانگیری	117
117	حضرت عمر غمخوارات کے دامن کو سمیٹنا چاہتے تھے	118
118	ملک شام پر وسیع پیمانہ پر پیش قدمی کرنے کا سبب	119

- 120 یزدجرد بادشاہ ایران کا تکبر اور غرور 120
- 121 ایک واقعہ 121 *
- 124 ڈاکٹر براؤن مشہور مستشرق کی رائے 122 ✓
- 125 ایک اہم واقعہ 123
- 126 امیر المومنین کو قتل کی دھمکی 124
- 126 ابولولو کا قاتلانہ حملہ 125 *
- 126 ابولولو نے خودکشی کر لی 126
- 128 حضرت عائشہؓ کا عمر کو حجرہ میں دفن ہونے کی اجازت دینا 127
- 128 امیر المومنین بیت المال کا روزینہ اپنا ذاتی مکان بیچ کر ادا کیا 128
- 129 جانشینی کے بارے میں غور و فکر 129
- 130 عشرہ مبشرہ میں سے چھ رکنی کمیٹی مقرر کی 130
- 131 امیر المومنین کی تجہیز و تکفین 131
- 136 ابولولو کے الفاظ کہ عربوں نے ایرانیوں کے جگر چپا لیا ہے 132
- 140 جفینہ کون تھا؟ 133
- 142 کیا اس قتل کی سازش کا علم ہر مزان اور جفینہ کو تھا 134
- 143 امیر المومنین پر قاتلانہ حملہ قومی عصبيت کے تحت ہوا 135
- 143 ازواج و اولاد 136
- 144 حضرت عمر فاروقؓ کے ذاتی خصائل 137 *
- 144 جلوت و خلوت میں حضور اکرم ﷺ کے مشیر خاص 138
- 143 حضرت عمر فاروقؓ کی طبیعت میں سختی اور نرمی کا امتزاج 139 ✓

145	حضرت عمر فاروقؓ کا پہلا خطبہ	140
146	حضرت عمر فاروقؓ میں احساس ذمہ داری	141
146	بچے کا روزینہ پیدائش کے روزت ہی مقرر کر دیا گیا	142*
147	قحط سالی کے موقعہ پر امیر المومنین کا دستور العمل	143
148	امیر المومنین کے روز و شب کا دستور العمل	144
149	حضرت عمرؓ کا لباس	145
149	حضرت عمرؓ پر خشیت الہی کا اثر	146
150	ایک عورت کی اپنے خاوند کے متعلق شکایت	147
151	قلب و فکر کی دولت تمام ممالک محروسہ میں پھیلی ہوئی تھی	148
152	گورنروں اور سپہ سالاروں پر لڑی نگرانی	149
153	گورنر مصر کو ہدایت	150
153	امیر المومنین عمر فاروقؓ کو حضور اکریم ﷺ سے کس قدر محبت تھی	151
154	عدل و انصاف	152
155	فرض شناسی کا جذبہ	153
155	سنہ ہجری کا اجراء	154*
158	امیر المومنین کوئی جاگیر و ازانہ نظام چلانا نہیں چاہتے تھے	155
160	نماز تراویح کو باجماعت ادا کرنے کا طریق	156
160	نماز جنازہ کی چار تکبیرات پر امت کا اجماع	157
161	شراب پینے کی سزا اسی درے مقرر کر دی گئی	158*
162	غلاموں کے بارے میں سرکلر کا اجراء	159

163	عشور	160
164	امام اور موزن کی تنخواہیں مقرر کر دیں	161 *
164	مسجد نبوی کی توسیع	162 *
165	میقات کی حدود	163
165	پرچہ نویسی کا محکمہ	164 *
166	امیر المومنین کے عدل و انصاف کی چند جھلکیاں	165
169	خلافت راشدہ کا نظام حکومت	166
170	اسلامی دستور و قوانین کا ماخذ	167
171	اسلامی طرز حکومت کا طریق اور اس کا ماخذ	168
173	ممالک محروسہ کے صوبہ جات	170 *
174	امیر المومنین کے دور خلافت کے گورنرز	171 *
175	نہر سوز کی تیاری کے بارے میں چند خدشات	172
176	شام کی گورنری	173
176	کوفہ کی گورنری	174
177	رشوت کا انسداد	175 *
177	صوبہ عراق کی پیمائش	176 *
178	عراق کی زمین کاشتکاروں کو دی گئی	177
179	عراق کی کل آمدنی	178
179	محکمہ آبپاشی	179 *
181	آمدنی کی مدات	180

- 181 اخراجات کی مددات (181)
- 182 محکمہ دفاع (182) *
- 183 سپاہی کی ٹریننگ (183)
- 183 سپاہیوں کی چھٹیوں کا انتظام 184
- 184 اسلامی فوج کی قسمیں 185 *
- 185 شہری انتظامات کے لئے پولیس کا محکمہ (186) *
- 185 محکمہ قضاة (187) *
- 187 مساجد کی تعمیر (188) *
- 187 مکاتب کی عمارات بنائی گئیں (189)
- 188 تعلیم اور اشاعت اسلام (190)
- 193 مخالفین اسلام کے ہتھکنڈے 191 =>
- 194 امیر المومنین کا نظام حکومت محض تجرباتی عمل نہیں تھا 192
- 196 لوہے کی تلوار سے نہیں بلکہ اخلاق کی تلوار سے اسلام پھیلا 193 =>
- 200 مسلمانوں کے دو ہتھیار حوصلہ اور اخلاق کی بلندی 194
- 200 حوصلہ سب ہتھیاروں سے بڑا ہتھیار ہے 195
- 206 غزوہ بدر میں دو کم سن بچوں کا کارنامہ 196
- 208 جہاد کی ترغیب (197)
- 211 امیر المومنین محض فاتح نہیں 198
- 213 امیر المومنین کا عربوں کو غیر ممالک میں آباد نہ کرنا 199
- 214 حضرت عمر فاروق کا اجتہاد میں مقام 200

خلیفہ ثالث امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عمر فاروق

نام و نسب

(آپ کا نام عمرؓ باپ کا نام خطاب، آپ قریش کے دس خاندانوں میں سے بنی عدی کے خاندان سے ہیں) زمانہ جاہلیت میں آپ کے خاندان کے ذمہ سفارت کا کام تھا اور تفاخر نسب کے سلسلہ میں ضرورت کے وقت آپ کے بزرگ ہی یہ کام قریش کی طرف سراںجام دیا کرتے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب والدہ کی طرف سے چھٹے واسطہ سے اور والد کی طرف سے ساتویں واسطہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملتا ہے۔

سلسلہ نسب

عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن ریاح بن عبد اللہ بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک (قریش) ہے۔

کعب کے دو بیٹے تھے ایک عدی دوسرا مرہ۔ مرہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد ہیں۔ حضرت عمرؓ کی کنیت ابو حفصہ، لقب فاروق اور امیر المومنین ہے۔ سب سے پہلے انہیں کو مسلمانوں نے خلیفہ کی بجائے "امیر المومنین" کے لقب سے پکارا ہے۔

ولادت

بعثت کے وقت آپ کی عمر ستائیس سال کی تھی۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

تیرہ سال چھوٹے ہیں۔

ابتدائی مشاغل

لڑکپن میں آپ اونٹ چرایا کرتے تھے۔ بڑے ہونے تو شرفائے قریش کے دستور کے موافق تجارت کا پیشہ اختیار کر لیا۔ اس وجہ سے دور دراز ملکوں میں کئی بار آنے جانے کا اتفاق ہوا۔ اور ملکوں کے رسم و رواج، لین دین کے طریقے اور اس قسم کے دیگر تجربات حاصل کیے جو عام زندگی میں کام آنے والے تھے۔

تعلیم و تربیت

فتوح البلدان کی روایت کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت صرف سترہ آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان میں سے ایک آپ بھی تھے۔ نسب دانی، فنون سپہ گری، شہ سواری کی تعلیم حاصل کی تھی۔ عکاظ کے میلہ پر آپ پہلوانی کے جوہر دکھایا کرتے تھے اور مشہور پہلوانوں میں شمار ہوتے تھے۔ گھوڑے کی سواری میں اتنی مہارت تھی کہ پھل کر گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھتے اور ایسے جم کر بیٹھتے کہ جسم کو مطلقاً حرکت نہ ہوتی۔ فصاحت و بلاغت حق گوئی اور بے باکی میں اپنی نظیر آپ تھے۔

شروع میں اسلام کے دشمن تھے

اسلام قبول کرنے سے پہلے آپ کو توحید و رسالت کی آواز شروع شروع میں بہت نامانوس معلوم ہوتی تھی اور جو لوگ غصیبہ یا ظاہر ایمان لے آتے آپ ان کے سخت مخالفت ہو جاتے اور جہاں تک بس چلتا ان کو مارنے یا ستانے میں کمی نہ کرتے۔

بیبہ ان کے خاندان کی کینیز جب مسلمان ہو گئی تو حضرت عمرؓ کو بہت ملال ہوا۔ اس کینیز کو اس قدر مارا کہ وہ بے ہوش ہو گئی۔ اس طرح جس نو مسلم پر زور چلتا اس کو خوب زد و کوب کرتے تاکہ اسلام کو پھیلنے نہ دیا جائے لیکن ان تمام کوشش کے باوجود کسی ایک کو بھی اسلام سے برگشتہ نہ کر سکے۔

قبولِ اسلام

نبوت کا چھٹا سال تھا۔ صرف اثنالیس مرد اور گیارہ عورتیں اسلام میں داخل ہوئی تھیں اور وہ تمام کے تمام چھپ کر نماز ادا کیا کرتے تھے۔ اس وقت تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر حضرت ارقمؓ ایک صحابی کے مکان پر تبلیغ کیا کرتے تھے اور صحابہ کرامؓ کو دین کے احکام سکھایا کرتے یہ مکان پہاڑ کے دامن میں تھا۔

(کچھ روز پہلے حضرت امیرِ حمزہؓ مسلمان ہو چکے تھے۔ وہ قریش میں بہت بہادر اور نڈر شمار ہوتے تھے۔ ان کے مسلمان ہونے سے مسلمانوں کو تھوڑی بہت ڈھارس ہو گئی تھی۔)

حضرت امیرِ حمزہؓ کے مسلمان ہونے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز بارگاہِ الہی میں دعا کی کہ اللہ العالمین! عمر بن ہشام (ابو جہل) یا عمر بن خطاب میں سے ایک کو مسلمان کر دے جس کی وجہ سے اسلام کو تقویت ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا حضرت عمر بن خطاب کے حق میں قبول فرمائی۔

قریش مکہ اس نئے دین کے پھیلنے سے بہت پریشان ہو رہے تھے اور اس کو مٹانے کے لیے تدا بیر سوچ رہے تھے کہ ادھر سے عمر آنکے۔ انہوں نے قریش کی پریشانی کو دیکھ کر جرات مندانہ انداز سے کہا کہ میں اس قصہ کو ابھی چکائے دیتا ہوں..... یعنی (خاکم بدہن) بانی اسلام کو ہی..... قتل..... کیے دیتا ہوں.....

اس پر ابو جہل نے کہا کہ اگر ایسا کر دکھاؤ تو سوا دنٹ اور سہرا اوقیہ چاندنی نذر کروں گا۔ عمر ننگی تلوار ہاتھ میں لیے غیظ و غضب کی حالت میں دارِ ارقمؓ کی طرف جاتا ہے۔ راستہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص سے مل جاتے ہیں اور عمر کو اس حالت میں دیکھ کر پوچھتے ہیں کہ عمر کہاں جا رہے ہو؟... عمر نے جواب دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خاکم بدہن (قتل..... کرنے جا رہا ہوں... .. تاکہ ہمیشہ کے لیے قریش کی معیبت ختم ہو جائے۔ اور جھگڑا مٹ جائے۔ یہ سن کر حضرت سعد بن ابی وقاص کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قتل..... کوئی آسان کام نہیں ہے۔..... کیا تم بنی ہاشم کے انتقام سے نہیں ڈرتے؟ عمر نے کہا کہ جب تک میرے ہاتھ تلوار ہے کوئی میرا بال بیکا نہیں کر سکتا..... اس کے بعد کہنے لگا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تو ہم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مددگار ہے!!..... اچھا پہلے تجھ سے نپٹ لیتا ہوں.....

سعدؓ کہنے لگے مجھ سے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تو بعد میں نپٹنا پہلے تم اپنے گھر کی تو خبر لے لو۔ تمہارے گھر میں اسلام داخل ہو چکا ہے، تمہاری بہن اور بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں۔ حضرت سعدؓ کی یہ بات سچ کر عمر کے جسم میں ایک آگ سی تو لگ گئی فوراً بہن کے مکان کا رخ کیا۔ دستک دے کر دروازہ کھلویا اور کہنے لگا کہ معلوم ہوتا ہے تم اپنے آبائی دین سے پھر گئے ہو۔ یہ کہہ کر بہنوئی سے دست دگر بیان ہو گیا اور ان کو کچھار کر مارنا شروع کر دیا۔ بہن درمیان میں آگئی اس کو بھی خوب زد و کوب کیا۔ اس طرح کہ خون ان کے جسم سے بہنے لگا..... بہن تو آخر عمر ہی کی تھی، جرات اور بے باکی سے کہنے لگی کہ ہم نے اسلام کو قبول کر لیا ہے اب جو تیرے دل میں آئے کر گزر.....

یہ بے باکانہ جواب عمر کے کالوں نے سنا اور اس کی آنکھوں نے اپنی بہن کو خون میں لت پت دیکھا تو اس کا دل قدرے پسچ گیا۔ پوچھنے لگا اچھا سناؤ تو سہی تم کیا پڑھتے ہو؟..... اس پر بہن نے سورہ ظہ کی چند ابتدائی آیات پڑھ کر سنائیں۔ ہدایت کا وقت آچکا تھا دل میں انقلاب پیدا ہو گیا۔ اسی وقت کلمہ پڑھا۔ اب اصرار ہے کہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلو چنانچہ دارالرقمؓ میں پہنچ کر مشرف باسلام ہو گئے جس سے مسلمانوں میں بے پناہ مسرت کی لہر دوڑ گئی اس کے بعد البرجہل کے مکان پر گئے، دستک دی جب وہ باہر آیا تو اس کو بتایا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ اس نے فوراً دروازہ بند کر لیا۔ بتانے کا مقصد یہ تھا کہ اس دشمن اسلام کو جلایا جائے اور وہ خود ہی ان کے اسلام لانے کے متعلق تشریح کر دے۔ ابن سعد نے مذکورہ بالا روایت حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کی بیان کی ہے

دوسری روایت

دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہدایت کا وقت قریب آچکا تھا۔ آدھی رات کے وقت خانہ کعبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے بات کا سناٹا تھا۔ ساعت ہالیوں آچکی تھی۔ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑا قرآن پاک کو سن رہا تھا قرآن پاک کی فصاحت و بلاغت اور معانی نے میرے تمام جسم کو ہلا دیا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو چپکے چپکے ان کے پیچھے ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر کیا ارادہ کر رہا ہے؟ عرض کی کہ حضور! اسلام قبول کر لیا ہے، اسی وقت کلمہ طیبہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ نے ان کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور خیر و برکت کی دُعا دی۔

ال ان ہر دو روایات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ باتیں اخذ ہوتی ہیں کہ حضرت عمرؓ شروع شروع

میں اسلام اللہ بانی اسلام کے سخت ترین دشمن تھے۔ قساوت قلبی، جفاکشی، تشددی عصبے باکی اور دلیری کی صفات انہوں نے ورثہ میں پائی تھیں جن کی وجہ سے وہ اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو اذیت پہنچانے میں ہمیشہ سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ حضرت امیر حمزہؓ کے اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کو تھوڑی بہت جو ڈھارس ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ الہی میں دعا کی کہ اے مقلب القلوب! عمر بن ہشام یا عمر بن خطاب کسی ایک کو مسلمان کر دے اور اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کو تقویت دے۔

خداوند قدوس نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو حضرت عمرؓ کے حق میں شرف قبولیت بخشا اور تھوڑے دنوں کے بعد حضرت عمرؓ آستانہ نبوت پر حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے۔ اسلام کی برکت سے حضرت عمرؓ کی موروثی صفات جو اسلام اور بانی اسلام کے پیروں کو مٹانے یا اذیت پہنچانے کے کام آتی تھیں وہی خوبیاں اب ہمیشہ کے لیے دشمنانِ اسلام کے خلاف حرکت میں آگئیں۔

حضرت عمرؓ اسلام لانے کے بعد

یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے مسلمان ہونے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ جب اسلام سچا مذہب ہے تو ہم دب کر کیوں رہیں؟ کیوں نہ خانہ کعبہ میں جا کر نماز ادا کریں۔ چنانچہ مسلمان دو گروہوں میں وادارہ رقم بنے سے امیر حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کی سرکردگی میں خانہ کعبہ گئے اور وہاں انہوں نے نماز ادا کی۔

یہ پہلی نماز تھی جو مسلمانوں نے خانہ کعبہ میں اعلانیہ ادا کی۔ حضرت عمرؓ کے مسلمان ہونے سے مسلمانوں کو بہت تقویت ہو گئی۔ اب مسلمان کفار مکہ کے سامنے اور ان کی موجودگی میں خانہ کعبہ میں نماز پڑھ سکتے تھے اور اپنے دین اسلام کا اظہار کر سکتے تھے اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ٹھیک پایا ہے کہ حضرت عمرؓ کا اسلام لانا مسلمانوں کی فتح، ان کی ہجرت ایک طرح کی نصرت امدان کی خلافت اللہ مانی کی رحمت تھی۔ انہوں نے مسلمان بن کر کفار سے اس قدر جنگ و جدال کیا کہ مسلمانوں کو خانہ کعبہ میں نماز داکرنے میں پھر کوئی دقت نہ رہی۔ کفار مکہ حضرت عمرؓ کے مسلمان ہونے پر کھاکرتے تھے کہ آج مسلمانوں نے اسے پورا پورا بدلہ لے لیا ہے۔

حضرت عمرؓ کی ہجرت ایک طرح

کی مسلمانوں کے لیے نصرت تھی

ہجرت کا حکم آنے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت دے دی اور تمام صحابہؓ یثرب جانے لگے۔ بعض رات کی تاریکی میں چھپ کر اور بعض دن کی روشنی میں سفر کرنے لگے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے عجیب امتیازی صورت سے ہجرت فرمائی۔ مسلح ہو کر گھر سے باہر آئے، ایک ہاتھ میں تلوار تھی اور دوسرے ہاتھ میں تیر تھے اور کمان کندھے پر ڈالی ہوئی تھی۔ پہلے خانہ کعبہ کا طواف کیا پھر مقام ابراہیمؑ پر آکر دو نفل ادا کیے۔ اس کے بعد قریش مکہ کے پاس آئے جو مختلف ٹریبونوں میں وہاں بیٹھے ہوئے تھے ان کو غصہ میں کہنے لگے کہ تمہارا ستیاناس ہو اب میں کھلے بندوں جا رہا ہوں جس نے اپنے بچوں کو تسلیم اور اپنی عورتوں کو بیوہ بنانا ہو وہ باہر کھلے میدان میں آکر میرا مقابلہ کرے اور مجھے روک دکھائے۔ کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ کوئی لفظ بھی منہ سے نکال سکے۔ اس جرأت اور دلیری کا یہ فائدہ ہوا کہ وہ نادار غلام اور بے گھر لوگ جو مکہ کو چھوڑتے ہوئے کفار سے ڈرتے تھے وہ تمام کے تمام حضرت عمرؓ کے ساتھ ہجرت میں شامل ہو گئے اس طرح ان ضعیفوں اور کمزوروں کو بہت تقویت ہو گئی اور یہ لوگ حضرت عمرؓ کے ہمراہ ہجرت میں تمام یثرب پہنچ گئے۔

حضرت عمرؓ کی غزوات میں شرکت

آپ تمام غزوات میں شریک ہوتے رہے اور اہم فرائض سرانجام دیتے رہے۔ غزوہ بدر میں جاں سپاری اور فدایت کی بنا پر آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست راست تھے۔ تمام قسم کی رشتہ داریاں اور تعلقات آپ کو اسلام کے مقابلہ میں بیچ معلوم ہوتی تھیں۔ اپنے حقیقی ماموں عاص بن ہاشم کو اپنے مقابلہ میں اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ حضرت عمرؓ کی نظر میں اسلام کے مقابلہ میں یہ تعلقات پر گاہ کی بھی حقیقت نہیں رکھتے تھے۔

ایسران بدر کے بارے میں حضرت عمرؓ کی رائے کی تائید وحی الہی کے ذریعہ

یہی وجہ ہے کہ جب ایسران بدر کے معاملہ میں مشورہ طلب کیا گیا تو حضرت صدیق اکبرؓ نے رائے دی کہ

فدیہ لے کر جنگی قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے۔ اس طرح فدیہ کی رقم سے مسلمانوں کی مالی حالت کچھ بہتر ہو جاوے گی اور شاید ان میں سے کچھ لوگ اسلام بھی قبول کر لیں۔ لیکن حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے اور ہر شخص اپنے رشتہ دار (جنگی قیدی) کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے تاکہ کفار مکہ کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ اسلام کا رشتہ اور بھائی چارہ دنیوی رشتہ دلی کے مقابلہ میں نہایت اہم اور مضبوط ہے۔ اگرچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبرؓ کی رائے کی تائید کی لیکن تھوڑی دیر کے بعد وحی نازل ہوتی جس سے حضرت عمرؓ کی رائے کی تائید ہوتی ہے: "لَوْلَا كَتَبَ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فَيْسًا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ" (پارہ 10)

غزوہ احد میں بھگڑنے کی وجوہات

غزوہ احد کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سپاس تیر انداز احد پہاڑ کے عقب میں متعین کر دیتے تھے ان کو ہدایت دی گئی کہ حالات کچھ بھی ہوں تم نے اس درہ کو ہرگز نہیں چھوڑنا۔ لڑائی زوروں پر تھی۔ تیر اندازوں نے یہ دیکھ کر کہ قریش شکست کھا کر بھاگ رہے ہیں اور مسلمانوں کو فتح ہوتی ہے انہوں نے جلدی میں درہ چھوڑ دیا اور وہ بھی بھاگتے ہوئے کفار کا تعاقب کرنے لگے۔ ادھر درہ کو خالی پا کر خالد بن ولید (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) نے درہ پر عقب سے حملہ کر دیا۔ اس طرح مسلمانوں میں بھگڑنے شروع ہو گئی۔ ایسا اتفاق ہوا کہ ابن قتیہ قریش کے ایک شہسوار نے حضرت مصعبؓ بن عمیر پر وار کیا اور وہ شہید ہو گئے۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر کی شکل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قدرے مشابہت رکھتی تھی ان کے شہید ہونے پر وہ شہسوار فوراً پکار اٹھا: "قَدْ قَتَلْتُ مُحَمَّدًا" اس جملہ کو سنتے ہی مسلمانوں میں سراسیمگی پھیل گئی۔ پھر قریش نے یکدم مسلمانوں پر سلسلے اور عقب سے دوبارہ حملہ کر دیا۔ اور صحابہ کرامؓ نزعہ میں پھنس گئے اور انکی جمعیت منتشر ہو گئی۔ اس موقع پر بعض بے انتہا متروڈ ہوئے کہ کونسا طریق اختیار کیا جائے؟.....

اتنے میں حضرت کعب بن مالک نے آواز دی کہ مسلمانو! خوش ہو جاؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بلند آواز سے فرمایا:-

اے اللہ تعالیٰ نے پہلے سے نہ لکھا ہوتا تو تم کو عذاب پہنچتا اس پر جو تم نے لیا ہے۔
اے (خاکم بدین) میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا ہے۔

مقتولین جنت میں ہیں اور تمہارے مقتولین دوزخ میں ہیں۔ ابوسفیان چند سے خاموش ہونے کے بعد بولا
اب تمہارا ہمارا مقابلہ پھر بد میں ہوگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو فرمایا کہ کہہ دو نَعْتَمُ هُوَ
بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ مَوْعِدًا

اس تمام گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ کفایہ مکہ کی نظر نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بڑے
صحابی حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ کی فضیلت کو بالترتیب تسلیم کیا تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کا بھی حضرت عمرؓ کو جواب دینے کے لیے انتخاب فرمانا اس بات کو ظاہر کر رہا تھا کہ قریش مکہ کے سپہ سالار کو
معلوم ہو جائے کہ حضرت عمرؓ ایسے بہادر اور جوانمرد تھے کہ غرور و تکبر کے نشہ کو اتارنے والے ہمارے
ہاں موجود ہیں۔

غزوة احزاب کے موقع پر حضرت عمرؓ

کو اہم مورچہ پر متعین فرمایا گیا

شہد میں غزوة احزاب کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے اہم حصہ کی حفاظت
حضرت عمرؓ کے سپرد کر رکھی تھی۔ انہوں نے اپنے فرائض احسن طریق سے ادا کیے۔ ستائیس دن کے محاصرہ کے
بعد کفار مکہ خائب و خاسر ہو کر واپس مکہ لوٹ گئے۔

شہد میں غزوة بنی مصطلق میں حضرت عمرؓ نے مقدمتہ الجیش کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیئے۔
صلح حدیبیہ کے موقع پر عہد نامہ کی چوتھی شرط میں بنظاہر مسلمانوں کی ذلت محسوس ہو رہی تھی یعنی کفار مکہ ان آدمیوں
کو واپس لے جا سکتے تھے جو مسلم کیمپ میں دوڑ کر آجائیں لیکن مسلمان اپنے آدمیوں کو مکہ سے واپس لانے کے
بجائز نہیں ہیں اس شرط کے قبول کرنے میں قدرے ناگواری اس لیے ہو گئی تھی کہ سہیل بن عمرو کفار مکہ کے مختار
خاص کا لڑکا جو جندل مکہ میں مسلمان ہو چکا تھا اس کے باپ سہیل بن عمرو نے اپنے لڑکے کو اسلام قبول کر لینے
کے جرم میں گھر میں پابہ زنجیر کر رکھا تھا وہ دوڑ کر حدیبیہ کے مقام پر صلح نامہ پر دستخط ہونے کے وقت آن پہنچا۔
سہیل بن عمرو نے اپنے لڑکے کی واپسی کا مطالبہ اس چوتھی شرط کی رو سے کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۰ اچھا ہمیں یہ شرط منظور ہے۔

نے ابو جندل کو واپس مکہ جانے کا حکم دیا تاکہ نفسِ عہد نہ ہو اور ساتھ ہی اس کو صبر کی تلقین فرمائی کہ اللہ تعالیٰ حالات بہتر پیدا کر دے گا۔

صلحنا حدیبیہ کے موقع پر

حضرت عمرؓ کی رگ حمیت کا بھڑک اٹھنا

ابو جندل کو مکہ مکرمہ میں بہت زیادہ اذیت پہنچائی جاتی تھی۔ وہ مسلمانوں کو پاؤں کی زنجیروں اور ہاتھوں کی تھکڑیوں کے زخم دکھاتا اور التجا کرتا کہ اسے دوبارہ اسی قتل میں نہ بھیجیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معاہدہ کی چوتھی شرط کے تحت ابو جندل کو واپس بھیج رہے تھے۔ حضرت عمرؓ سے ابو جندل کی حالت زار دیکھ کر رہا نہ گیا۔ فوراً حمیت دینی اور اخوتِ اسلامی کے تحت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ حبیبِ ہمارا مذہب برحق ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیے رسول ہیں، پھر ہم کفار سے دب کر کیوں صلح کریں۔ اس کے جواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کہہ سکتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا احرام وہیں کھولا اور قربانی کے جانور بھی وہیں ذبح کیے۔ مدینہ منورہ کی واپسی پر سورۃ فتح نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اس صلح کو فتح میں فرمایا۔ حضرت عمرؓ کو ساری عمر اس دردِ دردِ باتِ چیت پر بہت زیادہ مذمت رہی وہ اس سلسلہ میں کثرت سے استغفار پڑھتے اور اکثر غلام بھی آزاد کرتے رہے۔

غزوہ خیبر میں حضرت عمرؓ کی میمنہ کی سرداری

عہد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو خیبر میں میمنہ کی سرداری عطا کی تھی۔ انہوں نے رات کو اپنے پہرہ میں خیبر کے ایک یہودی کو پکڑ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ اس یہودی سے قلعہ کے حالات معلوم ہوئے۔

یوں تو اس محاذ میں سپہ سالاری بھی حضرت عمرؓ کو ملی تھی۔ لیکن اس روز قلعہ فتح نہ ہوا تاہم یہودیوں نے اندر ٹرٹ چکا تھا اور اگلے روز قلعہ حضرت علیؓ کے ہاتھوں فتح ہوا۔

قطعہ اراضی وقف کرنا

فتح خیبر کے بعد وہاں کی زمین معاہدہ کرام میں تقسیم کر دی گئی اور ایک قطعہ اراضی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو بھی دیا لیکن حضرت عمرؓ نے اس قطعہ اراضی کو اللہ کی راہ میں وقف کر دیا۔

شہ میں فتح مکہ سے ایک رات قبل ابوسفیانؓ اسلامی لشکر کو دیکھنے اور جائزہ لینے کے لیے چھپ چھپا کر اسلامی لشکر میں آگیا۔ حضرت عباسؓ نے اسے پہچان لیا اور وہ اس کو اپنے گھوڑے کے پیچھے بٹھلا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے جا رہے تھے تاکہ اسے مستقل آمان دلادی جلتے۔ راستہ میں حضرت عمرؓ نے ان کو پہچان لیا۔ وہ ابوسفیانؓ کو قتل کرنا چاہتے تھے کہ حضرت عباسؓ نے کہا کہ میں نے اسے آمان دے دی ہے اور یہ کہہ کر گھوڑے کو سرپٹ کر لیا اور بہت جلد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ ادھر حضرت عمرؓ بھی بہت تیزی کے ساتھ پیدل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ کفار کے اس سرغنہ کو میرے سپرد کیا جائے تاکہ میں اس دشمن اسلام کا سر قلم کر دوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو منع کر دیا۔

ابوسفیانؓ کو دعوت اسلام پیش کی اور ساتھ ہی آمان دے دی۔ صبح کو ابوسفیانؓ نے برفناور رغبت اسلام قبول کر لیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیانؓ کی عزت افزائی اس قدر فرمائی کہ حضرت ابوسفیانؓ کے گھر کو دارالامان کی سند دے دی کہ جو کوئی ابوسفیانؓ کے گھر میں داخل ہوگا اس کو بھی آمان ہے۔

فتح مکہ کے روز حضرت عمرؓ کا عورتوں سے بیعت لینا

فتح مکہ کے روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ کو لے کر منفا پہاڑی پر چلے گئے تاکہ لوگوں سے بیعت اسلام لیں۔ جب مردوں سے بیعت لے چکے تو حضرت عمرؓ کو فرمایا کہ میری طرف سے تم عورتوں سے بیعت لے لو۔

شہ میں غزوہ تبوک کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چندہ کے لیے اپیل فرمائی اس وقت حضرت عمرؓ نے اپنے گھر کا نصف سامان لاکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا۔

حضرت عمرؓ کا عشق رسول میں مقام

حضرت عمرؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے رخصت ہونے کی خبر کو بھی کسی طرح سنا گوارا

نہیں کرتے تھے وہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اس قدر سرشار تھے کہ وارفتگی کے عالم میں تلوار
میان سے باہر نکال کر ہوا میں لہراتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
انتقال کر گئے ہیں اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔ بے خودی کے عالم میں قسم کھا کھا کر کہہ رہے تھے کہ وہ حضرت
موسیٰ کی طرح اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے میں، واپس آکر کافروں اور مشرکین کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے
..... یہ تو اچھا ہوا کہ حضرت صدیق اکبرؓ جلد تشریف لے آئے اور انہوں نے ان کے سامنے

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ كَرِهَ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ.....

سَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ۔ (پارہ ۴۔ رکوع نمبر ۵۔ سورہ آل عمران)

سے جس وقت استدلال کیا تو حضرت عمرؓ دھڑام سے زمین پر گرے اور پھر سنبھل کر ہوش میں آئے تو حقیقت
حال ان پر کھل چکی تھی۔

حضرت صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر سب سے

پہلے بیعت کرنے والے حضرت عمرؓ تھے

سب سے پہلا کام جو حضرت عمرؓ، حضرت صدیقؓ نے باہم مل کر کیا وہ یہ تھا کہ وہ سقیفہ بنی سعد میں
حضرت صدیق اکبرؓ کے ہمراہ پہنچے اور وہاں جا کر مجمع پر قابو پایا پھر حضرت صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے میں
پیشقدمی فرمائی۔ اگر اس معاملہ میں ذرا تاخیر ہو جاتی تو نہ معلوم کیا حشر ہوتا!!! اس کا ذکر حصہ اول
میں گزر چکا ہے۔

حضرت عمرؓ مشیر خاص کی حیثیت سے

بیعت خلافت کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے مجلس شوریٰ بلالی جس میں حضرت اسامہؓ کے لشکر کو روانہ
کرنے میں حضرت صدیق اکبرؓ کی رائے سب پر غالب آئی۔ اس موقع پر حضرت صدیق اکبرؓ نے سپہ سالار حضرت اسامہؓ
کی اجازت سے حضرت عمرؓ کو اپنے پاس مشورہ اہلداد کے لیے ٹھہرایا۔

صدیقی دور میں حضرت عمرؓ مشیر خاص تھے اور محکمہ قضا بھی آپ کے سپرد تھا۔

قرآن پاک کو صفحہ قرطاس پر لکھا لکھنے اور جمع کرنے کا کام عہد صدیقی میں صرف حضرت عمرؓ کی رائے سے ہوا ہے
جب کہ جنگ یمامہ میں سات سو کے قریب حفاظ شہید ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے غنا و عسوس کیا کہ اگر اسی طرح کسی

اور جنگ میں حفاظت شریک ہو کر شہید ہو گئے تو قرآن پاک کی حفاظت کا کام آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے مشکل ہو جائے گا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے شروع میں تو اس رائے سے اتفاق نہ کیا بلکہ یہی خواہش ظاہر کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے جس طرح چلا آتا ہے اس کو ویسے ہی رہنے دیا جائے لیکن حضرت عمرؓ کے پیہم اصرار کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ بھی اس بات پر متفق ہو گئے چنانچہ ایک کمیٹی کی تشکیل کی گئی جس کے صدر حضرت زید بن ثابتؓ الفضائی مقرر ہوئے جو کہ کاتب وحی بھی تھے۔

حق گوئی اور بے باکی حضرت عمرؓ کے امتیازی اوصاف ہیں

حضرت عمرؓ میں حق گوئی اور بیباکی کا وصف امتیازی حیثیت رکھتا تھا جس بات کو صحیح سمجھتے تھے۔ اس کے اظہار کرنے میں کبھی دیر نہ کرتے اور بعض اوقات یہ صاف بیانی اور اظہار رائے ایسے نازک موقع پر بھی ہو جاتی تھی جہاں کسی دوسرے صحابیؓ کو دخل دینے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر ابو جندلؓ کو پایہ زنجیر دیکھ کر حضرت عمرؓ کی رگ حمیت بھڑک اٹھی فوراً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اظہار خیال کر دیا

صحابہ کی نظر میں حضرت عمرؓ کا مقام

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو چار باتوں میں امتیازی حیثیت حاصل ہے۔

- ★ اسیران بدر کے معاملہ میں حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ اس رائے کو اللہ تعالیٰ نے بھی پسند کیا۔
- ★ شراب کے بارے میں حضرت عمرؓ کی خواہش تھی کہ اس کو مطلقاً حرام قرار دیا جائے اگر اس بارے میں دعا بھی کرتے رہے۔ جب لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَرَىٰ کی آیت نازل ہوئی تو حضرت عمرؓ کو قدرے مسرت ہوئی اور جب إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْدَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ آیات نازل ہوئیں تو حضرت عمرؓ کو بے انتہا خوشی ہوئی

لے تم نماز کے قریب نہ جاؤ جبکہ تم نشہ میں ہو لے اے ایمان والو! بات یہ ہے کہ شراب، جوار، بت وغیرہ اور بانسہ کے تیر یہ سب گندی باتیں اور شیطانی کام ہیں سو ان سے الگ ہو جانا تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

حضرت عمرؓ کی بہت زیادہ خواہش تھی کہ اہمات المؤمنین کو پردہ میں رہنا چاہیے۔ ایک بار اس کا ذکر بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا کچھ عرصہ کے بعد اہمات المؤمنین کو پردہ میں رہنے کے احکام سورۃ احزاب میں نازل ہوئے تو انہیں بہت زیادہ خوشی ہوئی۔

☆ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی سلول رئیس المنافقین کی نماز جنازہ اس کے بیٹے عبد اللہ رحمہ اللہ اور پکے مسلمان تھے کی خاطر پڑھادی حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں۔ سورۃ براءۃ میں آیات نازل ہوئیں۔

اسْتَفْغِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ ذَلِكُمْ بَايَعْتُمْ كُفْرًا وَاِذَا لَمْ يَأْتِ بِالدِّينِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

حق عمرؓ کی زبان پر رہتا ہے

اسی طرح نماز کے لیے مسجد میں جمع کرنے کا خیال پیدا ہوا تو مختلف قسم کے طریق بحث کے طور پر آئے۔ حضرت عمرؓ کی تجویز تھی کہ توحید و رسالت کا اعلان کیا جائے اور دعوت الی الصلوٰۃ دی جائے۔ چنانچہ اذان کا مرتبہ طریقی اختیار کی گیا اور اذان دلائی گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق حضرت عمرؓ کی زبان پر رہتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمرؓ کو دالہانہ محبت تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اللہ تعالیٰ سے مانگ کر اسلام کی خدمت کے لیے لیا تھا۔ بدیں وجہ جہاں اسلام کے خلاف انہیں کوئی بات معلوم ہوتی تو وہ اپنی رائے کے انہماک کرنے اور اپنے دل کے شکوک دور کرنے اور آیات کے مطالب سمجھنے میں ہرگز جھجک محسوس نہ کرتے تھے۔ حق گوئی اور بے باکی ان کے خاص جوہر تھے۔ صحابہ کرامؓ بھی ان کے باطن کو ظاہر

۱۔ اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان کے حق میں بخشش مانگیں یا نہ مانگیں اگر آپ ان کے واسطے ستر بار بخشش مانگیں تو بھی ہرگز نہ بخشے اللہ ان کو اس لیے کہ وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اللہ راہ نہیں دکھاتا بے حکم لوگوں کو۔

سے بہتر سمجھتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر جو بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کی وہ بھی ان کی حمیت ملی اور اخوتِ اسلامی کی عکاسی کر رہی ہے اور ان کی بنے باکی اور حق گوئی کی بین دلیل ہے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

بہت ہی نازک معاملات میں بھی حضرت عمرؓ انظارِ خیال کرنے میں دیگر صحابہ کرام کی نسبت بے باک نظر آتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دنوں کے لیے ازواجِ مطہرات سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ اس کا علم حضرت عمرؓ کو اس طرح ہوا کہ ایک دن انہوں نے کسی بات پر اپنی بیوی کو ڈانٹا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ آپ ہمیں ڈانٹتے ہیں لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض تک کر دیتی ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ مسجدِ نبوی میں آئے تو لوگوں سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں سے ناراض ہیں حضرت عمرؓ اس بات کی تصدیق کرنے کے لیے حضرت حفصہؓ سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ بات درست ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ بعض اوقات جھگڑا بھی کر لیتی ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ "ہاں"۔ حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہؓ کو نصیحت کی اور سمجھایا کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے.....

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے بھی دریافت کیا کہ وہ حضرت عمرؓ کی رشتہ دار بھی تھیں، انہوں نے غصہ میں فرمایا کہ عمرؓ! بس کرو۔ اب تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پر معاملات میں بھی دخل دینا شروع کر دیا ہے۔

اس واقعہ سے جہاں حضرت عمرؓ کا نازک ترین معاملات میں دخل دینا ثابت ہوتا ہے وہاں اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمرؓ اتنے حساس تھے کہ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر وقت جان کو نثار کرنے کے لیے تیار رہتے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ سی تکلیف کو بھی کسی حالت میں برداشت نہیں کر سکتے تھے خواہ وہ تکلیف گھریلو معاملات کی وجہ سے ہی کیوں نہ ہو۔ اور جب تک اس تکلیف کا ازالہ نہیں فرمایتے اس وقت تک چین سے نہ بیٹھتے تھے۔ "قلم دوات" والے معاملہ میں بھی حضرت عمرؓ کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں "حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ" کہنا اس لیے تھا کہ مرض کے اشتداد کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان نہ کیا جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ کا جواب سن کر خاموش ہو گئے۔ اس قلم دوات کے بارے میں مفصل بحث جلد اول میں آچکی ہے۔

حضرت عمرؓ کی ایسی ہی دلہانہ کیفیت تھی جس کی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی اور وصال کا لفظ بھی سننا عمرؓ ایسے جری اور نڈر کے لیے ناقابلِ برداشت ہو گیا تھا۔ عمرؓ کا دل یہ باور کرنے کے لیے تیار

ہی نہیں تھا کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم اب اس کو چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں۔ انہی عشق و دوستی کے جذبات نے حضرت عمرؓ کو تلوار میان سے نکال کر یہ کہنے پر مجبور کر دیا کہ جو کوئی یہ کہے گا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انتقال کر گئے ہیں اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔

حضرت عمرؓ فاروق کے مناقب

حضرت عمرؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوت و علوت کی مجالس میں برابر شریک ہوتے رہے ہیں ان کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مجالس میں بہت کچھ فرمایا ہے۔ صحیح بخاری شریف کی چند احادیث درج ذیل کی جاتی ہے جس میں حضرت عمرؓ کی علو شان کا اندازہ ہوتا ہے۔

▲ حضرت جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو جنت میں داخل ہوتے دیکھا اور میں نے وہاں ابو طلحہؓ کی بی بی رُمیسا کو دیکھا اور میں نے ایک شخص کے چلنے کی آواز سنی میں نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا بلالؓ اور میں نے ایک عمل دیکھا اس کے سامنے ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا یہ عمل کس کا ہے تو ایک شخص نے کہا عمرؓ بن خطاب کا۔ پھر میں نے ارادہ کیا کہ اس میں داخل ہوں اور اسے دیکھوں مگر میں نے تمہاری غیرت کا خیال کیا تو عمرؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ حضور پر فدا ہوں۔ یا رسول اللہ! کیا میں حضور پر غیرت کروں گا؟

(بخاری شریف پارہ چودھواں)

▲ حضرت حمزہؓ اپنے والد (عمرؓ بن خطاب) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں دودھ پیا یہاں تک کہ میں نے سیرابی کو دیکھا وہ میرے ناخنوں میں دوڑ رہی تھی پھر عمرؓ کو دے دیا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کیا تعبیر نکالی؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "علم"

(بخاری شریف مناقب عمرؓ)

▲ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک کنواں پر کھڑا ہوں ایک اونٹنی کا ڈول نکال رہا ہوں پھر ابو بکرؓ آئے انہوں نے ایک یا دو ڈول نکالے مگر کمز در طریقہ سے اللہ انہیں بخش دے اس کے بعد عمرؓ بن خطاب آئے تو وہ ڈول جس بن گیا پس میں نے کسی زور آور کو نہیں دیکھا کہ وہ ان جیسا کام کرتا ہو یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو گئے اور بیٹھ گئے۔

(بخاری شریف)

حضرت سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب نے ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کی اجازت مانگی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ عورتیں قریش کی بیٹیوں کی تھیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کر رہی تھیں اور وہ بہت باتیں کر رہی تھیں ان کی آوازیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند تھیں۔ پس جب عمر بن خطاب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی تو وہ اٹھ گئیں اور پردہ میں ہو گئیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی۔ چنانچہ عمر بن خطاب نے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے۔ عمر بن خطاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ حضور کے دانتوں کو مستہم رکھے! (حضور اس وقت مسکرا رہے تھے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان عورتوں سے متعجب ہوں کہ جب انہوں نے تمہاری آواز سنی تو فوراً پردہ میں ہو گئیں۔ حضرت عمر بن خطاب نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضور اس امر کے زیادہ حقدار تھے کہ وہ حضور سے ڈرتیں۔ پھر حضرت عمر بن خطاب نے ان عورتوں سے کہا کہ اپنی جانوں کی دشمنی کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول خدا سے نہیں ڈرتی ہو؟ انہوں نے کہا کہ "ہاں" تم بہ نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ سخت اور درشت ہو۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن خطاب! قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کہ جب تم سے شیطان کسی راہ چلتے ہوئے ملتا ہے تو وہ تمہارے راستہ کو چھوڑ کر کسی اور راستہ پر چلنے لگتا ہے۔

(بخاری شریف)

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ اپنے جنازہ پر رکھے گئے تو لوگوں نے انہیں گھیر لیا و عایشؓ مانگتے تھے اور نماز پڑھتے تھے قبل اس کے جنازہ اٹھایا جائے اور میں بھی ان لوگوں میں تھا پس ایک ایک آدمی نے میرا شانہ پکڑ لیا تو وہ علیؓ تھے پھر انہوں نے حضرت عمرؓ کے لیے دعائے رحمت کی اور کہا اے عمرؓ! تم نے کسی ایسے شخص کو اپنے پیچھے نہیں چھوڑا کہ اس کے عمل جیسے عمل کے ساتھ خدا سے ملنا بہ نسبت تمہارے مجھے محبوب ہو اور خدا کی قسم! میں خیال کرتا تھا کہ اللہ تمہیں تمہارے دونوں مناجوں کے ساتھ رکھے گا، اور میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے اکثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ میں اور ابو بکرؓ عمرؓ گئے، میں اور ابو بکرؓ و عمرؓ داخل ہوئے، میں اور ابو بکرؓ و عمرؓ باہر نکلے۔

(بخاری شریف)

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن احد پہاڑ پر چڑھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ بھی تھے پس پھر ملا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پیر سے مارا اور فرمایا کہ اے احد! ٹھہر جا کیونکہ تیرے اوپر ایک بی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

(بخاری شریف)

▲ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے اگلی امتوں میں کچھ لوگ محدث ہوتے تھے۔ میری امت میں اگر کوئی ہو گا تو وہ عمرہ فرمائے۔

دوسری روایت میں اتنا زیادہ ہے حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں کچھ لوگ ہوتے تھے کہ ان سے (خدا کی طرف سے) باتیں کی جاتی تھیں وہ نبی نہ ہوتے تھے اگر ان میں سے میری امت میں کوئی ہو گا تو وہ عمرہ فرمائے۔

(بخاری شریف)

▲ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ چرواہا اپنی بکریوں میں تھا کہ بھیرے نے حملہ کیا اور ان میں سے ایک بکری اس نے لی اور چرواہا نے اس کا پیچھا کیا یہاں تک کہ اس بکری کو اس سے چھڑوا لیا تو بھیرے نے اس سے کہا کہ درندہ والے دن اس کا کون محافظ ہو گا جس دن میرے سوا کوئی اس کا چرواہا نہ ہو گا تو لوگوں نے کہا "سبحان اللہ" پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر میں ایمان لاتا ہوں اور ابو بکرؓ و عمرؓ ایمان لاتے ہیں) حالانکہ ابو بکرؓ اور عمرؓ وہاں موجود نہ تھے۔

(بخاری شریف)

▲ حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا اس حال میں کہ میں سو رہا تھا لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے اور ان کے جسم پر گرتے تھے بعض کرتے تو پستان تک اور بعض اس سے نیچے اور عمرہ میرے سامنے پیش کیے گئے اور ان کے جسم پر ایک کڑتا تھا وہ اس کو کھینچتے ہوتے چلتے تھے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضور نے اس کی کیا تعبیر لی؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "دین"

(بخاری شریف)

▲ حضرت مسور بن مخرمہ کہتے ہیں کہ جب عمرہ زعمی ہوئے تو وہ رنجیدہ ہونے لگے ان سے ابن عباسؓ نے کہا (گویا ابن عباسؓ انہیں بے صبر خیال کرتے تھے) کہ اگر یہ بات ہوئی (اگر آپ کو موت آگئی تو کچھ غم نہیں) کیونکہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے اور ان کا حق صحبت اچھا ادا کیا ہے پھر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جدا ہوئے تو وہ آپ سے راضی تھے۔ پھر آپ نے ابو بکرؓ کی صحبت اٹھائی اور ان کا حق صحبت اچھا ادا کیا۔ اگر آپ ان سے جدا ہوں گے تو وہ آپ سے راضی ہوں گے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور ان کی رضامندی کا ذکر کیا، تو یہ صرف اللہ کا احسان ہے جو اس نے مجھ پر کیا مگر یہ بے مہربانی جو تم مجھ میں دیکھ رہے ہو یہ تمہاری وجہ اور تمہارے صحابہ کرامؓ کی وجہ سے ہے

جہاد کی ترغیب

بیعت خلافت کے بعد حضرت عمرؓ فاروقؓ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور جہاد کے لیے لوگوں کو ترغیب دی کیونکہ سرِ دست مسئلہ جو درپیش تھا وہ عراق کا تھا جہاں حضرت خالد بن ولیدؓ کے چلے آنے کے بعد حالات خراب ہو رہے تھے اور ایرانیوں کو معلوم ہو چکا تھا کہ اب حضرت خالدؓ بن ولید شام کی جنگوں میں مصروف ہو گئے ہیں۔ لہذا مسلمانوں کو آسانی سے اپنے ملک سے نکالا جاسکتا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کو حضرت صدیق اکبرؓ نے دنیا سے رخصت ہونے سے دو گھنٹے پہلے اس بات کی وصیت فرمائی تھی کہ حضرت مثنیٰ بن حارثہ کو ملک پہنچانے میں کسی قسم کا توقف نہ کیا جائے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا تھا کہ یرموک کی فتح کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ کے کسی لشکر کو واپس عراق بھیج دیا جائے کیونکہ عراق کا لشکر عراق کی جنگوں میں آزمودہ کار ہو چکا ہے وہ اس ملک کے فنون سپہ گری سے بخوبی واقف ہے۔

تین اہم احکام

بدین وجہ خلافت کا بار اٹھاتے ہوئے امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے جہاد کے بارے میں لوگوں کو دعوت دی۔ تین دن تک متواتر دعوت دیتے رہے لیکن مجمع پر گرہ ہی تو بند ہو گئی۔ کسی نے ملک عراق کی ہم پر جانے کے لیے دو روز تک اپنے آپ کو پیش نہ کیا۔ تیسرے روز حضرت ابو عبیدہ بن مسعود ثقفیؓ نے اپنے آپ کو عراق کی ہم پر جانے کے لیے پیش کر دیا۔ ان کے بعد حضرت سعد بن عبیدہ انصاری کھڑے ہو گئے پھر حضرت سلیمان بن قیس اور بہت سے لوگوں نے اس وقت عراق کی ہم پر جانے کے لیے اپنے نام لکھوا دیئے اور فوری طور پر ایک لشکر تیار ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے ابو عبیدہ بن مسعود ثقفیؓ کو ہی اس لشکر کا سپہ سالار بنا دیا اس لیے کہ انہوں نے اس ہم پر جانے کے لیے سبقت کی تھی۔ یہ لشکر حضرت ابو عبیدہ بن مسعود ثقفیؓ کی سپہ سالاری میں حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ کے ہمراہ عراق کی طرف روانہ کر دیا گیا۔

دوسرا اہم اور جرات مندانہ کام حضرت عمرؓ نے اپنی بصیرت کے ساتھ یہ کیا کہ یرموک کے محاذ پر حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات اور جانشینی کی اطلاع بذریعہ قاصد پہنچادی اور ساتھ ہی حکم بھیجا کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح حضرت خالد بن ولیدؓ سے سپہ سالاری کا چارج لے لیوں اور حضرت خالدؓ بطور نائب سپہ سالار ان کے ماتحت کام کریں۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو حکم دیا کہ یرموک کی فتح کے بعد حضرت خالدؓ کے عراقی لشکر کو بلا تاخیر واپس عراق بھیج دیا جائے۔

تیسرا اہم کام یہ تھا کہ حضرت علیؑ بن امیہ کو حکم بھیجا کہ وہ بخران کے عیسائیوں کو کہیں کہ وہ یمن چھوڑ کر عراق یا ملک شام میں چلے جائیں اور ملک عرب کو صرف مسلمانوں کے لیے رہنے دیں اور بخران کے عیسائیوں کو یہ یقین دلا دیں کہ ان کے ترک وطن کرنے پر انہیں کسی قسم کی کوئی پریشانی نہ ہوگی۔

یہ ہر سہ اہم کام جو حضرت عمر فاروقؓ نے خلافت سنبھالتے ہی کیے ہیں وہ قدرے تشریح طلب ضرور ہیں.....

پہلا کام حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ کے ہمراہ ایک لشکر عراق کی طرف روانہ کرنا تھا تاکہ مقبوضہ علاقہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نہ نکل جائے۔

بیعتِ خلافت کے بعد حضرت امیر المومنینؓ نے خطبہ جہاد ارشاد فرمایا اور عراق کی مہم کے لیے لوگوں کو رغبت دلائی۔ وہ دور وازمک جہاد کی ترغیب دلاتے رہے لیکن کسی ایک نے بھی لبیک نہ کہی۔ تیسرے روز ایک ثقفی سردار حضرت ابو عبیدہؓ بن مسعود نے اپنے آپ کو اس مہم کے لیے پیش کیا۔ اس کے بعد دوسرے سرداروں نے بھی اپنے اپنے نام لکھا دیئے۔ اس طرح تین روز کے بعد لشکر تیار ہوا، جس کو حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ کے ہمراہ حضرت ابو عبیدہ بن مسعود ثقفیؓ کی سپہ سالاری میں عراق کی طرف روانہ کر دیا گیا۔

ایک شبہ کا ازالہ

دو دن تک صحابہ کرامؓ کا خاموش رہنا اور کسی ایک کا بھی امیر المومنینؓ کی دعوت کا جواب نہ دینا ایک عام شخص کو سوچنے پر مجبور کر رہا ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ جو صدیق اکبرؓ کی پہلی آواز پر لبیک کہہ اٹھتے تھے اور ایک جان ہو کر ہر مشکل کا مقابلہ کرنے کے لیے میدانِ عمل میں نکل آتے تھے آج حضرت عمرؓ کا خطبہ جہاد سن کر کیوں خاموش ہو گئے؟ اور امیر المومنینؓ کی سہ روزہ مہم کو کوشش کے بعد دعوت کا جواب تاخیر سے کیوں دے رہے ہیں...؟ ذرا غور کیا جائے تو اس میں زیادہ سوچ بچد کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کے شروعِ خلافت میں ہی مصیبت کے پہاڑ صحابہ کرامؓ کے سر پر اُگرے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے رخصت ہوتے ہی فتنہ ان کے گھروں میں گھس آیا۔ اس لیے صحابہؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ رسول کی آواز پر نوا کھڑے ہو کر تمام مصائب پر قابو پا جانا ضروری ہو گیا تھا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی دعوتِ جہاد داخلی معاملات کے لیے نہیں بلکہ خارجی معاملات کے لیے تھی جب اپنے گھر میں آگ لگ جائے تو پانی بجھانے کے لیے معاوضہ ملے نہیں کیا جاتا۔

جب معاملہ ذرا دور کا ہو تو سوچ بچار کے بعد قدم اٹھایا جاتا ہے

یک نخت آگ میں کر دینے سے احتراز کیا جاتا ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں داخلی معاملات بچیدگی اختیار کر رہے تھے۔ اگر تھوڑی دہشتی کی جاتی تو تمام جزیرۃ العرب ان بچیدگیوں میں الجھ کر رہ جلتا۔ اس لیے تمام صحابہ کرامؓ نے اس فتنہ ارتداد کو فرد کرنے میں بلا پس و پیش حضرت صدیق اکبرؓ کی دعوت جہاد پر لبیک کہی۔ طریق کار میں البتہ تھوڑی بہت لے دے ہوتی لیکن عزم صدیقیؓ نے اس پر بھی فوراً قابو پایا۔

امیر المومنین حضرت عمرؓ کی دعوت جہاد

پر جواب میں تاخیر کی وجہ

امیر المومنین حضرت عمرؓ کی دعوت جہاد کا معاملہ گھر کا نہیں بلکہ باہر کا تھا اپنے ملک کا نہیں بلکہ عراق کا تھا۔ اپنے گھر کی حفاظت اور مدافعت میں ہر شخص فوری طور پر اٹھ کھڑا ہوتا ہے خواہ مسلح ہو یا نہ ہو لیکن جہاں ہزاروں میل پہنچ کر امداد دینے کا یا کمک پہنچانے کا خیال ہو وہاں اپنے آپ کو اس سفر کے لیے تیار کرنا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امیر المومنینؓ کو انکی دعوت کا جواب سامعین سے تیسرے دن کے بعد ملتا ہے تاکہ تعمیل حکم کے لیے اپنے اندر صلاحیت پیدا کر لی جائے اور اپنے ظرف و استعداد کو بھی دیکھ لیا جائے۔ یہ جذباتی اور وقتی بات نہیں ہے کہ بغیر سوچے سمجھے ہاں کر دی جائے باقی اس بارے میں یہ خیال آرائی کرنا کہ چونکہ لوگ امیر المومنینؓ کی خلافت کو دل سے نہیں چاہتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کی دعوت پر فوراً لبیک نہیں کہی گئی۔ محض خیال آرائی ہے۔

حضرت ابو عبیدہ بن مسعود ثقفیؓ نے جب پورے غزور و غموض کے بعد اپنے آپ کو اس کا اہل سمجھ لیا کہ عراق کی مہم کو سر کیا جاسکتا ہے اس وقت اپنے آپ کو پیش کیا۔ پھر ان کی تقلید میں دوسرے سرداروں نے بھی اس جہاد میں شریک ہونے کی رضا مندی ظاہر کر دی۔ چنانچہ ایک لشکر تیار ہو کر حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ کے ہمراہ عراق کی جانب روانہ ہو گیا۔ حضرت امیر المومنینؓ نے سبقت کرنے والوں کی عزت افزائی فرمائی اور ابو عبیدہ بن مسعود ثقفیؓ کو ہی عراق کا سپہ سالار اعظم بنا دیا اور حضرت مثنیٰ بن حارثہ کو ان کے ماتحت کر دیا۔

حضرت خالد بن ولید کی تنزلی کی وجہ

دوسرا اہم کام..... امیر المومنین حضرت عمرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ..... پہ سالار اعظم کو نائب سپہ سالار بنا دیا اور یہ تنزلی کا حکم اس وقت پہنچتا ہے جبکہ فوجیں محاذ جنگ میں گھڑی لڑ رہی ہیں اور حضرت خالد بن ولیدؓ سپہ سالاری کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ امیر المومنین کا قاصد حضرت خالد بن ولیدؓ کی تنزلی کا حکم لیے میدان جنگ میں پہنچ جاتا ہے اور حکم نامہ تعمیل کی غرض سے حضرت خالد کو اسی وقت دے دیا جاتا ہے۔ حضرت خالدؓ نے حکم نامہ پڑھ کر حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کو پیش کر دیا اور کہنے لگے کہ اب آپ سپہ سالاری کی کمان سنبھال لیں۔ حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح نے اس گھڑی کمان انہیں کے پاس رہنے دی تاکہ میدان جنگ میں کسی قسم کی تبدیلی کا علم نہ ہو۔

مخالفین اسلام نے حضرت خالدؓ کی اس تنزلی کو بہت کچھ ہوا دے رکھی ہے اور وہ کسی ذاتی عناد کا شاخہ نہ (نعوذ باللہ) بتا کر امیر المومنینؓ کے کردار کو داغدار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ اور سپہ سالار اعظم حضرت خالد بن ولیدؓ ہر دو کے کردار بطور اصحاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے سامنے نکمہ کر رہے ہیں۔

کفار کے دلوں میں

حضرت خالد بن ولیدؓ کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو "سَيْفٌ مِّنْ سَيُوفِ اللّٰهِ" (اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار) فرمایا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی اس تلوار نے اپنے جوہر دکھلائے اور حضرت صدیق اکبرؓ نے اس سَيْفِ اللّٰهِ کی تابانی سے اپنے دہرِ خلافت میں ہر جگہ کام لیا ہے.....

ایرانیوں میں حضرت خالد بن ولیدؓ کی آمد سے تسک پڑ جاتا تھا اور بہت سے محاذ جنگ سے تو ایرانی صرف اس لیے بھاگ جاتے تھے کہ حضرت خالدؓ سپہ سالاری کر رہے ہیں اور بیسیوں موقعہ پر دعوت مبارزت میں دیو پیکر اور پیل تن جو انمردوں کو آن واحد میں حضرت خالدؓ ختم کر کے رکھ دیتے ہیں۔ یہ دھاک ان مشرکین کے دلوں میں اس قدر بیٹھی ہوئی تھی کہ بہمن جا دو یہ ایک ایرانی بہادر سپہ سالار نے محرم ۳ھ میں

(جبکہ حضرت خالدؓ ملک شام کے محاذ جنگ میں پہنچ چکے تھے) دوبارہ اپنی بچی کھچی فوج کو اکٹھا کر کے مسلمانوں کو اپنے ملک سے باہر نکلانے کے منصوبے بنانے شروع کیے اور اپنی فوج کے دل بڑھانے کے لیے کہنے لگا کہ اب خالدؓ پہ سالار نہیں ہے ، لہذا مسلمانوں کو آسانی سے شکست دی جاسکتی ہے۔ چنانچہ اسی خیال کو لے کر حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس ان کے وصال سے چند گھنٹے پہلے مدینہ منورہ آئے تھے کہ ایرانی اب پھر بڑی طاقت جمع کر رہے ہیں اور حضرت خالد بن ولیدؓ کی عدم موجودگی کو غنیمت سمجھ رہے ہیں حضرت مثنیٰؓ نے یہ بھی خلیفہ رسول کو بتایا کہ اگرچہ حضرت خالدؓ کی غیر حاضری میں بابل کے مقام پر بہمن جادویہ کے اس لشکر کو شکست بھی دی جا چکی ہے تاہم ایرانی باقاعدہ لام بندی کر رہے ہیں۔ اندریں حالات حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنی آخری وصیت میں حضرت عمرؓ کو فرمایا کہ مثنیٰ بن حارثہؓ کو بھی فوری طور پر کمک پہنچائی جائے اور یرموک کی فتح کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ کے لشکر کو واپس عراق بھیج دیا جائے کیونکہ وہ عراق کی جنگوں میں آزمودہ کار ہو چکے ہیں۔

حضرت خالدؓ کا تنزل کر کے حضرت عمرؓ نے یہ بات

ثابت کر دی کہ فتح اور عزت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے مشاہیر پرستی کے اس خیال کی تردید عملی طور پر اس طرح کر دکھائی کہ بلا توقف یہ حکم بھیجا کہ حضرت خالدؓ کو پہ سالاری سے ہٹا کر نائب پہ سالار کر دیا جاتا ہے تاکہ اسلامی فتوحات کے بارے میں جو خیال پیدا ہو رہا ہے وہ غلط ثابت ہو کیونکہ کسی فرد واحد کی ذات کو محور و شرف سمجھ لینا اسلام کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ عزت اور ذلت اس قادر مطلق ہی کے ہاتھ میں ہے۔

(i) ان حالات کے تحت حضرت عمرؓ فاروق نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو تنزل کر کے طلت اسلام پر ایک بہت بڑا احسان کیا ہے تاکہ دنیائے عالم کو عملی طور پر بتایا جائے کہ فتوحات محض خالد بن ولیدؓ کی وجہ سے نہیں بلکہ اسلام پر پورے طور پر کار بند رہنے سے ہے۔ مشاہیر پرستی کے اس بڑھتے ہوئے بد نما تخیل کو دور کرنے کے لیے حضرت عمر فاروقؓ نے ثابت کر دکھایا ہے کہ اگر فتوحات کے سلسلہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ ایسے بے بدل پہ سالار کو ہٹا بھی دیا جائے تو بھی اسلامی فتوحات کسی طور رک نہیں سکتیں۔

(ii) یوں تو امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ حضرت خالد بن ولیدؓ کی فوجی مہارت اور ان کی بہادری کے بے انتہا قائل تھے لیکن بعض معاملات میں ان کی عدم احتیاط اور ان کے تموارانہ کارناموں سے شاکہ ضرور تھے۔ فاروق اعظم اسلام کی صحیح اور سچی تعلیم کے تحت عدل و انصاف کو عملی طور پر قائم رکھنا چاہتے تھے اور وہ اسی وقت اس بات میں کامیاب ہو سکتے تھے جبکہ ان کے پہ سالار ملک گیری کے ساتھ ساتھ ملک

داری کے اصول کو بھی اپنا رہے ہوں۔

حضرت خالد بن ولید جہاں صرف ساٹھ جانبازدوں کے ساتھ ساٹھ ہزار کے لشکر کو سرسیمہ کر رہے ہیں وہاں عدل و انصاف اس بات کا متقاضی ہے کہ یہ تہوارانہ روش ہر مقام اور ہر محاذ پر جہاں جو حکم کا کام ضرور ہے۔ اسلام دنیا میں صرف ملک گیری کے لیے نہیں آیا بلکہ ملک داری تو اس کا پہلا اصول ہے۔

مسلمانوں کا کام دعوت حق کا پہنچانا ہے

اور حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے نام لیواؤں کا کام تو صرف دنیا کے گوشہ گوشہ میں دعوت حق کا پہنچانا ہے۔ ایسے اہم کام کو سرانجام دینے کے لیے کچھ موانعات درپیش آتے رہتے ہیں۔ ان کو راستہ سے ہٹانے کے لیے مسلمانوں کی تلوار باہر مجبوری میان سے باہر آتی ہے۔ اس لیے ہر محاذ پر پہنچنے سے پہلے مسلمان سپہ سالار اپنے مد مقابل کو دعوت اسلام پیش کرتا ہے۔ اگر دشمن اس دعوت کو قبول نہیں کرتا تو مسلمان سپہ سالار امن و امان کی زندگی گزارنے کے لیے "ذمی" ٹھہرنے کی تجویز ان کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ اگر ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی تسلیم نہ کی جائے تو مجبوراً سپہ سالار کی تلوار میدان سے باہر آتی ہے تاکہ دشمن کی طاقت جو اسلام کے راستہ میں سبڑا بن رہی ہے اس کو ہٹا کر دنیا میں امن و امان قائم کر دیا جائے۔ یہ بھی اس لیے کہ خاتم النبیین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام رسالت صرف "وادیٰ غیر ذریٰ زریح" کے لیے نہیں تھا اور نہ ہی رحمت للعالمین کا وجود گرامی صرف عرب کے لوگوں کے لیے تھا بلکہ ان کا پیغام رسالت قیامت تک کے لیے ہر فرد کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ دنیا کے انسانوں کو پیغام پہنچا دو۔ **يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا** اسے دنیا کے باسیو! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں) اس پیغام کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغی مراسلات کی صورت میں دنیائے عالم کے حکمرانوں بادشاہوں اور سرداروں کو قاصدوں کے ذریعہ پہنچایا تھا۔ تمام بادشاہوں نے نامہ مبارک کی تعظیم و تکریم کی لیکن خسرو پردیز شاہ ایران نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کو پھاڑ دیا اور قاصد کے ساتھ بہت سخت گستاخی سے پیش آیا۔ اسی طرح شرجیل بن عمرو غسانی بصرہ کے عیسائی حکمران نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حضرت عارث بن عمرو کو قتل کر دیا تھا۔ جنگ موتہ، غزوہ تبوک اور حضرت اسامہؓ کے لشکر کی پیشقدمی اس شرجیل غسانی کی سرکوبی کے لیے ہوتی تھی۔ جس کو قیصر روم پوری پوری امداد دے رہا تھا۔

مے جہاں کوئی کعبیتی نہ ہوتی ہو (مکرّمہ)

مے اے لوگو! تم سب کی طرف میں رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

ان ہر دو واقعات کی بنا پر حضرت صدیق اکبرؓ کے دورِ خلافت میں جنگ کے محاذات عراق اور شام کی حدود میں کھل گئے تھے جو بڑھتے بڑھتے حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں قیصر و کسریٰ کے ملکوں میں پھیلتے ہی چلے گئے۔

اسلام ملک گیری کے لیے

نہیں بلکہ ملک داری کے لیے آیا ہے

اسلام کا منشا تبلیغ اور محض تبلیغ ہے۔ البتہ اگر اس تبلیغ کے معاملہ میں شاہان وقت رکاوٹ پیدا کریں تو ان کو ذمہ ہو کر رہنے کی تجویز پیش کر دی جاتی ہے اگر ان دونوں باتوں میں سے کوئی ایک بھی قابل قبول نہ سمجھی جائے اور دشمن تبلیغ کے معاملہ میں رکاوٹ ہی پیدا کریں تو مجبوراً جنگ لڑنا پڑتی ہے۔ پھر اس ملک گیری کے بعد بھی ملک داری ہی اسلام کے پیش نظر رہی ہے چونکہ حضرت خالد بن ولید کی شمشیر خارا شکافت کے جوہر عراق و شام کے جنگی محاذات میں دشمنوں نے اچھی طرح دیکھ پائے تھے۔ اب ان علاقہ جات میں ملک داری کی ضرورت تھی اس لیے امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت خالد بن ولید سیف اللہ کو نائب سپہ سالار کر دیا اور ان کی بجائے امین الملت ابو عبیدہ بن الجراح کو سپہ سالار اعظم بنا دیا تاکہ حضرت خالد سیف اللہ ان کے حکم کے تحت ہو کر کام کیا کریں۔

امیر المومنینؓ نے یہ بہت بڑا جرات مندانہ قدم اٹھایا کہ عین لڑائی میں حضرت خالدؓ کی تنزلی کے احکامات صادر فرمائے ہیں اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ خالد بن ولید کے کئی لشکر کو کسی اور کی سپہ سالاری میں واپس عراق بھیجا جائے۔

فوج اپنے محبوب اور بہادر سپہ سالار پر جان قربان

کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتی ہے

ویسے تو یہ جزدی احکام بھی کم خطرناک نہیں ہیں کہ حضرت خالد بن ولید کا لشکر کسی اور کی سپہ سالاری میں عراق بھیجا جائے اس لیے کہ فوج اپنے محبوب اور بہادر سپہ سالار کے ساتھ مانوس ہی نہیں ہوتی بلکہ اس پر جان قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتی ہے۔ بعض جاں نثار افراد لشکر میں ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو

سپہ سالار اگر ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر سمندر میں بھی پھینک دے تب بھی وہ اُفت نہیں کریں گے۔ اور اگر سپہ سالار پر کوئی آپہنچ آجائے تو ہر ایسا سپاہی بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکرانے میں جھجک محسوس نہیں کرے گا۔

لیکن ایسے ڈسپن کو کیا کہیں گے کہ نہ تو سپہ سالار نے تیسری حکم میں سرتابی کی اور نہ ہی ان کے کسی فوجی نے اس بار سے میں اُفت تک کی بلکہ پوری اطاعت اور فرمانبرداری سے ہر فریق نے یوں سمجھا کہ میرا کام اطاعت امیر المؤمنین ہے اور بس چنانچہ حضرت خالد بن ولید کی لکھی فوج جو عراق سے آکر یرموک کے محاذ جنگ میں لڑ رہی تھی اس کو یرموک کی فتح کے فوراً بعد حضرت ہاشم بن عتبہ کی سپہ سالاری میں واپس عراق بھیج دیا گیا۔

حضرت خالد بن ولید کی حقیقی عظمت

پھر اس سپہ سالار کی عظمت کا بھی اندازہ کیجئے جس کے بہادرانہ کارناموں نے روم و ایران کے مہلات میں تھر تھر اہٹ پیدا کر دی ہو۔ جس نے اسلام کو سر بلند کر دکھایا ہو، جس کی شجاعت اور جرات نے سید کذاب اور دیگر متنبیان کے مسغور لوں کو خاک میں ملا دیا ہو، جس کو سیف اللہ کا لقب... بارگاہ رسالت سے ملا ہو اور جو یرموک کے میدان جنگ میں سپہ سالار کے فرائض ادا کر رہا ہو اور تیروں کی بوچھاڑ میں اپنی تنزلی کے احکام پڑھ کر سر تسلیم خم کر دے اور کسی ہمدرد کے پرچھنے پر مردانہ وار لڑتے ہوئے جواب دے کہ میں عمر بنی کی خاطر نہیں لڑ رہا بلکہ اسلام کی خاطر لڑ رہا ہوں۔

کیا دنیا کی تاریخ میں ایسے سپہ سالار کی مثل ڈھونڈنے سے ملتی ہے؟ اس سے زیادہ امیر المؤمنین کے احکام میں اور کیا اہمیت ہو سکتی ہے کہ بیعت خلافت لینے کے بعد ہی محاذ جنگ میں حکم بھیجا جاتا ہے کہ خالد بن ولید کو تنزل کیا جاتا ہے اور اس کے لشکر کو واپس عراق بھیجا جاتا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ ایسے نازک حالات میں محاذ جنگ میں کیا بیعت کی اور محاذ جنگ بھی وہ ہے جس میں صرف پتیس، چالیس ہزار سپہ دشمن کی دو لاکھ سے مہجاذ فوج سے ٹکرے رہی ہے اور پھر محاذ جنگ بھی دشمن کا اپنا ہی ملک ہے۔

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ

أُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ كَمَا جَاءَتْ

آخر ان تمام شخصیتوں کے کردار میں 'أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ' کے صاف اور

دُھلے ہوئے جذبہ کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟؟؟.....

کیا فاروق اعظمؓ کی شخصیت "تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" کی سراپا تغیراً خالد سیف اللہ کے جذبہ جہاد اور تسلیم و رضا کی شان، اور سپہ عراق کی: "أُولَئِكَ الْأُمَرَاءُ مِنْكُمْ" کے تحت صحیح اطاعت گواہی کے لطیف اور پُرکِیف نظارے آنے والی نسلوں کے لیے اسوہ حسنہ پیش نہیں کریں گے؟؟؟.....

کیا صحابہ کرامؓ کے یہ روشن پہلو رہتی دنیا تک اپنی جھلملاہٹ سے مابعد کے لوگوں کے دلوں سے بغض و عناد کی تاریکیاں دور نہ کرتے رہیں گے؟

امیر المومنینؓ کا تیسرا اہم کام ہجران کے عیسائیوں کو مین سے ترک سکونت کرنے کا حکم تھا..... ہجران کے عیسائی روم اور ایران کی حکومتوں سے مسلمان کے خلاف ہمیشہ ساز باز کرتے رہتے تھے اور ان حکومتوں کو مسلمانوں کے خلاف اکساتے رہتے تھے۔ اب عراق اور شام فتح ہونے کے بعد ان کی پوزیشن زیادہ مخدوش اس لیے ہو گئی تھی کہ یہ رومیوں کے بقاعدہ جاسوس بن چکے تھے اور رومی ان کی وجہ سے مسلمانوں کے خلاف ہر وقت محاذ جنگ قائم رکھتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا سے رخصت ہونے سے پہلے یہ وصیت فرمائی تھی کہ جزیرۃ العرب سے یہود اور نصاریٰ کو نکال دیا جائے اور عرب میں کوئی غیر مسلم رہائش پذیر نہ ہو۔

مدینہ منورہ کے بقیہ یہودی ملک شام

اور عراق میں سکونت پذیر ہو گئے تھے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ کے یہودی مدینہ کے منافقین سے مل کر ہمیشہ سازش کرتے رہتے تھے۔ اگرچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت فرما ہوتے ہی یہودیوں کے تینوں قبیلوں بنو قینقاع، بنو حنیفہ اور بنو قریظہ سے باہم سلامت رومی کا عہد نامہ کر لیا تھا لیکن وہ یہودی اس عہد نامہ پر کار بند نہ رہے تھے اور آئے دن کی سازشوں کی وجہ سے بالآخر وہ خیبر، فدک وغیرہ جگہوں میں منتقل ہوتے گئے۔ فتح خیبر کے بعد کچھ یہودی مسلمان ہو گئے تھے۔ بقیہ یہودی ترک سکونت کر کے ادھر ادھر پھیل گئے تھے بعد ازاں حضرت عمر فاروقؓ کے اس حکم کے تحت یہ تمام یہودی ملک شام اور عراق میں آباد ہو گئے تھے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کو اپنے مختصر سے دورِ خلافت میں اتنی مہلت ہی نہ ملی کہ یہود اور نصاریٰ کو نکال کر انہیں دوسرے علاقہ میں آباد کریں۔

سجرائن کے عیسائی

اب چونکہ مسلمانوں کا قبضہ شام اور عراق کے ملکوں پر ہو گیا تھا اس لیے ملک داری کے تحت امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق نے حضرت یحییٰ بن امیہ کو بھیجا کہ میں جا کر سجرائن کے عیسائیوں کو کہہ دو کہ وہ شام اور عراق کے ملکوں میں جا کر آباد ہو جاویں اور جزیرہ العرب کو خالی کر دیں، اس سلسلہ میں ان کو کوئی پریشانی نہ ہوگی بلکہ وہ بڑی سہولت اور آرام سے اپنے نئے گھروں میں آباد ہو جاویں گے۔

عراق کے عیسائیوں کے لیے مراعات

چنانچہ یہ سرکلر جاری کیا گیا جس میں ذیل کی شرطیں درج تھیں :-

- عراق یا شام جہاں جا کر یہ لوگ آباد ہوں وہاں کے افسران کو کھیتی باڑی کرنے کے لیے زمین دیوں

- جب مسلمانوں کے پاس یہ فریاد لے کر جاویں تو وہ ان کی مدد کریں۔
- سجرائن کی زمینوں کے بدلہ میں انہیں معاوضہ دیا جائے۔
- دو سال تک کے لیے جزیرہ معاف کر دیا جائے۔

سجرائن کے عیسائی ہوں یا خیبر کے یہودی کوئی بھی ہوں وہ اسلام اور مسلمانوں کے سخت ترین دشمن تھے وہ روم اور ایران کی حکومتوں کے لیے جاسوسی کا کام کرتے تھے۔ اسی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کو جزیرہ العرب سے نکال دیا جائے تاکہ عرب خالص مسلمانوں کے لیے رہ جائے۔

اب ایسے سیبھی دشمنوں سے جو سلوک کیا جاتا ہے ان کو دیکھ کر کون ذی ہوش کہہ سکتا ہے کہ سجرائن کے عیسائیوں کے ساتھ ظلم کیا گیا ہے؟

سجرائن کے عیسائیوں کے لیے ایک متبادل نظام

شرائط کو ایک بار پھر غور سے پڑھیے :-

- (۱) حکومت کے ذمہ یہ کام سپرد کیا جاتا ہے کہ جو عیسائی عراق اور شام میں جا کر آباد ہوں حکومت ان کو کھیتی باڑی کے لیے زمین دے۔

(ii) امیر المومنین کی طرف سے ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ ان کی فریاد سنیں اور ان کی امداد کریں۔
 (iii) پھر ان ذمیوں کی زمین کا معاوضہ ادا کیا جائے گا۔ اس طرح ان ذمیوں کو ترکِ وطن نہیں کرنا پڑا بلکہ ان کو اکٹھا ایک ملک میں آباد کر دیا گیا تاکہ اپنے مذہبی اعتقادات کے مطابق اپنے اپنے رسم اور رواج کرتے رہیں۔

(iv) پھر ان تارکینِ وطن سے حکومت دو سال تک عائد کردہ ٹیکس وصول نہیں کرے گی یعنی (جزیہ) ٹیکس بالکل معاف کر دیا جائے گا۔

اب ہر شخص خود ہی اندازہ کر سکتا ہے کہ بخران کے عیسائیوں کے لیے یہ جلا وطنی زحمت ہے یا ان کے لیے یہ انتقال مکانی رحمت ہے جن کو اس قدر مراعات دی گئی ہیں۔ یہ تو ان سیاسی دشمنوں اور جاسوسوں کے لیے امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے ایک متبادل انتظام کیا تھا اور ان کو غیر ملکوں میں در بدر دھکے کھانے سے بچایا تھا۔ بخران کے عیسائیوں کے ساتھ ہی یہودیوں کو بھی عراق اور شام کے علاقہ جات میں آباد کرنے کا حکم دے دیا گیا۔

فَارُوقِيٌّ وَرَحْلًا مِّنْ فَتُوحَا

گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے کہ حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ کے ہمراہ حضرت ابو عبیدہ بن مسعود ثقفیؓ کی سپہ سالاری میں ایک لشکر عراق کی طرف روانہ کر دیا۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہ بہت جلد حیرہ پہنچ گئے لیکن حضرت ابو عبیدہ بن مسعود ثقفیؓ راستہ میں عرب قبائل سے مجاہدین کی ایک کثیر تعداد اپنے لشکر میں شامل کرتے ہوئے قریباً ایک ماہ بعد حیرہ پہنچے۔ اس عرصہ میں رستم ایرانی سردار نے سواد اور حیرہ کے سرداروں کو جمع کر کے ایک لشکر جرار حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ دوسری طرف شاہی خاندان کے ایک آزمودہ کار جرنیل زسی کو ایک زبردست فوج دے کر کسکر کی جانب روانہ کیا اور تیسری طرف سے ایک بڑا لشکر جرار جہان سپہ سالاری میں دریائے فرات کے نشیبی حصہ کی جانب بھیج دیا تاکہ ہر طرف سے مسلمان حملہ آوروں کا راستہ روک لیا جائے۔

نمارق کے فتح

حضرت ابو عبیدہ بن مسعود ثقفیؓ نے سپہ سالاری کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے حضرت مثنیٰ کو کچھ

فوج دے کر خفان کے مقام پر چھوڑا اور خود فوج کا دوسرا حصہ لے کر جابان کے مقابلہ کے لیے نمازق پہنچ گئے۔ ابو عبیدہؓ سپہ سالار بہت دلیری کے ساتھ فوج کے ایک دستہ کو لے کر ایرانی لشکر کے قلب میں جا گئے۔ دوسرے سرداروں نے بھی اپنے سپہ سالار کی پیروی کی۔ بہت کشت و خون کے بعد ایرانی فوج شکست کھا کر بھاگ کھڑی ہوئی اور اس کا سپہ سالار جابان کو ایک مسلمان بہادر مجاہد مطربن نضہ نے گرفتار کر لیا۔ مطربن نضہ سپہ سالار جابان کو نہ پہچانتے تھے۔ جابان نے بڑی ہوشیاری سے کہا کہ مجھ کو بڑھے کو گرفتار کر کے کیا لو گے؟ میں اپنے عوض تم کو دو اچھے غلام دے دیتا ہوں، مجھے آمان دے دی جاتے۔ مطربن نضہ اس پر راضی ہو گئے اور جابان کو رہا کر دیا۔

سپہ سالار اسلام مجاہد کی عطا کردہ آمان کو تسلیم کر لیتا ہے

جابان تھوڑی ہی دور گیا ہو گا کہ کسی اور مسلمان مجاہد نے اسے پہچان لیا وہ پکڑ کر اسے اپنے سپہ سالار ابو عبیدہؓ بن مسعود کے پاس لے گیا کہ یہ دشمن کی فوج کا سپہ سالار ہے اس کی گردن اڑادی جاتے۔ اس پر جابان نے کہا کہ مجھے آپ کے ایک فوجی نے آمان دے دی ہے اور آپ کے ہاں عہد شکنی نہیں ہے اس پر مطربن نضہ کو بلا یا گیا، انہوں نے کہا کہ میں نے آمان دے دی ہے چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ سپہ سالار نے مطربن نضہ کی عطا کردہ آمان کو تسلیم کرتے ہوئے جابان کو چھوڑ دیا اور وہاں سے جابان سیدھا کسکری سردار کے پاس پہنچ گیا۔

رستم مدائن میں بیٹھا ہوا تھا جب اس کو معلوم ہوا کہ جابان شکست کھا چکا ہے اس نے جالینوس سردار کی سرکردگی میں ایک جہاز شکر زری کی امداد کے لیے بھیجا۔ زری پہلے ہی تیس ہزار کا شکر لیے کسکریں اسلامی فوجوں کا منتظر تھا۔

کسکری فتح

حضرت ابو عبیدہؓ سپہ سالار نے زری کو کسکری لشکر پہنچنے سے پہلے ہی میدان کارزار گرم کر دیا بڑا گھمان کارن پڑا۔ حضرت مشنی اور دیگر سردار قلب، میمنہ، میسرہ پر خوب بہادری سے بڑھے تھے۔ اتنے میں حضرت ابو عبیدہؓ نے ایک لمبا چکر کاٹ کر عقب سے ایرانی فوج پر حملہ کیا۔ ایرانی فوج اس اچانک حملے سے گھبرا گئی۔ مسلمانوں نے بڑے زور شور سے حملہ کیا ایرانی فوج بھاگ کھڑی ہوئی کسکری پر قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد مبعائے والوں کا تعاقب کیا گیا۔ اس طرح اردگرد کا علاقہ بھی مسلمانوں کے

باقشیا کی فتح

جالینوس جو کئی فوج لے کر آیا تھا وہ باقشیا میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ پہ سالار نے اس پر حملہ کیا۔ جنگ کی حالت دیکھ کر وہ بھاگ کھڑا ہوا، نرسی پہلے ہی جان بچا کر بھاگا ہوا تھا۔ اس طرح باقشیا پر بھی آسانی سے قبضہ ہو گیا۔ جالینوس اور دیگر سردار بھاگ کر مدائن دار الخلافہ میں پہنچ گئے وہیں دستم نے اسلامی سپہ سالار کو روکنے کے لیے بہمن جادو یہ کو سپہ سالار مقرر کیا اور ایک لشکر جرار اس کے ہمراہ کر دیا اور دوسرے سرداروں کو علیحدہ علیحدہ لشکر دے کر بہمن جادو یہ کی ملک کے لیے بھیجا۔ اس دفعہ لشکر کے ساتھ جنگی ہاتھی شامل کر دیئے۔ اس بہت بڑے لشکر نے دریائے فرات کے کنارے پر پڑاؤ ڈال دیا، اور مسلمانوں کے لشکر کا انتظار کرنے لگا۔

دریائے فرات کے کنارے پر ایرانی فوج تھی اور دوسرے کنارے پر حضرت ابو عبیدہؓ یعنی اپنے لشکر کے ساتھ مقابلہ کے لیے تیار بیٹھے تھے۔ اس مقام پر دریا کا پل نہیں تھا۔ چنانچہ باہم مشورہ سے پل تیار کیا گیا بعد میں ایرانی سپہ سالار نے کہلا بھیجا کہ آپ دریا کو عبور کر کے آئیں گے یا ہم دریا کو عبور کر کے آئیں۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا کہ ہم دریا کو عبور کر کے آتے ہیں۔ اسلامی لشکر دریا کو عبور کر کے دوسری جانب پہنچا۔ تھوڑی دیر کے بعد لڑائی شروع ہو گئی۔ ایرانیوں نے سب سے آگے جنگی ہاتھیوں کی دیوار کھڑی کر دی۔ جس پر ایرانی تیر انداز بیٹھے تھے۔ عربوں نے جنگی ہاتھیوں کو اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ تیر اندازوں نے تیر برسانے شروع کر دیئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے حکم دیا کہ ان ہاتھیوں کی سونڈ اور پاؤں کاٹ دو۔ چنانچہ سپہ سالار نے نپیدل ہو کر تلوار سے ہاتھیوں کی سونڈوں پر حملہ کیا۔ سواروں اور تیر اندازوں کو چٹنے لگا کر قتل کرنا شروع کر دیا۔

ہاتھی بے قابو ہو کر ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ سپہ سالار نے قلب میں گھس کر حملہ شروع کر دیا۔ بہت ہی خونریز جنگ ہو رہی تھی۔ کشتوں کے پشے لگ رہے تھے۔ اتنے میں ایک سفید ہاتھی نے حضرت ابو عبیدہؓ پر حملہ کیا۔ آپ نے بڑی چابکدستی سے اس کی سونڈ پر بھر پور وار کیا۔ سونڈ کٹ کر علیحدہ جا گری۔ ہاتھی نے اس وحشت میں بڑھ کر حضرت ابو عبیدہؓ کو مار گرایا اور ان کی چھاتی پر پاؤں رکھ کر ان کو مسل دیا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت ابو عبیدہؓ کے بھائی نے علم سنبھالا وہ بھی شہید ہو گئے۔ اور اس کے بعد چھوٹے بھادران ہاتھیوں کے ریلے میں شہید ہو گئے۔ اسلامی لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ اتنے میں عبد اللہ بن

مرید ثقفی نے دریا کے پل کو توڑ دیا تاکہ بھاگنے کا خیال ہی پیدا نہ ہو۔ لیکن اسلامی لشکر دریا کے پار پہنچ کر اپنی جگہ لینا چاہتا تھا۔ اس طرح پیچھے ہٹنے میں کچھ مجاہد دریا میں ڈوب گئے اور کچھ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ آخر حضرت مثنیٰ اور ابو مخنف ثقفی اور دیگر سرداروں نے ایرانی ریلے کو جو انہری سے روکے رکھا اور کچھ لوگ از سر نو پل کو تیار کرنے لگ گئے۔ جب پل تیار ہو گیا تو بقیہ فوج کو پل پر سے گزارا اور سب کے بعد حضرت مثنیٰ اور دیگر سردار پل کو عبور کر کے دوسرے کنارے پہنچ گئے۔

اب ایرانیوں میں یہ حوصلہ ہی نہ رہا تھا کہ دریا کو عبور کر کے مسلمانوں کا تعاقب کرنے۔ تاہم اندازہ ہوا کہ اس جنگ میں مسلمانوں کو اور جنگوں کی نسبت جانی نقصان زیادہ ہوا یعنی نو ہزارہ میں سے چھ ہزارہ اور دیگر روایت کے مطابق چار ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ شہداء میں حضرت سلیمان بن قیس عقبہ، عبداللہ پسران قسطنطین بن قیس، ابو حذرہ رضی اللہ عنہم وغیرہ صحابہ شامل تھے۔ یوں تو ایرانی لشکر لاکھوں کی تعداد میں تھا اور اس کے مقابلہ میں اسلامی لشکر کی صرف نو ہزار کی تعداد کوئی حقیقت نہ رکھتی تھی لیکن مسلمانوں کی ہزیمت کی وجہ تعداد کی قلت و کثرت نہ تھی بلکہ اس کے وجوہ ذیل تھے۔

جنگ جس میں مسلمانوں کی شکست کے اسباب

- سپہ سالار کی جلد بازی کیونکہ وہ لشکر جہاد میں سرشار تھے۔
- پل کو عبور کر کے تھوڑے عرصہ میں از سر نو صف بندی کی گئی۔
- عربوں نے پہلی دفعہ جنگی ہاتھیوں کو میدان جنگ میں دیکھا تھا۔
- سپہ سالار کے جام شہادت نوش کرنے پر ایک سردار نے جوش میں آکر پل کو توڑ دیا تاکہ بھاگنے کا خیال ہی دل میں نہ آئے۔ اس ہزیمت اور بھگڑ کے بعد ناتب سپہ سالار اور بہادر سردار لشکر کے اکھڑے ہوئے پاؤں کو جمانے کے لیے دریا کے دوسری طرف محاذ جنگ قائم کرنا چاہتے تھے لیکن پل ٹوٹنے کی وجہ سے یہ تدبیر بھی کارگر ثابت نہ ہو سکی۔
- ناتب سپہ سالار نے آخر پل کی دوبارہ مرمت کروائی اور ایرانی ریلے کو بڑی بہادری سے روکے رکھا۔ اس طرح کچی کچی فوج کو دریا کے پار لے جانے میں کامیاب ہو گیا۔ ادھر دشمن کی لاکھوں فوج کو ہمت ہی نہ ہوتی کہ مسلمانوں کا تعاقب کر سکیں۔ ایرانی سپہ سالار نے یہی غنیمت سمجھا کہ مسلمانوں کو دریا کے دوسری طرف دھکیل دیا ہے۔ اس جنگ میں بے شمار ایرانی کام آئے اور سپہ سالار نے مسلمانوں کی اس ہزیمت کو غنیمت سمجھتے ہوئے دار الخلافہ مدائن کی طرف کوچ کیا۔

کی سرکردگی میں بہت تبدیلیاں کرنے لگے اور تمام فوج گرد و نواح کے قلعوں میں جمع کر دی اور عام لام بندی شروع ہو گئی۔ اس جوش و خروش کو دیکھ کر چھوٹے چھوٹے قلعے جو مسلمانوں نے فتح کیے تھے وہاں کے لوگ بھی باغی ہونے شروع ہو گئے۔ جب ان حالات کی اطلاع بارگاہِ خلافت میں پہنچی تو امیر المومنینؑ نے حضرت مثنیٰ کو حکم دیا کہ مصر اور بصرہ کے عرب قبائل کو فوج میں بھرتی کر لیں اور وہ علاقہ جات جو مخدوش سمجھے جلتے ہیں وہاں سے اپنی فوج کو ہٹالو اور پوری تیاری کر کے مزید احکام کے منتظر رہو۔

ایرانیوں کے مقابلہ کے لیے

عرب میں جہاد کا اعلان کر دیا گیا

ادھر امیر المومنین نے عرب جنگجو قبائل کو جہاد کے لیے جمع ہونے کا حکم دیا۔ جنگ بویب رمضان المبارک کے مہینے میں ہوتی تھی اس کی اطلاع ذیقعدہ میں مدینہ منورہ پہنچی۔ امیر المومنینؑ نے حج سے فارغ ہو کر جنگ کے لیے پوری تیاری شروع کر دی۔ اور اس دفعہ امیر المومنینؑ نے خود محاذ جنگ پر پہنچنے کا ارادہ کیا۔ لوگ بھی مدینہ منورہ میں جمع ہونے شروع ہو گئے۔ چنانچہ حضرت علیؑ کو اپنا قائم مقام بنا کر خود بطور سپہ سالار فوج کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ لیکن چشمہ مندر پتہ پہنچ کر رک گئے اور تمام فوج اور صاحبِ الرائے حضرت سے اپنے جانے کے بارہ میں مشورہ کیا۔ مجاہدین کی کثرت رائے یہ تھی کہ بطور مومنین میدان جنگ میں خود سپہ سالاری کے فرائض انجام دیں۔ لیکن حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ میں اس رائے کے خلاف ہوں اگر میدان جنگ میں سپہ سالار کو خدا نخواستہ ہزیمت ہو جائے تو خلافت سے فوراً انشقام ہو سکتا ہے لیکن اگر امیر المومنین بذاتِ خود میدان جنگ میں ہوں تو کئی لشکر کون روانہ کرے گا۔ حضرت علیؑ کو بھی مدینہ منورہ سے اس مشورہ کے لیے بلا لیا گیا۔ اجلہ صحابہؓ کی رائے اس معاملہ میں یہی تھی کہ امیر المومنین مدینہ منورہ میں ہی رہیں اور وہیں سے احکام روانہ کرتے رہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوا کہ سپہ سالار کس کو بنا کر بھیجا جائے۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور حضرت خالد بن ولید ملکِ شام میں رومیوں کے مقابلہ میں مصعب آلاہ ہیں اور وہ محاذ جنگ بھی بہت زبردست ہے۔ آخر حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ سپہ سالاری کے فرائض سرانجام دینے کے لیے میں ایک بہترین آدمی کا نام پیش کرتا ہوں چنانچہ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص کا نام بطور سپہ سالار پیش کیا۔ امیر المومنین اور دیگر صحابہؓ نے اس تجویز کو پسند فرمایا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور بڑے پائے کے صحابی ہیں۔ وہ اس وقت ہوازن

کے قبیلہ میں صدقات وصول کر رہے تھے ان کو فوراً بلا لیا گیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے اپنا کام کسی اور کے سپرد کیا اور بہت جلد امیر المومنینؑ کے پاس چشمہ ضرار میں پہنچ گئے ان کو سپہ سالار بنا دیا اور فوری طور پر چار ہزار سپاہ کا لشکر ان کے ساتھ کر دیا اور حکم دیا کہ حضرت مثنیٰؓ کی فوج سے جا ملو وہ ذی وقار کے گاؤں میں ان کا انتظار کر رہے ہیں۔ بعد میں امیر المومنینؑ نے مزید چار ہزار جانناز حضرت سعدؓ کی کمک کو روانہ کر دیئے۔ ادھر حضرت مثنیٰؓ حضرت سعدؓ کا انتظار کر رہے تھے ان کے پاس اس وقت آٹھ ہزار فوج تھی۔ جنگ جسر کے موقع پر حضرت مثنیٰؓ کو ایک کاری زخم آیا تھا جو بڑھتے بڑھتے آخر ان کی موت کا باعث ہوا۔ اس طرح اس نے سپہ سالار حضرت سعد بن ابی وقاص کے پہنچنے سے پہلے ہی حضرت مثنیٰؓ انتقال فرما چکے تھے۔

امیر المومنینؑ حضرت عمر فاروقؓ نے ایام جاہلیت میں تجارت کے سلسلہ میں ملک عراق کو اچھی طرح سے دیکھا ہوا تھا، اس کی چیمہ چیمہ زمین سے واقف تھے بدیں وجہ حضرت سعد بن ابی وقاص کو حکم دیا کہ وہ فوری طور پر ذی وقار میں پہنچ کر حضرت مثنیٰؓ کی آٹھ ہزار فوج کو لشکر میں شامل کر لیں۔ امیر المومنینؑ نے حضرت سعدؓ کو روانہ کرتے ہوئے راستہ کی بھی نشاندہی کر دی تھی۔ اس لیے ثعلبہ کے مقام پر بنی اسد کے تین ہزار جنگجو مجاہدین امیر المومنینؑ کے حکم سے حضرت سعدؓ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ اس طرح جب سپہ سالار سیرت میں پہنچے تو دو ہزار مجاہد سپہ سالار کے لشکر میں اور شامل ہو گئے۔ اسی جگہ حضرت مثنیٰؓ کا بھائی معنی بن حارثہ آٹھ ہزار فوج لے کر حضرت سعد بن ابی وقاص کی خدمت میں حاضر ہوا اور مزوری ہدایات جو حضرت مثنیٰؓ بن حارثہ نے مرتے وقت بطور وصیت فرمائی تھیں وہ سپہ سالار تک پہنچادیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص نے تمام فوج کا جائزہ لیا تو بیس تیس ہزار مجاہدین کی تعداد تھی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان میں ستر ہزار اور تین صد بیعت رضوان میں شامل ہونے والے صحابہؓ ہیں۔

امیر المومنین نے قادسیہ کے میدان میں

صف آرائی کرنے کا حکم دیا

ابھی سپہ سالار سیرت ہی میں تھے کہ امیر المومنینؑ کی طرف سے حکم پہنچا کہ قادسیہ میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالو اس طریق پر کہ ایران کی سرزمین تمہارے سامنے ہو اور پہاڑ تمہارے پیچھے ہو۔ نتیجائی نصیب ہوگی تو ملک فارس کی سرزمین کی طرف بڑھتے جاؤ اور اگر خدا نخواستہ معاملہ پیچھے ہٹنے کا ہوا تو خوب تیلری کر کے پھر دوبارہ حملہ آور ہو جاؤ اور ساتھ ہی حکم دیا کہ دربار ایران میں سفراء کو دعوتِ اسلام دے کر بھیجو تاکہ اتمامِ حجت ہو جائے اگر

اسلام قبول کر لیں، در نہ دعوت کے رد کرنے کی ذمہ داری انہیں پر عائد ہوگی۔

امیر المومنین کے حکم سے دربار ایران میں

سفر اور دعوتِ اسلام کی غرض سے بھیجے گئے

ایرانیوں نے پورے جوش و خروش سے تیاری شروع کر دی اور ساتھ ہی یزدجرد شاہ ایران نے رستم کو حکم دیا کہ وہ خود مقابلہ کے لیے جائے اور ان حملہ آوروں کو قادیسیہ کی زمین میں دفن کر دے۔ تاکہ آئے دن کا جھگڑا ہی ختم ہو جائے مگر رستم اس جنگ کو ماننا چاہتا تھا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص نے امیر المومنین کے حکم سے نہایت سلجھے ہوئے وجیہ اور خوش گفتار صحابہؓ کو سفیر بنا کر یزدجرد کے دربار میں دعوتِ اسلام کی غرض سے بھیجا وہ اس وقت اپنے دارالخلافہ (مدائن) میں تھا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص نے یزدجرد شاہ ایران کو اطلاع بھیجی کہ سفار کا ایک وفد اگلے روز تمہارے دربار میں پہنچے گا۔ شاہ ایران نے پورے تجمل شاہانہ کے ساتھ دربار کو سجانے کا حکم دیا۔

سفر اور جو دربار ایران میں بھیجے گئے

مندرجہ ذیل صحابہؓ مدائن میں یزدجرد کے دربار میں سفیر بنا کر بھیجے گئے۔

• مغیرہ بن شعبہ

• عامر بن عمر

• نعمان بن مقرن

• قیس بن زرارہ

• اشعث بن قیس

• عمرو بن معدیکرب

• معنی بن حارثہ

• عطار بن حاجب

• عدی بن سہل

• حنظلہ بن ربیع

• بشیر بن راہم

• فرات بن حبان رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین

یہ لوگ اپنی سادہ اور آزادانہ وضع سے جب ایرانی دربار میں داخل ہوئے تو تمام درباری حیران ہو گئے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو فتوحات حاصل کرتے کرتے ایران کے پایہ تخت تک پہنچ گئے ہیں۔

یزدجرد شاہ ایران نے مترجم کے ذریعے اس وفد سے کہا کہ تم وہ لوگ نہیں تھے جن کو کھانے پینے کی تمیز نہ تھی اور دنیا میں احمق اور ذلیل سمجھے جاتے تھے جب کبھی تمہارے ہاں گڑ بڑ پیدا ہوتی تو ہم اپنے گورنر یا اہلکار کے ذریعہ تمہیں درست کر دیا کرتے اب تمہیں اس قدر جرات کیوں ہو گئی ہے؟

اس پر حضرت نعمان بن مقرن نے کہا کہ ہم کفر اور شرک کو مٹانے کے لیے دنیا کے ہر گوشے میں پہنچ رہے ہیں اور سب کے سامنے اسلام پیش کرتے ہیں تاکہ دنیا میں امن و امان قائم ہو جائے۔ جو لوگ ہماری اس دعوت اسلام کو قبول کر لیتے ہیں وہ امن و امان سے ہمکنار ہو جاتے ہیں اور جو دعوت اسلام کو قبول نہیں کرتے وہ ہماری پناہ میں آ جاتے ہیں، ہم ان کی جان و مال کی حفاظت کے بدلہ میں جزیہ وصول کرتے ہیں۔ اور اگر ان دونوں باتوں کا انکار کر دیا جائے تو تلوار درمیان میں آتی ہے جو ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دیتی ہے۔

سفارت ناکام ثابت ہوتی

اتنی بات سن کر شاہ ایران آپے سے باہر ہو گیا اور کہنے لگا کہ اگر سفروں کا قتل جائز ہوتا تو تم میں سے کوئی بھی بیچ کر زندہ سلامت نہ جاتا۔ ہماری اب بھی تم پر یہ ہیر بانی ہے کہ تمہیں کچھ غلہ اور کپڑے وغیرہ مہیا کر دیں تاکہ یہ لے کر تم واپس اپنے ملک میں چلے جاؤ اور تم پر کوئی حاکم مقرر کر دیں گے جو تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرتا رہے۔ اس بات کو مترجم سے سن کر حضرت قیس بن زرارہ نے کہا اے بادشاہ! تمہارے سامنے جو لوگ کھڑے ہیں یہ شرفائے عرب میں سے ہیں یہ تمہیں جواب دینا نہیں چاہتے، میں ان کی طرف سے جواب دیتا ہوں، جو کچھ تم نے ہمارے بارے میں کہا ہے ہم اس سے بھی بہتر برے تھے ہر قسم کے عیوب اور نقائص ہم میں پائے جاتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہماری اور تمام جہان کی ہدایت کے لیے ایک نبی کو بھیجا ہے، ہم اسلام اور امن و امان کی دعوت کو ہر خطہ میں پہنچا رہے ہیں اس لیے تم یا تو اسلام قبول کر لو ورنہ جزیہ دینا قبول کر لو۔ تیسری صورت یہی ہے کہ تلوار ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کرے گی۔

مٹی سے بھری ہوئی ٹوکری امیر و فد نے

اپنے سر پر رکھ کر نیک تفاعل لیا

یہ سن کر بادشاہ آگ بگولا ہو گیا اور اس نے حکم دے دیا کہ ایک ٹوکری مٹی سے بھری ہوئی لاؤ اور جو ان کا سردار ہے اس کے سر پر رکھ دو اور ساتھ ہی کہا کہ عنقریب رستم تم سب کو قادیسہ کی خندق میں دفن کر دے گا۔ مٹی سے بھری ہوئی ٹوکری لائی گئی اور حضرت عامر بن عمر نے بڑھ کر اپنے سر پر اٹھالی کہ میں سردار ہوں۔ مٹی سے بھری ہوئی ٹوکری لے کر گھوڑوں پر سوار ہوئے اور اپنے سپہ سالار کے پاس خوشی خوشی واپس پہنچے اور کہنے لگے کہ فتح مبارک ہو! دشمن نے اپنے ملک کی مٹی از خود دے دی ہے اس تفاعل سے حضرت سعد بن ابی وقاص بھی بہت مسرور ہوئے۔

اس سفارت کے بعد شاہ ایران نے ساباط میں رستم کے پاس حکم بھیجا کہ فوراً جنگ چھیڑ دی جائے اور ساتھ ہی تازہ دم فوج اور بیج دی۔ چنانچہ رستم ساباط سے قادیسہ روانہ ہوا۔ یہ فاصلہ اگرچہ تیس چالیس کوس کا تھا لیکن رستم نے قادیسہ پہنچنے میں کئی مہینے لگا دیئے۔ رستم درحقیقت لڑنے سے گریز کر رہا تھا، قادیسہ پہنچ کر بھی اس نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو کہلا بھیجا کہ کسی آدمی کو ہمارے پاس بھیج دو تاکہ مصالحت کی صورت پیدا ہو جائے۔ چنانچہ حضرت سعد نے حضرت ربیع بن عامر کو سفیر بنا کر رستم کے دربار میں بھیجا۔ رستم نے بڑی شان و شوکت سے دربار سجایا ہوا تھا اور خود سونے کے تخت پر بیٹھا تھا۔ اردگرد قیمتی قالین بچھائے ہوئے تھے، حریر و دیبا کے پرے لٹکار کئے تھے۔

رستم کے دربار میں

حضرت ربیع بن عامر بطور سفیر گئے

حضرت ربیع بن عامر جس شان و استغناء سے رستم کے دربار میں گئے وہ بھی ایرانیوں کے لیے بہت تعجب و حیرت تھی۔ آپ گھوڑے سے نہیں اترے سیدھے تخت کے پاس جا کر گھوڑے کی باگ کو خیمہ کی ایک طناب سے اٹکا دیا پھر نیزے کی انی سے قالین و غیرہ کو چھیدتے ہوئے رستم کے برابر تخت پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ اس پر تمام درباری سٹپٹا گئے لیکن ربیع بن عامر فرمانے لگے کہ ہمارے عقیدہ کے خلاف ہے ایک

شخص خدا بن کر بیٹھا رہے اور باقی تمام لوگ غلاموں کی طرح اس کے سامنے کھڑے ہوں....

پھر تھوڑی دیر کے بعد حضرت ربیع بن عامر نموداری تخت سے اترے اور اپنے چہرے سے قالین کو چھید کر اس کا کچھ حصہ کاٹ دیا اور بیٹے سے جب زمین نکلی آئی تو اس زمین کے فرش پر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ ہمیں سونے چاندی کے تختوں پر بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہے اس سے تکبر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد حضرت ربیع بن عامر نے کہا کہ ہمارا مطالبہ صرف اتنا ہے کہ اسلام قبول کر لو یا جزیہ دے کر اپنے آپ کو محفوظ کر لو وگرنہ تلوار سے فیصلہ ہو جائے گا۔

رستم اور حضرت ربیع کی گفتگو

رستم نے حضرت ربیع بن عامر کی تلوار کے میان کو دیکھ کر کہا کہ تلوار کا یہ میان تو بہت پرانا ہے۔ حضرت ربیع نے تلوار میان سے باہر نکال کر کہا کہ کل ہی تو میں نے اس تلوار کو آب دی ہے اس کی کاٹ بہت اچھی ہے۔

پھر نیزے کی اتنی دیکھ کر رستم نے کہا کہ یہ اتنی میدان جنگ میں کیا کام آئے گی؟ حضرت ربیع بن عامر نے کہا کہ کیا نہیں دیکھتے کہ آگ کی چنگاری سب چیز کو بھسم کر دیتی ہے۔ یہ اتنی میدھی دشمن کے سینہ میں پیوست ہو جائے گی۔

رستم نے حضرت ربیع سے پوچھا کہ کیا تم سردار ہو؟

حضرت ربیع نے جواب دیا کہ میں تو ادنی سپاہی ہوں لیکن ہم میں ہر ایک با اختیار ہے وہ جو فیصلہ کر دیتا ہے تمام شکر اس پر کار بند ہو جاتا ہے۔

اس گفتگو کے بعد رستم نے انہیں رخصت کیا اور ساتھ ہی کہلا بھیجا کہ سپہ سالار کل پھر کسی آدمی کو بھیج دیں۔ ہم آپ کی باتوں پر غور کر لیں۔

حضرت حذیفہ بن محض کا سفیر بننا

دوسرے دن حضرت حذیفہ بن محض کو بھیجا گیا، وہ دربار میں گھوڑے سے نہیں اترے۔ رستم نے کہا کہ کیا بات ہے۔ آج آپ آئے کل واسے صاحب کہاں ہیں؟

حضرت حذیفہ بن محض نے کہا کہ ہمارا امیر ہم میں عدل کرتا ہے، آج میری باری آئی ہے۔ اس پر رستم نے کہا کہ معاملہ پر غور کرنے کی کتنی مہلت ہے؟ حضرت حذیفہ بن محض نے جواب دیا "صرف تین دن..."

..... یہ کہہ کر حضرت حذیفہؓ چلے آئے۔

تیسرے روز حضرت مغیرہ بن شعبہ کا سفیر بننا

تیسرے روز رستم نے پھر کسی سفیر کے لیے کہلا بھیجا۔ اس دفعہ حضرت مغیرہ بن شعبہ تشریف لے گئے۔ ان کو رستم نے پہلے لالچ دینے کی کوشش کی پھر دھمکا یا۔ اس پر حضرت مغیرہ بن شعبہ نے وہی تین باتیں دہرائیں! سلام یا جزیرہ یا لڑائی! "

اس بات سے رستم بہت زیادہ برا فرودختہ ہو گیا اور کہا کہ اب صلح نہیں کی جائے گی۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رستم کے دربار سے اٹھ کر اپنے کیمپ میں تشریف لے آئے۔

اس کے بعد رستم نے تمام صلح کی سجاوید ختم کر دیں اور لڑائی کی تیاری شروع کر دی۔ جہاں یہ دونوں لشکر ٹھہرے ہوئے تھے ان کے درمیان ایک دریا حائل تھا۔ رستم نے حضرت سعدؓ کو کہلا بھیجا کہ دریا کے اس پار آپ آئیں گے یا ہم آپ کی طرف آئیں۔ حضرت سعدؓ نے کہلا بھیجا کہ آپ ہی ادھر آجاویں۔ چنانچہ مکمل طور پر صلح اور آہن پوش لشکر دریا کو عبور کر کے صفوں درست کرنے لگا۔

جنگ قادسیہ کا پہلا روز

رستم نے میمنہ اور میسرہ کو آہن پوش فوجوں سے آراستہ کیا کچھ جنگی ہاتھی بھی بائیں بائیں پھیلا دیئے اور خود ایک جزار لشکر لے کر جنگی ہاتھیوں اور تیراندازوں کی جمعیت کے ساتھ قلب میں بیٹھ کر کمان کرنے لگا اس کے مقابلہ میں اسلامی فوج پچیس ہزار سے زائد نہ تھی۔

الحاق کی بات ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کو عرق النساء کی مرض تھی اور ٹانگ پر تاسور بھی ہو گیا تھا جس کی وجہ سے وہ گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتے تھے اپنی بجائے انہوں نے حضرت خالد بن عرفظہ کو اس روز سپہ سالار بنا دیا اور خود ایک چھوٹے سے ابرائی کرٹھے کی چھت پر بیٹھ کر مناسب ہدایات دینے لگے اور سب سے پہلے مبارزت کا طریق شروع ہوا۔

ایرانی فوج سے ہر مز ایک شہزادہ للکارتا ہوا نکلا جو صلح ہونے کے علاوہ سونے کا تاج بھی سر پر رکھے ہوئے تھا۔ اس کے مقابلہ میں غالب بن عبداللہ میدان میں اترے۔ انہوں نے جاتے ہی ایسی چابکدستی سے حملہ کیا کہ ہر مز کو زندہ گرفتار کر لائے اور اس کو حضرت سعدؓ سپہ سالار کے سپرد کر آئے۔

اس کے بعد دوسرا شہسوار ڈکارتا ہوا میدان میں اترلا۔ اس کے مقابلہ میں حضرت حاتم بن عمر آئے۔ دو

چار وار کے بعد وہ شہسوار گھوڑے کو دوڑاتا ہوا اپنے لشکر کی طرف جانے لگا۔ حضرت عاصم بن عمر نے اپنے گھوڑے کو اڑی دے کر سرپٹ کیا اور جاتے ہوئے شہسوار کو آگے سے روکنے کی بجائے شہسوار کے گھوڑے کی دم کو پکڑ کر بعد شہسوار گھوڑے کو گھسیٹ لیا اور شہسوار کو زندہ ہی گرفتار کر لائے۔

تیسرے ایرانی شہسوار کو بھی عمرو بن معدیکرب نے زندہ گرفتار کر لیا یہ دیکھ کر رستم زابلتانی نے جنگ مغلوبہ شروع کر دی اور ہاتھیوں کا ریلہ اسلامی فوج کی طرف اس زور سے آیا کہ فوج میں اتاری پھیل گئی۔ اس ریلہ کو حضرت سعد سپہ سالار کی ہدایت کے مطابق قبیلہ بنی اسد اور بنی کنده نے روکا۔ پھر ان پر یکدم حملہ کر دیا۔ جس سے ایرانیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اس وقت رستم نے تمام ایرانی فوج کو اسلامی فوج سے بھرا دیا۔ تیر اندازوں کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت نقصان ہوا کیونکہ وہ ہاتھیوں پر سوار تھے۔ آخر ان ہاتھیوں کی سونڈوں پر حملہ کیا گیا اور ہاتھی قدرے پیچھے ہٹے تو دست بہ دست لڑائی ہوئی۔ رات کی تاریکی نے دونوں فوجوں کو اپنے اپنے کیمپ میں پہنچا دیا۔

جنگ قادسیہ کا دوسرا روز

دوسرے روز حضرت سعد بن ابی وقاص نے شہداء کی لاشوں کو ایک جگہ دفن کیا، کم و بیش تعداد پانچ سو تھی۔ اتنے میں ہاشم بن عتبہ کی سرداری میں چھ ہزار مجاہدین یرموک سے واپس آگئے اور عین موقع پر جنگ میں شریک ہو گئے۔

قاریبن کرام کو یاد ہو گا کہ یہ وہ کئی لشکر تھا جو حضرت صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں ان کے حکم سے حضرت خالد بن ولیدؓ کے کرشمے گئے تھے اور وہ لشکر حضرت خالدؓ کی سرکردگی میں یرموک کی جنگ میں لڑتا رہا۔ پھر حضرت صدیق اکبرؓ کے وصال سے دو گھنٹے پہلے حضرت مثنیٰ بن حارثہ..... خلیفہ رسول سے ملے اور انہیں عراق کی حالت بیان کی۔ خلیفہ رسول نے بستر مرگ پر حضرت عمرؓ کو بلایا اور کہا کہ دارالخلافت سے بھی تازہ دم فوج مثنیٰ بن حارثہؓ کی امداد کے لیے بھیجی جائے اور یرموک کی فتح کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید کے عراقی لشکر کو واپس عراق بھیج دیا جائے کیونکہ یہ مجاہدین عراق کی جنگوں میں آزمودہ کار ہو چکے ہیں۔

اس خیال
مثنیٰ بن حارثہؓ
سے کہنے لگا

حضرت خالد بن ولید کا عراقی لشکر قادیسیہ کی

جنگ کے دوسرے روز میدان جنگ میں پہنچ گیا

چنانچہ حضرت عمرؓ نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالتے ہی حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو لکھا کہ عراقی لشکر کو فوراً واپس عراق بھیج دیں۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے امیر المومنین کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ہاشم بن عقبہ کی سرکردگی میں وہ لشکر واپس عراق بھیج دیا۔

حسن اتفاق سے وہ چھ ہزار کا لشکر قادیسیہ کی جنگ کے دوسرے روز سعد بن ابی وقاص کے پاس پہنچا۔ رسی علیک سلیک کے بعد یہ لشکر میدان جنگ میں پہنچ گیا۔ اس سے مسلمان مجاہدین کو تقویت ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی امداد کے لیے بروقت تازہ دم فوج بھیج دی ہے اور اس لشکر سے سپہ سالار نے دشمن کو مرغوب کرنے کے لیے اسے چھوٹے چھوٹے دستوں میں تقسیم کر دیا اور وہ دستے تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد نعرہ بکیر بلند کرتے ہوئے اسلامی فوج میں شریک ہوتے گئے۔ دشمن کو یہ معلوم ہونے لگا کہ مسلمانوں کے پاس دم بدم تازہ لگی فوجیں پہنچ رہی ہیں اس کے علاوہ پہلے روز کے تجربہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانوں نے اونٹوں کی گردنوں پر سیاہ مہول چڑھا دیئے جس سے وہ ایک طرح کے مصنوعی ہاتھی معلوم ہوتے تھے۔ ان مصنوعی ہاتھیوں نے بھی وہی کام کیا جو دشمن کے جنگی ہاتھیوں نے اسلامی فوج کے گھوڑوں کے ساتھ پہلے روز کیا تھا۔ ان مصنوعی ہاتھیوں کی شکل کو دیکھ کر دشمن کے گھوڑے بدکنے لگے۔

اسی روز ایرانی سردار بہمن جاویدہ مبارزت میں قنقاع بن عمرو معدیکرب کے ہاتھوں قتل ہوا اور بہت سے ایرانی سردار قتل ہوئے اور بہت سے زندہ گرفتار ہوئے۔

ابو محجن ثقفی کا واقعہ

اسی روز کا مشہور واقعہ ہے کہ ابو محجن ثقفی کو حضرت سعد بن ابی وقاص نے شراب پینے کے جرم میں اس خیال سے قید کر رکھا تھا کہ میدان جنگ سے فارغ ہو کر اس پر حد قائم کی جائے گی۔ حضرت ابو محجن ثقفی پابہ زنجیر تھے اور ان کی آنکھوں کے سامنے میدان حرب و ضرب گرم تھا۔ اس اثناء میں حضرت سعد بن ابی وقاص کی زوجہ محترمہ سلمیٰ ابو محجن کے پاس سے گزریں۔ انہیں دیکھ کر ابو محجن نہایت لجاجت سے کہنے لگا کہ مجھے چھوڑ دیا جائے، گھوڑا اور ہتھیار مجھے دے دیتے جاتیں تاکہ دشمن سے دودھ ہاتھ کر

دیکھوں اگر اس جنگ میں میں قتل ہو گیا تو سزا مجھے مل گئی اور اگر زندہ بچ رہا تو سب سے پہلے اگر بیڑیاں اپنے پاؤں میں پہن لوں گا۔ حضرت سلمیٰ نے ابو العجین کی درخواست کو منظور کر لیا۔ بیڑیاں اس کے پاؤں سے کھول دیں مگھوڑا اور ہتھیار اس کو دے دیئے۔ اس مرد مجاہد نے جانتے ہی اپنی تلوار کے جوہر دکھانے شروع کئے۔ حضرت سعدؓ خیال کر رہے تھے کہ لڑنے والا ابو العجین ہے لیکن ساتھ ہی سوچ رہے تھے کہ وہ تو بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہے۔ بہر حال لڑائی ختم ہوتے ہی ابو العجین نے اگر بیڑیاں پاؤں میں ڈال لیں اور اپنے آپ کو حسب سابق مقید کر لیا۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے اپنی بیوی سے یہ خیال ظاہر کیا کہ ابو العجین باوجود قید ہونے کے میدان جنگ میں کیسے پہنچ گیا۔ پہ سالار کی بیوی حضرت سلمیٰ نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو جب حقیقت حال معلوم ہوئی تو بہت زیادہ متاثر ہوئے، ابو العجین کے پاس تشریف لائے، اپنے ہاتھوں سے اس کی بیڑیاں کھول دیں اور فرمانے لگے کہ جو اسلام کی خاطر اس جذبہ ایمانی کا مظاہرہ کرے اور جان پر کھیل کر لڑے اس کو میں سزا نہیں دے سکتا، اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہوں۔ ابو العجین نے فوراً جواب دیا کہ میں عہد کرتا ہوں کہ آئندہ شراب کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔

کتنی کردار کی پختگی تھی؟

ایفائے عہد کا کتنا پاس تھا؟

اور کس قدر حمیت اسلامی کا جذبہ کار فرما تھا؟

جنگ کا تیسرا روز

اس روز بھی لڑائی رات تک جاری رہی۔ تیسرے روز علی البصر نماز سے فارغ ہو کر سپہ سالار نے شہداء کو دفن کیا جن کی تعداد ایک ہزار تھی۔ زخمیوں کو عورتوں کے سپرد کیا اس کے بعد میدان جنگ میں پہنچے۔

جنگ کے تیسرے روز نہایت زور و شور کارن بڑا۔ مسلمانوں نے ہاتھیوں پر بہت سخت حملہ کیا اور دشمن کے سفید ہاتھی کی سونڈ کاٹ دی۔ کونچیں کاٹ ڈالیں اور اسے زخمی کر دیا۔ اس طرح دوسرے ہاتھیوں پر بھی یکبارگی حملہ کر دیا۔ وہ اپنی فوج کو روندتے ہوئے بھاگے پھر جنگ بڑے زور و شور سے شروع ہوئی۔ شام کے وقت فوجیں تھوڑی دیر کے لیے میدان جنگ سے علیحدہ ہوئیں اور پھر کچھ عرصہ کے بعد میدان جنگ میں واپس آگئیں۔ رات کی تاریکی میں کچھ نظر نہیں آتا تھا البتہ تلواروں کی چمکنی زخموں کی چمک دیکھا اور تکبیر کے

نعرے سنائی دیتے تھے۔ تین چار گھنٹے کے بعد حضرت سعدؓ کو تعلق بن عمر و معدیکرب کی آواز سنائی دی جو کہ
رہتے کہ رستم کو زندہ گرفتار کر لو۔

قادسیہ کی فتح

حضرت سعدؓ جو دعائوں میں معروف تھے ان کو تعلق بن عمرؓ کے الفاظ سے بہت ڈھارس ہوئی
آخر اسلامی فوج اس کے تخت کے قریب پہنچ گئی، اور اس کو بھی تخت سے اتر کر لڑنا پڑا۔ وہ زخمی ہو کر بھاگنے
لگا کہ حضرت بلال بن علقمہؓ نے ایسا بھرپور وار کیا کہ جو کمر کو توڑ گیا اور وہ نہر میں گرنے لگا۔ حضرت بلال بن علقمہؓ
نے اس کی لاش کو نہر میں گرنے سے بچایا اور فوراً ابتداً واز سے پکارا کہ میں نے رستم کو قتل کر دیا ہے۔ یہ سنتے
ہی ایرانی بھاگنے لگے، کچھ دریا میں ڈوب گئے اور بے شمار مقتول ہوئے جالینوس سردار بھی ایک فوجی کے ہاتھوں
قتل ہوا۔ اس جنگ میں درفش کاویانی بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اس جنگ کے بعد حضرت سعدؓ بن ابی وقاص
نے شہداء کو دفن کیا۔ زخمیوں کو عورتوں کے سپرد کیا تاکہ مرہم پٹی کریں۔

امیر المومنین عوام میں سے ہیں

اس جنگ میں بے شمار مل غنیمت ہاتھ آیا، فتح کی خوشخبری لکھ کر ایک قاصد کو تیز رفتار اونٹنی پر
دار الخلافہ روانہ کیا۔ امیر المومنین کو اس محاذ جنگ کا بہت نگر تھا ہر صبح میلوں باہر چلے جاتے اور شام کو واپس
آتے۔ جس روز یہ اونٹنی سولہ تیز رفتاری کے ساتھ مدینہ کے قریب پہنچ رہا تھا تو امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ اس
کے ساتھ ہو لیے اور انہوں نے اس سے قادسیہ کی جنگ کا حلال دریافت کیا۔ وہ اونٹنی سوار کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ
نے مسلمانوں کو فتح عظیم دی ہے اور دشمنوں کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے۔ وہ قاصد بڑی خوشی سے
جنگ کے حالات سنا رہا تھا اور امیر المومنینؓ اونٹنی کے ساتھ ساتھ جا رہے تھے اور اس سے حالات سنتے جا رہے
تھے۔ جب شہر میں داخل ہوئے تو لوگ حضرت عمرؓ کو امیر المومنینؓ کہہ کر السلام علیک کہنے لگے تب اس اونٹنی سوار
کو معلوم ہوا کہ یہ امیر المومنینؓ ہیں عرض کرنے لگا کہ آپ مجھے پہلے ہی بتا دیتے کہ آپ امیر المومنینؓ ہیں تو میں سیدل
ہو جاتا۔ فرمانے لگے کہ نہیں تم اپنی بات کو جاری رکھو اور میرے بارے میں کچھ خیال نہ کرو حتیٰ کہ آپ مسجد نبوی
کے پاس پہنچ گئے، وہاں لوگ جمع ہو گئے تھے۔ امیر المومنینؓ نے انہیں خطاب کیا اور ایک پر اثر تقریر فرمائی پھر
اس قاصد کو بھی کہا کہ اپنی زبان سے لوگوں کو جنگ کے حالات سنا دو۔

یہ جنگ قادسیہ محرم ۱۱ھ میں ہوئی ہے۔ اس نے ایرانی طاقت کو خاک میں ملا دیا۔ حقیقت یہ ہے

کہ قادیسہ کی شکست کے بعد ایرانیوں کا زور بالکل ٹوٹ گیا تھا۔ بچے کچھے سپاہی وہاں سے بھاگ کر بابل پہنچ گئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص نے مناسب سمجھا کہ قرب و جوار کا علاقہ بھی فتح کر لیا جائے تاکہ دشمن لغات کرنے کے قابل نہ رہے اپنے اہل و عیال کو وہاں چھوڑ دیا اور خود بمعہ لشکر بابل پہنچ گئے۔ ایرانی سردار اور لشکر وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور کوٹی کے قلعہ میں قلعہ بند ہو گئے۔ اسلامی لشکر بھی ان کے تعاقب میں کوٹی پہنچ گیا۔

ایسا بتایا گیا کہ کوٹی کے قلعہ میں

نمرود نے حضرت ابراہیم کو قید کر رکھا تھا

کوٹی کے قلعہ کے بارے میں حضرت سعد بن ابی وقاص کو بتایا گیا کہ کوٹی کے قلعہ میں نمرود نے حضرت ابراہیم کو قید رکھا تھا، اسی نسبت کی وجہ سے یہ مقام دیکھنے کے قابل سمجھا گیا۔

حضرت زہرہ بن حیوۃ مقدمۃ الجیش تھے، ان کو وہاں پہنچتے ہی شہر یار سے مقابلہ کرنا پڑا۔ شہر یار کے بارے میں ایرانی سرداروں کا خیال تھا کہ وہ بہت بڑا جنگجو ہے، اس نے میدان جنگ میں آتے ہی بلدزت کے لیے لٹکارا اور ساتھ ہی کہا کہ جو تم میں سب سے زیادہ طاقتور ہے وہ میرے مقابلہ کے لیے آئے۔ حضرت زہرہ بن حیوۃ نے اس کی اس بات کو سن کر خود مقابلہ میں آنے کی بجائے ایک نہایت کمزور اور حقیر سے غلام نائل بن جعشم اعرج کو حکم دیا کہ وہ شہر یار سے مقابلہ کرے۔ حضرت زہرہ بن حیوۃ نے شہر یار کے غرور اور تکبر کو توڑنے کے لیے ایسا حکم دیا تھا۔

حضرت نائل فوراً میدان جنگ میں اتر آئے۔ شہر یار نے بہت حقیر سمجھ کر ان کو چت گرا دیا اور ان کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔ اتنے میں حضرت نائل نے نیچے سے شہر یار کے انگوٹھے کو ایسے زور سے کاٹ کھایا کہ وہ بے چین ہو گیا موتہ پاکر حضرت نائل نے نیچے سے اوپر آگئے اور شہر یار کی چھاتی پر بیٹھ کر فوراً اس کا سر قلم کر دیا۔ اپنے سردار کو مقتول دیکھ کر فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔ غنیمت کا مال مجاہدین میں تقسیم کیا گیا۔ اس طرح شہر یار کا اسلحہ اور سامان حضرت نائل کے حصہ میں آیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص نے حضرت نائل بن جعشم اعرج کو حکم دیا کہ شہر یار کا لباس تو پہن کر دکھادیں حضرت نائل نے حکم کی تعمیل کی..... حضرت نائل کو شہر یار کے لباس میں دیکھ کر صحابہ کرام کی آنکھوں کے سامنے خدا کی قدرت کے نظارے آگئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ غلام اسلام کی بدولت کسری کی

بہرہ شیر پر قبضہ

کوئی کے قلعہ میں وہ جگہ بھی دیکھی جہاں حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہم السلام کو نمودار نے قید کر رکھا تھا۔ بہر حال یہ تمام مقام جائے عبرت تھے وہاں سے لشکر بہرہ شیر پہنچا۔ بہرہ شیر ایک مقام تھا جہاں شاہ ایران اپنے مدائن کے دارالخلافہ سے آکر کبھی کبھی ٹھہر کرتا تھا۔ یہاں بھی محلات تیار کر رکھے تھے، اس کے عین مقابل مدائن دارالخلافہ تھا اور درمیان میں دریا بہتا تھا۔ بہرہ شیر پر بھی مسلمانوں کا قبضہ بہت آسانی سے ہو گیا اور ایرانی سردار بہرہ شیر سے بھاگ کر سیدھے مدائن پہنچ گئے اور جاتے جاتے دریا کا پل توڑ گئے اور تمام کشتیاں دوسرے کنارے پر ساتھ لے گئے۔ بقیہ کوئی ایسا سامان نہ چھوڑ گئے جس کی وجہ مسلمان جلدی سے پل تیار کر سکیں۔

ادھر حضرت سعد بن ابی وقاص نے دیکھا کہ پل تیار کرنے میں ایک عرصہ لگ جائیگا۔ اتنے میں دشمن اپنی طاقت کو از سر نو جمع کرنے لگا اور مدائن کی حفاظت کرنا شروع کر دے گا۔ انہوں نے تیراندازوں کو دریا کے کنارے ایک اونچی سی جگہ پر متعین کر دیا اور ان کو حکم دیا کہ وہ دریا کے پار دشمن کے تیراندازوں پر تیروں کی بارش عین اس وقت کریں جب کہ اسلامی لشکر دریا میں کود پڑے۔ یہ انتظام کر کے حضرت سعد بن ابی وقاص گھوڑے پر سوار ہوئے۔

بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

اور "نَسْتَعِينُ بِاللّٰهِ وَتَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ
وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ"

پڑھ کر اپنے گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا۔ لشکر نے بھی ان کو دیکھ کر اپنے اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے اور اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہوئے دوسرے کنارے کا رخ کیا۔ جب عین منجھدار میں یہ لشکر پہنچا تو ایرانی تیراندازوں نے ان پر تیر برسائے شروع کیے، جس کے جواب میں مسلمان تیراندازوں نے اس پار ایرانی تیراندازوں پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ اس ناگہانی مصیبت کو دیکھ کر ایرانی ہراساں ہو گئے۔

اسلامی لشکر حضرت سعد کی سرکردگی میں دریا میں تلامخیز موجوں سے کھیلتا اور دریا کو چیرتا ہوا کنارے

ہم اللہ سے امداد چاہتے ہیں اور اسی پر توکل کرتے ہیں اور کافی ہے ہم کو اللہ تعالیٰ اور اچھا ہے وہ دلیل اور نہیں طاقت (برائی سے بچنے کی) اور نہ ہی قوت (نیکی کرینگی) مگر اللہ تعالیٰ بلند و بزرگ کی (امداد سے)

پر پہنچ رہا تھا کہ..... یہ حال دیکھتے ہوئے ایرانی "دیواں آمدند ، دیواں آمدند" کہتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے اور اسلامی لشکر بخیر و خوبی کنارے پر پہنچ گیا۔

دار الخلافہ مدائن پر قبضہ

یزدجرد کو جب خبر پہنچی تو دار الخلافہ سے مل و دولت سمیٹا ہوا بھاگ کھڑا ہوا۔ اسلامی لشکر نے بغیر مزاحمت قہر ابیض میں جادم لیا..... خسروان پارس نے قہر روم ، خاقان چین ، بہرام گور ، کسری ، ہرمز وغیرہ شاہان سلف کے آہنی خود اور زرہیں اور ان کے قیمتی بلوسات عجائبات کے طور پر اس محل میں جمع کر رکھے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے حضرت قعقاع بن عمرو معدیکرب کو بہرام گور کی زرہ اور فوجی لباس اور ہرقل کی تلوار عطا کی۔ اس کے بعد ان تمام اشیاء کی فہرست مترتب کر نیا حکم دیا گیا۔ مسلمان جمعہ کے روز قہر ابیض میں داخل ہوئے تھے چنانچہ کسری کے تخت کی جگہ پر مجاہدین نے نماز جمعہ ادا کی اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سے اپنے قلب ولسان کو تازگی بخشنے لہے اور سر بسجود ہو کر لطف اندوز ہوتے رہے۔

دار الخلافہ مدائن کے نوادرا اور وہاں کا

غنیمت کا مال مدینہ منورہ میں مسلمانوں میں تقسیم ہوا

خمس نکال کر بقیہ مال فوج میں تقسیم کر دیا گیا۔ مال غنیمت کے ساتھ فتح کی خوشخبری بارگاہ خلافت میں بکھ بھیجی۔ جب یہ مال غنیمت مدینہ منورہ پہنچا اور اس کو پھیلا یا گیا تو عرب بہت زیادہ متحیر ہو گئے۔ اسی وقت حضور اکرم صلی علیہ وسلم کی پیش گوئی جو بھوکے اور پیاسے صحابہ کرام کو غزوہ خندق کے موقع پر سنا تھی وہ یاد آگئی۔ امیر المؤمنین نے مسلمانوں کی فتح کے حالات سنائے۔ ان نوادرات میں سے ایک بہار نامی "مطلا فرش تھا جو سو گز لمبا اور دس گز چوڑا تھا جس پر زمرہ اور پکھراج کے جواہرات سے بیل بوٹے بنا رکھے تھے۔ موسم بہار کے گزرنے کے بعد بادشاہ اور اراکین سلطنت اس "بہار" قالین پر بیٹھ کر قدر چیمائی کیا کرتے تھے۔ امیر المؤمنین کا ارادہ تھا کہ اس "بہار" قالین کو اسی طرح رہنے دیا جلتے لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رائے سنی کہ اس کو بھی کاٹ کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے چنانچہ اس بہار کے بھی ٹکڑے کر دیئے گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حصہ میں جو ٹکڑا آیا وہ انہوں نے ستائیس ہزار دینار میں فروخت کیا تھا۔

معرکہ جلولا

یزدجرد نے مدائن کو چھوڑ کر حلوان کا رخ کیا راستہ میں ایرانیوں نے جلولا کے مقام پر بے شمار فوج اکٹھی کر رکھی تھی۔ ایرانیوں نے لڑائی کا پورا سامان تیار کر کے شہر کے ارد گرد خندق کھدوائی اور اس میں خاردار لودھے کی تاریں بچھا دیں۔ صرف ایک عنقریب راستہ آنے جانے کے لیے رہنے دیا۔ اس تیاری کا حال سن کر حضرت سعد بن ابی وقاص نے دربار خلافت میں اطلاع دی۔

جلولا کی فتح

امیر المومنین نے ہدایات بھیجیں کہ ہاشم بن عقبہ بارہ ہزار فوج لے کر جلولا پر حملہ کریں۔ حضرت قعقاع بن عمرو کو مقدمۃ الجیش، معشر بن مالک کو مہینہ اور عمرو بن مالک کو میسرہ اور ساقہ پر عمرو بن مرہ کو مقرر کیا جائے۔ چنانچہ امیر المومنین کی ہدایات کے تحت ہاشم بن عقبہ فوج لے کر جلولا پہنچے اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ سامانِ حرب اور لشکر کی کثرت کی وجہ سے ایرانی غریب ڈٹ کر مقابلہ کرتے۔ ہر روز شہر سے باہر آ کر لڑتے لیکن ہر روز شکست کھا کر بھاگ جاتے۔ اس معرکہ میں بہت دن لگ گئے۔ آخر کھلے میدان میں باقاعدہ جنگ ہوئی۔ مسلمان تعداد میں صرف بارہ ہزار تھے، مقابلہ میں لاکھوں کی تعداد میں لشکر تھا، وہ کیل کانٹوں سے پورے طور پر لیس تھا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عظیم دی، ایک لاکھ ایرانی اس جنگ میں مارے گئے اور تین کروڑ کی مالیت کا مال مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اس شکست کی خبر سن کر یزدجرد حلوان سے بھاگ کر رے چلا گیا۔

حلوان پر قبضہ

حضرت قعقاع بن عمرو نے حلوان کا رخ کیا اور تھوڑی سی جنگ کے بعد حلوان پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص نے خمس نکال کر باقی غنیمت کے مال کو سپاہ میں تقسیم کر دیا اور حضرت زیاد کے ہاتھ مال غنیمت کو دربار خلافت میں بھیج دیا۔

امیر المومنینؑ کا آبدیدہ ہو جانا

حضرت زیاد شام کے وقت مدینہ منورہ پہنچے، مال غنیمت کو ڈھیر کی صورت میں مسجد نبوی کے صحن میں رکھ دیا تاکہ

صبح کو تعزیم کیا جائے علی الصبح امیر المومنین ڈھیر کو دیکھ کر رو پڑے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے پوچھا کہ امیر المومنین یہ تو خوشی کا مقام ہے رونے کا وقت تو نہیں ہے امیر المومنین نے فرمایا کہ جس قوم کو اللہ تعالیٰ دنیوی مال و دولت دیتا ہے ان میں حسد اور بغض بھی پیدا ہو جاتا ہے اس خیال نے مجھے رُلا دیا ہے۔ اس کے بعد امیر المومنین نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو لکھا کہ اب فوج کو آرام کرنے دو۔ حلوآن پر قبضہ ۳۶ھ میں ہوا ہے۔

کوفہ کا شہر

عربوں کو عراق اور ایران کی آب و ہوا ناس نہیں آتی تھی۔ اس سلسلہ میں امیر المومنین کے حکم سے ایک مقام کی تجویز ہمیش کی گئی جہاں کی آب و ہوا عربوں کو موافق تھی۔ چنانچہ دریائے فرات کے کنارے پر ایک شہر کی بنیاد رکھی گئی جس کا نام کوفہ رکھ دیا گیا۔

کوفہ شہر ایک منصوبہ بندی کے تحت آباد کیا گیا

شہر کے عین مرکز میں پہلے ایک خوبصورت مسجد مربع چبوترے پر بنائی گئی جس میں چالیس ہزار نمازی آسانی سے باجماعت نماز ادا کر سکتے تھے۔ مسجد کے سامنے گورنر ہاؤس تیار کیا گیا۔ مسجد اور گورنر ہاؤس کے درمیان دو سو گز لمبی عمارت بیت الملک کی بنائی گئی۔ مسجد اور قصر حکومت کے چاروں طرف کچھ فاصلہ چھوڑ کر مختلف قبائل کے لیے الگ الگ محلے جات بسائے گئے۔ اس طرح چالیس ہزار کی آبادی کے لیے مکانات تعمیر کیے گئے۔ ہر محلہ میں بھی علیحدہ علیحدہ مسجد تیار کی گئی۔ تمام سڑکیں جامع مسجد پر آکر رکتی تھیں۔ شاہراہیں چالیس چالیس گز چوڑی رکھی گئیں، چھوٹی سڑکیں تیس تیس گز بنائی گئیں اور گلیں سات سات گز چوڑی رکھی گئیں تاکہ کھلی فضا ہو اور عربوں کے راس آئے۔ ۳۶ھ تک حضرت سعد بن ابی وقاص کا دارالخلافہ مدائن رہا لیکن ۳۶ھ میں کوفہ منتقل ہو گیا۔

بصرہ کا شہر

بصرہ کا شہر بھی حضرت امیر المومنین کے حکم سے دریائے دجلہ کے کنارے پر ۳۶ھ میں آباد کیا گیا۔ دریائے دجلہ سے نہر کاٹ کر شہر میں لائی گئی۔ تمام شہر کی عمارات نہایت خوبصورت کوفہ کی طرز پر تیار کی گئیں۔

عراق کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا بالائی عراق، زیریں عراق۔ بالائی عراق کا دارالخلافہ کوفہ اور زیریں عراق کا بصرہ مقرر کیا گیا ہر دو مقامات صحت افزا تھے۔ بالائی عراق کے علاقہ جات فتوحات کے لحاظ سے آذربائیجان، ہمدان، رے، اصفہان اور موصل تھے۔ یہاں کے گورنر حضرت سعد بن ابی وقاص تھے اور ان کا دارالخلافہ کوفہ تھا۔

زیریں عراق کے علاقہ جات فتوحات کے لحاظ سے خراسان، بستان، مکران، کرمان، فارس اور اہواز تھے یہاں کے گورنر حضرت عبید بن غزوآن تھے ان کا دارالخلافہ بصرہ تھا۔

الجزیرہ کی فتح

عراق کی فتح کے بعد امیر المومنین آگے بڑھنا نہیں چاہتے تھے۔ لیکن ایرانیوں نے اسے قومی مسئلہ بنا دیا جزیرہ کی سرحد ایران میں ملتی تھی اس پر مجبوراً مسلمانوں کو حملہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس لیے حضرت سعد ابی وقاص کو حکم دیا گیا کہ عبدالشہ بن غنم پانچ ہزار فوج لے کر پہلے تکریت پر حملہ آور ہو چنانچہ حملہ کیا گیا۔ چالیس روز تک محاصرہ رہا۔ آخر تکریت مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا کچھ مہینے کے بعد امیر المومنین نے حضرت عیاض بن غنم کو جزیرہ کے بقیہ علاقہ کی فتح کرنے کے لیے بھیجا۔ تھوڑی بہت کوشش سے رتہ، حرا، سما اور موصل فتح ہو گئے۔ اس طرح تمام جزیرہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔

عراق اور جزیرہ سے ملحقہ علاقہ خوزستان کا تھا جہاں ایرانی ابھی تک قابض تھے اور وہ مستقل طور پر مسلمانوں کے لیے دردمر بنے ہوئے تھے۔ انہوں نے موقعہ پا کر شورش کرنے کا طریقہ اختیار کر رکھا تھا۔ ایرانیوں کا ایک سردار ہرمز۔ قادسیہ کی جنگ سے شکست کھا کر اور پچ بجا کر خوزستان پہنچ گیا تھا اور اہواز پر قابض ہو گیا تھا۔

فتح اہواز

یزدجرد نے اپنی پے در پے شکستوں کا بدلہ لینے کے خیال سے اہواز اور فارس کے علاقہ جات کی گورنری بھی اسے دے دی تھی۔ ہرمزان نے اپنی طاقت کو مضبوط بنا کر شروع کیا۔ کوفہ اور بصرہ کی چھاؤنیوں سے اہواز پر حملے کیے جاتے تھے۔ ہرمزان کو کئی ایک مقام پر پے در پے شکستیں دے کر مسلمانوں نے اہواز کا علاقہ قبضہ میں لے لیا۔

رام ہرمز پر قبضہ

ہرمزان نے مسلمان سپہ سالار سے معافی مانگی اور جزیرہ دینا قبول کر لیا۔ لیکن اپنے ملک میں پہنچتے ہی پھر

بغادت کر دی اور اہواز سے پھر ہرمزان رام ہرمز پہنچ گیا۔ مسلمانوں نے رام ہرمز پر بھی قبضہ کر لیا۔ وہاں سے وہ بھاگا تو تتر آ کر ٹھہرا۔

ہرمزان نے اپنے آپ کو سپہ سالار کے سپرد کر دیا

امیر المومنین کو ہرمزان کی بار بار کی بغادت کا علم ہوا تو ابو موسیٰ اشعریؓ کو سپہ سالار بنا کر اس کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے تتر پر قبضہ کر لیا۔ ہرمزان نے اپنے آپ کو تتر کے قلعہ میں محصور کر لیا اور پھر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس صلح کے لیے درخواست بھیجی کہ وہ اپنے آپ کو آپ کے سپرد اس بشرط پر کرتا ہے کہ اسے امیر المومنینؓ کی خدمت میں بھیج دیا جائے چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے ہرمزان کو حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت احنف بن قیس کے ہمراہ مدینہ منورہ بھیج دیا۔

امیر المومنین کی سادگی دیکھ کر اہواز کا بادشاہ کانپ گیا

جب مدینہ شہر قریب آیا تو ہرمزان نے زرق برق کے کپڑے پہن لیے اور سر پر مرصع تاج رکھ لیا جب مسجد نبوی میں پہنچا تو اس وقت امیر المومنینؓ فرش پر لیٹے ہوئے تھے اور ہاتھ کا سر پانہ بنا رکھا تھا۔ چمڑے کا درہ پاس رکھا ہوا تھا، ہرمزان اس وقت پوچھنے لگا کہ امیر المومنینؓ کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہی امیر المومنینؓ ہیں۔ وہ یہ حالت دیکھ کر کانپ گیا کہ جس کے عظمت و جلال کا یہ عالم کہ قیصر و کسری کے ایوانوں میں ان کے نام سے لرزہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ان کی سادگی کی یہ حالت ہے کہ زمین پر بغیر در بان کے لیٹے ہوتے ہیں کہنے لگا کہ یہ تو نبیؐ ہیں۔ لوگوں نے کہا "نبی" نہیں بلکہ نبی کے خلیفہ اور پے پیرو کار ہیں۔

اتنے میں حضرت امیر المومنینؓ کی آنکھ کھل گئی، حضرت انس بن مالکؓ کہنے لگے کہ امیر المومنینؓ! یہ اہواز کا بادشاہ ہے اور گرفتار کر کے لایا گیا ہے۔ یہ آپ سے بات چیت کرنا چاہتا ہے۔ امیر المومنینؓ نے فرمایا کہ پہلے اس کے مشکبانہ کپڑے اتروادو۔ پھر میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ وہ سادہ کپڑوں میں پیش کیا گیا۔

امیر المومنینؓ اور ہرمزان کے درمیان بات چیت

امیر المومنینؓ نے پوچھا اے ہرمزان! تو نے بار بار عہد شکنی کی ہے، تمہارے پاس اس کا کیا

جواب ہے؟

ہرمزان نے کہا..... مجھے خون ہے کہ آپ میری گزارش سننے سے پہلے ہی مجھے قتل کر دیں گے...

امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ نہیں آپ اپنی درخواست پیش کرور۔

ہرمزان نے کہا..... مجھے پانی پلاؤ۔

(پانی منگوا یا گیا اور پانی اس کو پیالہ میں ڈال کر دیا)

پھر ہرمزان نے کہا کہ مجھے خطرہ ہے آپ مجھے پانی پینے سے پہلے ہی قتل کر دیں گے۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا..... نہیں جب تک تم پانی نہ پی لو گے تمہیں قتل نہیں کیا جائے گا۔

ہرمزان نے اس وقت پانی کا پیالہ زمین پر رکھ دیا اور کہنے لگا اب میں پانی نہیں پیتا اور آپ مجھے قتل بھی

نہیں کر سکتے اس لیے کہ آپ نے آمان دے دی ہے۔

امیر المومنینؑ نے کہا کہ تو نے مجھے دھوکہ دیا ہے تو جھوٹا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ عرض کرنے لگے کہ امیر المومنینؑ! آپ سے اس نے آمان کا وعدہ لے لیا ہے کہ پانی

پینے سے پہلے آپ اس کو کچھ نہیں کہیں گے، پانی تو اس نے پیا ہی نہیں اس لیے ہرمزان متاخذہ میں نہیں

آسکتا۔

امیر المومنینؑ نے اسے چھوڑ دیا۔ ہرمزان نے اسلامی عہد و پیمان کی پاسداری کو دیکھ کر کلمہ پڑھا اور مسلمان

ہو گیا اور مدینہ منورہ ہی میں رہائش اختیار کر لی۔ امیر المومنینؑ نے دو ہزار درہم سالانہ اس کا وظیفہ مقرر کر دیا اس

کے ساتھ ہی حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت احنف بن قیس کو فرمانے لگے کہ تم لوگ ذمیوں سے اچھا سلوک

نہیں کرتے اسی لیے یہ لوگ بغاوت کرتے ہیں..... احنف بن قیس عرض کرنے لگے امیر المومنینؑ!

یہ بات نہیں کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک نہیں ہوتا بلکہ یہ بات ہے کہ جب تک یزید جبرد بادشاہ موجود ہے

اہل فارس مقابلہ ہی کرتے رہیں گے۔ بدیں وجہ عربوں کو آگے بڑھنے کی اجازت دی جائے تاکہ امن آمان

قائم ہو سکے۔

عراق فتح ہو چکا ہے اب ہواز کا علاقہ بھی مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا ہے۔ ہرمزان شاہ ہواز مسلمان ہو کر

مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ہے۔ اب ملک شام کے حلات کا اندازہ کرنا بھی ساتھ ساتھ ضروری ہے

تاکہ قاریبن کرام کو معلوم ہو سکے کہ ایران اور روم کی دو بڑی سلطنتوں سے بیک وقت نبرد آزمائی کرنے میں

مسلمانوں کو کن کن دشواریوں سے دوچار ہونا پڑا ہے۔

اسلام دنیا میں امن و آمان کا پیغام لے کر آیا ہے

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام لڑنے اور فتوحات حاصل کرنے کے لیے دنیا میں نہیں آیا بلکہ توحید و رسالت کا پیغام دنیا کے باسیوں کے کالوں تک پہنچانا اس کا مقصد اولین ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سٹہ میں مراسلہ جات بذریعہ قاصد دنیا کے حکمرانوں کے پاس بھیجے تھے جن کے جواب میں اکثر والیان ملک نے دعوت کو قبول کر لیا۔ بعض نے تعظیم و تکریم سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو واپس کیا، البتہ کسری شاہ ایران نے نامہ مبارک کو غصہ میں پھاڑ دیا اور وہ قاصد کے ساتھ بھی بہت گستاخی سے پیش آیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کسری کے گت خانہ اور متبکیرنہ رویہ کی سزا سے بہت جلد ہی، اس کی حکومت کے پرچے اڑ گئے، اس کا خاندان در بدر دھکے کھاتا پھرتا رہا..... اور اس کی رعایا مسلمانوں کے رحم و کرم پر رہ گئی۔

قیصر روم کی حکومتوں سے ٹکر لینے کی وجوہات

قیصر روم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کی تعظیم و تکریم کی لیکن اس نے اپنی رعایا کی وجہ سے اسلام قبول نہ کیا البتہ اس کے زیر اثر شرجیل بن عمرو غسانی حکم بصرہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حضرت حدیث بن عمرو کو شہید کر دیا جس کا انتقام لینے کے لیے جنگ موتہ، غزوہ تبوک اور حضرت اسامہ کے لشکر کی پیشقدمی کے واقعات رونما ہوئے تھے۔ پھر عرب مستصرہ کی آزاد ریاستیں ہمیشہ شاہ روم سے مسلمانوں کے خلاف فوجی امداد حاصل کرتی رہیں۔ لیکن جب یہ عرب مستصرہ کی آزاد ریاستیں مسلمانوں کی مطیع ہو گئیں تو شاہ روم کو اس بڑھتی ہوئی اسلامی سلطنت سے خطرہ ہونے لگا اور اس خطرہ کو روکنے کے لیے قیصر روم جگہ جگہ فوجی طاقت استعمال کرنے لگا۔ مسلمان مجبوراً اس کے مقابلہ میں آئے۔ چنانچہ یرموک کے چشمہ پر قیصر روم نے دو تین لاکھ کی فوج سے اسلامی لشکر کی پیش قدمی روکنے کی کوشش کی لیکن نصرت الہی نے اس کے تمام منصوبہ جات خاک میں ملا دیئے۔ ڈیڑھ لاکھ رومی اس جنگ میں مقتول ہوئے اور اس کے مقابلہ میں صرف تین ہزار مسلمان شہید ہوئے جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ بہر حال مسلمان میدان جنگ میں خود نہیں آیا بلکہ اس کو لایا گیا ہے۔ یرموک سے شکست کھا کر بچا کچھا رومی لشکر نخل پہنچا۔ ہر تپل نے کافی فوج دمشق میں جمع کر رکھی تھی ایسی طرح حمص میں بھی اس نے خوب حفاظت کا سامان کر رکھا تھا۔

فتح دمشق

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے حکم فاروقی کے تحت دمشق کی طرف رخ کیا دمشق میں رومی امداد کو روکنے کے لیے اسلامی سپہ سالار نے نعل، حمص اور فلسطین کے راستوں پر لشکر بھیج دیئے اور آپ حضرت خالد بن ولید، عمرو بن العاص، شرجیل بن حسنہ اور یزید بن ابی سفیان کے ہمراہ دمشق کی طرف روانہ ہوئے سپہ سالار نے دمشق جانے سے پہلے غوطہ پر قبضہ کر لیا۔ آخر رجب ۳۲ھ میں دمشق کا محاصرہ کر لیا گیا۔

دمشق میں اگرچہ بہت زیادہ فوج تھی تاہم کھلے میدان میں نکل کر انہوں نے اسلامی فوج کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہ کی۔ رومی فیصل پر چڑھ کر تیر اندازی کرتے اور مسلمان بھی ان کا جواب تیروں سے دیتے۔ ان رومی محصورین کو یقین تھا کہ ہر قل نعل، حمص اور فلسطین سے کمک بھیجتا رہے گا۔ لیکن حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے اس کا پہلے ہی بندوبست کر رکھا تھا اور ان کے تمام رسل و رسائل کے راستے کاٹ دیئے تھے۔ اہل دمشق چھ ماہ تک محصور رہے۔ آخر باہر کی امداد نہ آنے کی وجہ سے مایوس ہو گئے۔ ادھر اسلامی فوج بھی اتنی دیر محاصرہ کیے ہوئے اکتا چکی تھی۔ فوج میں اعلان کر دیا گیا کہ اگلے روز چاروں طرف سے حملہ کر دیا جائے گا۔ ایک طرف سے مسلمانوں نے سیڑھیاں لگا کر فیصل پر چڑھنا شروع کر دیا۔ بڑی ہمت اور جوانمردی سے فیصل پر چڑھ کر اندر کی طرف اتر گئے۔ پہرہ داروں کو قتل کر کے دروازے کھول دیئے اور فوج اندر داخل ہو گئی۔

شہر کو صلح نامہ کے تحت مفتوح سمجھا گیا

شہر کی دوسری طرف سے اہل دمشق نے دیکھا کہ مسلمان اب قابض ہو جائیں گے فوراً شہر کے دوسرے دروازہ سے حضرت خالد بن ولید کے پاس پہنچ کر صلح کا آمان نامہ حاصل کر لیا اور شہر کے اس طرف کے دروازے کو کھول دیا۔ اب شہر کا ایک حصہ صلح نامہ کے تحت مفتوح ہوا اور دوسرے حصے میں فوج بزدل شمشیر داخل ہوئی۔ شہر کے وسط میں دوڑوں اسلامی لشکر اکٹھے ہوئے۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح بزدل شمشیر داخل ہوئے تھے لیکن دوسری طرف سے حضرت خالد بن ولید صلح نامہ کے ذریعہ شہر پر قابض ہو چکے تھے آخر فیصلہ ہوا کہ یہ تمام شہر صلح نامہ کے تحت مفتوح تصور کیا جائے اور حضرت خالد بن ولید کے عطا کردہ آمان نامہ کی تصدیق کر دی گئی اور اسی پر عملدہ رآمد ہوا۔ یہ فتح محرم ۳۲ھ میں ہوئی ہے۔ ابن خلدون کے قول کے مطابق حضرت خالد بن ولید بزدل شمشیر میں داخل ہوئے ہیں جب کہ دوسرے سردار صلح نامہ کے ذریعہ شہر میں داخل ہو رہے ہیں۔ بہر حال خواہ حضرت خالد کی وجہ سے یا دوسرے سرداروں

کی وجہ سے شہر کے ایک حصہ میں داخلہ صلحنامہ کے تحت ہوا اور بقیہ حصہ میں داخلہ بزدل شمشیر ہوا ہوتا ہے تمام کا تمام شہر صلحنامہ کے تحت مفتوح سمجھا گیا.....

جزیرہ کی شرائط پر اہل دمشق کی جان و مال کی پوری پوری حفاظت کی گئی۔ رومی سرداران اور تمام فوج کو شہر سے نکل جانے کا حکم دیا گیا اور یزید بن ابی سفیان کو دمشق کا گورنر بنا دیا گیا۔

فتح فحل

سپہ سالار نے دمشق میں مناسب فوج یزید بن ابی سفیان کے پاس چھوڑ کر بقیہ فوج کے ساتھ فحل کی طرف پیش قدمی کی۔ یہاں بہت زیادہ رومی فوج لڑنے مرنے کے لیے تیار تھی۔ آدھی رات کے قریب رومیوں نے مسلمانوں کی قلب فوج پر شب خون مارا۔ جس کا جواب شرمیل بن حسنہ نے پوری مستعدی سے دیا۔ یہ معرکہ کئی روز تک جاری رہا۔ آخر رومی سپہ سالار کے مارے جانے سے فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ اتنی ہزار رومی مقتول ہوئے اور بقیہ السیف بھاگ جانے میں کامیاب ہوئے فحل سے مسلمانوں کو بے انتہا مال غنیمت ہاتھ آیا تھا۔

بیسان کی فتح

بقیہ رومی لشکر بھاگ کر بیسان پہنچ گیا اور وہاں کی فوجی طاقت میں اضافہ ہو گیا۔ حضرت ابو عبیدہ لشکرے کر بیسان پہنچے۔ اتنے میں معلوم ہوا کہ رومی لشکر دمشق پر حملہ کرنے کے لیے پہنچ گیا۔ یزید بن ابی سفیان نے خوب جم کر مقابلہ کیا اور عقب سے حضرت خالد بن ولید لشکرے کر یزید کی امداد کو پہنچ گئے۔ رومی اس ناگہانی حملہ کی تاب نہ لاسکے اور دونوں اسلامی لشکروں کے درمیان آکر بے شمار مقتول ہوئے اس کے فوراً بعد ہی حضرت خالد بن ولید، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح سے بیسان میں آئے۔ رومیوں نے بیسان میں خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا آخر جزیرہ دینے پر صلح کر لی۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے بیسان میں ایک عامل مقرر کیا۔

طبریہ کی فتح

اور ابوالاعور کو لشکر دے کر طبریہ کی طرف روانہ کیا۔ اہل طبریہ نے جزیرہ دینا منظور کر لیا۔

عرقہ، صیداء، حبیل اور

بیروت بھی مفتوح ہو گئے

یزید بن ابی سفیان نے اپنے بھائی امیر معاویہ بن ابی سفیان کو عرقہ کی ہم پر بھیجا۔ حضرت امیر معاویہ نے اس کو فتح کر لیا۔ بعد میں صیاء، حبیل اور بیروت کی طرف توجہ دی۔ تھوڑی ہی بہت کوشش کے بعد یہ علاقہ جات بھی مفتوح ہو گئے اس طرح دمشق اور اردن کے علاقہ جات پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

رومی لشکر کی مرزح روم کے مقام پر شکست

اب اسلامی لشکر کے سامنے حمص کا صوبہ تھا جس کے چھ ضلع تھے۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح حمص روانہ ہوئے راستہ میں اسلامی لشکر ابھی ذوالکلاع میں ہی نیمہ زن تھا کہ ہزقل نے بہت بڑا لشکر حمص سے مقابلہ کیے بھیجا اور یہ لشکر ابھی مرزح روم میں ہی پہنچا تھا کہ ہزقل کی طرف سے مزید کمک پہنچ گئی اور مرزح روم میں ہی خوب میدان کارزار گرم ہو گیا۔ رومیوں کا سردار ملو گیا اور رومی لشکر بھاگتا ہوا حمص پہنچ گیا۔ یوں تو ہزقل پہلے ہی حمص میں موجود تھا لیکن مرزح روم کی شکست کو سن کر الہابانے کی طرف چلا گیا اور حمص والوں کو امداد پہنچانے کا وعدہ کر لیا۔

فتح حمص

اسلامی سپہ سالار نے مرزح روم سے آکر حمص کا محاصرہ کر لیا..... اہل حمص کو جب کوئی امداد نہ پہنچی تو انہوں نے مجبور ہو کر صلح کر لی۔

شرائط جو حمص والوں سے کی گئیں

صلحنامہ کی شرائط ذیل تھیں :-

- اسلامی لشکر جب حمص میں داخل ہو گا تو حمص والوں کے جان و مال کو آمان دی جائے گی۔
- حمص والوں کے جان و مال کی حفاظت کی جائے گی اور ان کے گرجوں پر کوئی تصرف نہ ہو گا۔
- شہر کی کوئی فیصل وغیرہ نہ گرائی جائے گی۔

- کسی مکان کو منہدم نہ کیا جائے گا۔
 - اسلامی لشکر کا کوئی فوجی شہر والوں کے کسی مکان میں رہائش اختیار نہ کرے گا۔
 - امیر المومنین بجز نیکی کوئی بڑا سلوک ان سے نہ کریں گے جب تک وہ جزیہ دیتے رہیں گے۔
- اس طرح کا صلحنامہ اہل دمشق سے بھی پہلے کیا ہوا تھا۔

حماة شیزر، معرة، لاذقیہ اور سلمیہ نے بھی جزیہ دینا قبول کر لیا

حمص کے بعد حماة والوں نے بھی جزیہ دینا قبول کر لیا۔ پھر شیزر اور معرة والوں نے جزیہ دینے کا اقرار کیا۔ لاذقیہ اور سلمیہ بزرگ شمشیر مفتوح ہوئے۔

قنسرین کی فتح

سلمیہ کے بعد حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے حضرت خالد بن ولید کو قنسرین روانہ کیا جو رومیوں کا بہت بڑا مرکز تھا۔ رومیوں نے مقابلہ کیا آخر محصور ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولید نے محاصرہ جاری رکھا۔ اس طرح قنسرین کو بزرگ شمشیر فتح کیا۔ اس کے بعد سپہ سالار نے حلب کا رخ کیا۔ اتنے میں قنسرین والوں نے بغاوت کر دی دوبارہ قنسرین بزرگ شمشیر فتح کیا گیا اور جرمانہ بھی وصول کیا گیا۔

حلب اور انطاکیہ کی فتح

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے عیاض بن غنم کو مقدمتہ البیش کے طور پر حلب کی طرف روانہ کیا۔ یہ شہر بھی تھوڑے بہت محاصرہ کے بعد فتح ہو گیا۔ پھر انطاکیہ کا رخ کیا۔ یہ مقام ہرقل کا ایشیائی دارالخلافہ تھا۔ اس میں فوج ہر وقت رہتی تھی۔ اب شکست خوردہ رومی فوجی بھی یہاں جمع ہو گئے تھے۔ کھلے میدان میں لڑائی ہوئی اور رومی شکست کھا کر شہر میں محصور ہو گئے۔ آخر انطاکیہ والوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا۔ ادھر معرة والوں نے بغاوت کر دی۔ مسلمان اس طرف متوجہ ہو گئے تو انطاکیہ والوں نے بغاوت کر دی۔ ان ہردو شہروں کو دوبارہ صلح کیا، خوئیزی نہیں کی گئی بلکہ پہلی شرط پر ہی صلح کر لی گئی۔

امیر المومنین نے ان لوگوں کی بار بار کی عہد شکنی کی ردک تمام کے لیے ہر شہر میں فوجی دستے مقرر کیے ان کی تنخواہیں بیت المال سے ادا ہونے لگیں۔ انطاکیہ کے فتح ہو جانے کے بعد تمام قبضہ جات اور مواضع مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے۔

فتح قیساریہ

امیر المومنین نے یزید بن ابی سفیان کو لکھ بھیجا کہ امیر معاویہ بن ابی سفیان کو قیساریہ کی مہم پر شکر دے کر بھیجیں
حضرت امیر معاویہ نے بڑی خوزیز جنگ کے بعد قیساریہ کو فتح کر لیا۔

بفراس کی فتح

اسی طرح شام کی سرحد بفراس پر حملہ کیا گیا اس لیے کہ وہاں کے لوگ ہر قتل کے پاس پہنچ کر اس کی طاقت کو مضبوط
بنا رہے تھے۔ میسر بن مسروق نے ان پر حملہ کیا اور بعد میں اشتر بن مالک نخعی کو اس کی کمک پر بھیجا گیا۔ تھوڑی
سی کوشش سے وہ علاقہ مفتوح ہو گیا۔

فتح اجنادین

حضرت عمرو بن العاص کو اجنادین کی مہم سر کرنے کے لیے روانہ کیا گیا کیونکہ ایک رومی بہادر اور عیار
سپہ سالار اربطون نے ہر قتل کے حکم سے اجنادین میں ایک بہت بڑی فوج اکٹھی کر رکھی تھی۔ اجنادین
میں ایک بہت بڑا معرکہ ہوا اور بہت بڑی خوزیز جنگ کے بعد اجنادین فتح ہوا۔

غزہ، سبط، نابلس، عمورس، جبرین، یافا،

اجنادین کے مضافات اسلامی قلمرو میں شامل ہو گئے

ارطون ہال سے بھاگ کر بیت المقدس پہنچ گیا۔ حضرت عمرو بن العاص نے غزہ، سبط، نابلس، عمورس
جبرین، یافا وغیرہ مضافات فتح کر کے ان کو اسلامی قلمرو میں شامل کر لیا۔

بیت المقدس کا تمام علاقہ مفتوح ہو گیا

حضرت عمرو بن العاص حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کی ہدایات کے مطابق اجنادین اور اس کے مضافات
کو فتح کر کے بیت المقدس کی طرف بڑھے۔ بیت المقدس کا تمام علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آچکا تھا، صرف
شہر بیت المقدس بچا ہوا تھا۔ شہر والوں نے قلعہ بند ہو کر مقابلہ کرنا شروع کیا۔ اتنے میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح

قصرین سے مطمئن ہو کر بیت المقدس پہنچ چکے تھے۔ یہ تازہ دم فوج دیکھ کر اربوں وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا اور سیدھا مصر پہنچا۔ شہر والوں نے دیکھا کہ اب مقابلہ کی طاقت نہیں ہے صلح کی شرائط پیش کر دیں لیکن ان شرطوں میں ایک بات کا اضافہ تھا کہ امیر المومنینؑ خود آکر صلح نامہ لکھیں۔

مرعش اور حرث کے علاقہ جات بھی اسلامی قلمرو میں شامل ہو گئے۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے امیر المومنین کو لکھا کہ آپ خود تشریف لے آئیں تو بہتر ہے تاکہ بندگان خدا کا خون نہ بہے۔ اس اشارے میں حضرت خالد بن ولید نے مرعش اور حبیب بن مسلمہ نے حرث کو فتح کر لیا۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کا بیت المقدس کی طرف سفر

امیر المومنینؑ نے اپنے جانے کے بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ فیصلہ ہوا کہ اگر امیر المومنینؑ خود بیت المقدس تشریف لے جائیں تو خونریزی کی نوبت نہ آئے گی۔ چنانچہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے فلسطین کے سفر پر جانے کی تیاری شروع کر دی۔

اس سفر میں امیر المومنینؑ جو کچھ زادراہ کے طور پر لیا وہ دنیا کے جابرہ، اکاسرہ اور قیصرہ کے لیے ایک نمونہ ہے۔

• رسیوں کا تھیلہ اور لکڑی کا پیالہ

• ایک اونٹ سواری کے لیے۔

• ایک غلام کو شریک سفر بنا لیا گیا۔

غلام اور امیر المومنین باری باری اس اونٹ پر سفر کرتے تھے جب آپ بیت المقدس پہنچے تو غلام اونٹ پر اپنی باری کے مطابق سوار تھا اور امیر المومنین اس اونٹ کی ہمار پکڑے آگے آگے جا رہے تھے۔ امیر المومنین نے جو لباس پہن رکھا تھا اس میں بہت سے پیوند لگے ہوئے تھے۔

یہ وہ امیر المومنین عمر فاروقؓ ہیں جن کے گھوڑوں کے ٹاپوں نے ایران اور روم کی حکومتوں کو روند ڈالا جن کے نام سے قیصر و کسری کے یوانوں میں لرزہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جن کی بابت دور حاضرہ کے مستشرقین یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اگر حضرت عمرؓ کو کچھ اور مہلت مل جاتی تو تمام کرہ ارض پر سلام کے سوا کوئی اور مذہب نہ نظر آتا۔ بایں ہمہ ان کے عدل و انصاف اور مساوات کا یہ عالم ہے کہ ایک بڑھیا بھی ان کے اجتہاد پر ان کو برسر عام ٹوک سکتی ہے اور یہ امیر المومنین اپنی غلطی کو فوراً تسلیم کر لیتا ہے اور کہہ اٹھتا ہے کہ

عورت نے سچ کہلے عمر غلطی پر ہے، اور یہ خلیفہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے اس طرح کہتا ہے کہ مالک محروسہ کے انتہائی حدود یعنی دریائے نیل کے کنارے پر کوئی جانور بھوک سے دم توڑ دے تو قیامت کے دن عمر اس کا جواب دہ ہوگا۔

حضرت امیر المومنین کی شخصیت اور سادگی

اس امیر المومنین نے جب حضرت البر عبیدہ بن الجراح، حضرت خالد بن ولید، یزید بن ابی سفیان اور امیر معاویہ بن ابی سفیان سرداروں کو دینا و حریر کی قبائل میں بلبوس دیکھا تو طیش میں آکر ان کی طرف کنکریاں پھینکیں اور فرمانے لگے کہ دو سال کے اندر اندر ہی تم عرب کی خوب بو چھوڑ گئے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ امیر المومنین کا غصہ اس بارے میں فرو نہیں ہوا جب تک ان حضرات نے اپنی قبائیں اٹھا کر نہ دکھا دیں کہ انہوں نے ان کے پٹھے ہتھیار چھپا رکھے ہیں (یہ سفر جب مکہ میں ہوا ہے) امیر المومنین نے جابیہ میں اقامت اختیار کی وہیں بیت المقدس کے لشپ اور سردار ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔

صلح نامہ جو امیر المومنین نے

ایلیا والوں کے ساتھ کیا ہے

صلح نامہ کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم! یہ وہ آمان ہے جو خدا کے بندے امیر المومنین نے ایلیا کے لوگوں کو دی یہ آمان ان کی جان و مال، گرجا، صلیب، تندرست بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کے لیے

اپنے دور خلافت میں ایک دفعہ جب دیکھا کہ لوگوں نے عہدوں کے مہر میں بہت اضافہ کر دیا ہے تو چاہا کہ کوئی خاص حد مقرر کر دی جائے۔ مسجد نبوی میں لوگوں کے سامنے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا تو ایک عورت نے خلیفہ وقت کی توجہ قرآن پاک کی اس آیت کی طرف مبذول کرتے ہوئے بر ملا کہا کہ عمر! یہ کیا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وایتوا احد لہن تنظارا فلا تاخذوا منہ شیئا اور تم نے اپنی بیویوں میں سے کسی کو بہت مال دے دیا ہے تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو

(خلافت راشدہ از عبد المنان ایم اے)

ہے اس طرح کہ ان کے گرجاؤں کو مسکن بنایا جائیگا نہ ڈھائے جائیں گے، نہ انہیں یا ان کے احاطہ کو نقصان پہنچایا جائے گا، نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مل میں کچھ کمی کی جائے گی۔ مذہب کے معاملہ میں ان پر جبر نہیں کیا جائے گا اور نہ ان میں سے کسی کے ساتھ بدسلوکی روارکھی جائیگی۔ ایلیا میں ان کے ساتھ یہودی نہ رہتے پاتیں گے۔ ایلیا والوں پر یہ فرض ہے کہ وہ لوہے کی طرح جزیہ دیں، یونانیوں یعنی رومیوں اور چوروں کو نکل دیں ان یونانیوں میں سے جو کوئی شہر سے نکل جائے گا اس کی جان و مال کو امان ہے تا آنکہ وہ پناہ گاہ میں پہنچ جائے اور جو ایلیا میں رہنا پسند کرے اسے بھی امن ہے لیکن اسے جزیہ دینا ہوگا۔ اور ایلیا والوں میں سے جو لوگ جان و مال لے کر یونانیوں کے ساتھ جانا چاہیں انہیں اور ان کے گرجاؤں اور صلیبوں کو امان ہے یہاں تک کہ وہ پناہ گاہ تک پہنچ جائیں ایلیا میں جو دوسرے ملکوں کے لوگ ہیں ان میں سے اگر کوئی امن سے رہنا چاہے تو وہ رہ سکتا ہے اسے بھی ایلیا والوں کی طرح سے جزیہ ادا کرنا ہوگا۔ اگر کوئی رومیوں کے ساتھ جانا چاہے تو چلا جائے اگر کوئی اپنے اہل و عیال میں واپس جانا چاہے تو چلا جاتے ان سے کوئی چیز نہیں لی جائے گی یہاں تک کہ ان کی کھیتیاں کٹ جائیں جو کچھ اس سحریر میں ہے اس پر خدا، رسول خدا اور خلفاء کا اور مسلمانوں کا ذمہ ہے بشرطیکہ یہ جزیہ مقررہ ادا کرتے ہیں اس عہد نامہ پر حضرت خالد بن ولید، حضرت عمرو بن العاص، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دستخط بطور گواہ ثبت ہیں۔

امیر المومنین کا بیت المقدس میں داخلہ

اس معاہدہ کے لکھے جانے کے بعد امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المقدس روانہ ہوئے ان کی سولہ جگہ لیے ترکی گھوڑا پیش کیا گیا۔ جب اس پر سوار ہوئے تو وہ ابیلی کرنے لگا، آپ گھوڑے سے اتر آئے اور فرط نے لگے کہ یہ غزوہ کی چال ہے عربی گھوڑا خشک اگر اس پر سوار ہوئے بیت المقدس کے قریب جا کر اتر گئے۔ اس واقعہ کے بعد آپ کبھی ترکی گھوڑے پر سوار نہیں ہوئے۔

امیر المومنین نے جو لباس پہنا ہوا تھا وہ بہت دریدہ تھا جس میں جگہ جگہ پر بیوند لگے ہوئے تھے مسلمان ایک دوسرے کو دیکھ کر شرمندہ ہو رہے تھے اور زبان سے کچھ نہیں کہتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمدانی عزت اسلام سے ہے اور وہی عزت ہمارے لیے کافی ہے۔ اس لباس میں آپ بیت المقدس میں داخل ہوئے پہلے مسجد اقصیٰ میں گئے محراب داؤد کے پاس جا کر سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ تلاوت کیا پھر علیائوں کے گرجا میں گئے ان کی سیر سے واپس آئے۔

حضرت بلالؓ نے مسجد اقصیٰ میں اذان دی

بیت المقدس میں آپ نے کئی روز قیام کیا۔ ایک روز حضرت بلالؓ سے فرمائش کی کہ ذرا اذان تو دو حضرت بلالؓ نے اذان دی ہی آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا سماں آنکھوں کے سلسے پھر گیا۔ تمام آنکھیں اٹکبار ہو گئیں۔ حضرت معاذ بن جبل روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔ اور امیر المومنین کی پہلی بندھ گئی۔

بیت المقدس کے قیام کے دوران امیر المومنین نے عیسائیوں کے گرجا قمامہ کی سیر کی نماز کا وقت آگیا۔ بطریق کہنے لگے کہ ہمیں نماز پڑھ لیں آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ اگر میں یہاں نماز پڑھ لوں تو مسلمان آپ سے یہ گرجا اس وجہ سے لینے کی خواہش کریں گے کہ یہاں ہمارے خلیفہ وقت نے نماز پڑھی تھی۔ چنانچہ گرجا سے باہر نکل کر آپ نے نماز ادا کی۔ اس کے بعد امیر المومنین نے بطریق اور صحابہؓ کی رائے سے صخرہ کے مقام پر ایک مسجد بنانے کی تجویز کی۔

مسجد عمر کی تعمیر

یہ وہ مقام تھا کہ جہاں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا تھا چنانچہ اس جگہ کو صاف کرنا شروع کر دیا اور امیر المومنین اپنے تہا کے دامن میں مٹی بھر بھر کر اٹھانے لگے۔ یہ دیکھ کر سب کے سب اس کام میں لگ گئے اور وہاں ایک مسجد تیار ہو گئی جو مسجد عمر کے نام سے اب تک موجود ہے۔

فلسطین کے دو حصے کر دیئے گئے

بیت المقدس کے فتح ہونے پر رطلہ والوں نے بھی صلح کر لی۔ اب فلسطین کو امیر المومنین نے دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ کا صدر مقام بیت المقدس قرار پایا اور اس کا عامل علقمہ بن محرز کو مقرر کیا اور دوسرے حصہ کا صدر مقام رطلہ مقرر کر دیا جن کا حکم علقمہ بن حکیم کو بنا دیا گیا۔ اس کے بعد امیر المومنین واپس مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

جزیرہ کی فتح کا حال قارئین کرام پڑھ چکے ہیں یعنی جزیرہ ایسی سرحد پر واقع ہے جہاں عراق اور شام کی حدود ملی ہوئی ہیں۔ اس لیے امیر المومنین نے حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح ہر دو سپہ سالاران کو لکھا تھا کہ وہ جزیرہ کو فتح کر لیں کیونکہ یہ علاقہ ایران اور شام کی سرحد پر واقع ہونے کی وجہ سے ہر دو سلطنتوں کے لیے مسلمانوں کے خلاف سیاسی اڈہ بن چکا تھا۔ بہر حال عیاض بن غنم کے ہاتھوں یہ جزیرہ فتح

ہوا تھا۔ اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے لیکن یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ عرب کا قبیلہ ایاد عیسائی مذہب اختیار کر چکا تھا۔ جزیرہ فتح ہو چکنے کے بعد وہ قبیلہ اپنے وطن کو چھوڑ کر ہرقل کے پاس چلا گیا تھا اور وہاں آباد ہو گیا تھا۔ اس قبیلہ کے ترک وطن کر جانے سے ایک مستقل سازشی عنصر مسلمانوں کے خلاف پیدا ہو رہا تھا۔ اس کی وجہ سے امیر المومنین نے ہرقل کو لکھا۔

قبیلہ ایاد کی واپسی کے لیے ہرقل شاہ روم کو امیر المومنین نے مراسلہ لکھا

مجھے معلوم ہوا کہ عرب سے ایک قبیلہ ایاد ہمارے ملک کو چھوڑ کر تمہارے شہروں میں چلا گیا ہے اگر تم ان عربوں کو اپنے ملکوں سے نہ نکال دو گے تو ہم ان تمام عیسائیوں کو جو ہمارے ملک میں آباد ہیں تمہارے پاس بھیج دیں گے۔ اس مراسلہ کو پڑھتے ہی ہرقل نے قبیلہ ایاد کو اپنے علاقہ سے نکال دیا اور وہ شام اور جزیرہ میں واپس آ گئے۔ امیر المومنین نے عراق عجم اور عراق عرب ہر دو صوبہ جات کے لیے علیحدہ علیحدہ عامل مقرر کیے اور ولید بن عقبہ عراق عرب کے عامل کو لکھا کہ قبیلہ ایاد سے کم از کم جزیرہ کی شرط کو قبول کیا جائے۔ اس قبیلہ نے جزیرہ سے دگنی رقم جزیرہ کی بجائے دینا منظور کر لی۔ یہ لوگ حقیقت میں مسلمانوں کے لیے پریشانی کا باعث بنے ہوئے تھے کبھی وہ ایران سے ساز باز کر رہے ہیں۔۔۔۔۔

اور کبھی رومیوں سے تعلقات جوڑ رہے ہیں اس طرح مسلمانوں کے خلاف قیصر و کسری کی حکومتیں قبیلہ ایاد کی وجہ سے پریشانی کی صورت پیدا کر رہی تھیں اسی خیال سے امیر المومنین نے قبیلہ ایاد کے بارے میں مناسب قدم اٹھایا اور ان کی شرارت کا سدباب کیا تاکہ یہ سازشی عنصر ہرقل کو مسلمانوں کے خلاف اکانے سے باز رہے۔

حضرت خالد بن ولید کی معزولی کے اسباب

عام خیال ہے کہ حضرت عمرؓ نے زمام خلافت ہاتھ میں لیتے ہی حضرت خالد بن ولید کو معزول کر دیا تھا یہ غلط خیال ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ۳۱ھ میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو سپہ سالارِ عظیم بنا دیا تھا اور حضرت خالد بن ولید کو ان کا نائب مقرر کر دیا تاکہ حضرت خالدؓ کسی ہم پر جانے سے پہلے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کی اجازت حاصل کر لیا کریں۔ حضرت عمر فاروقؓ کو حضرت خالدؓ کی بہادری، جاناہزی، فنون سپہ گری کی قابلیت کا پورا پورا اعتراف تھا۔ عہدِ صدیقیؓ میں امیرِ سیف اللہؓ کی تابانی

اور برش نے رومی اور ایرانی جنگی محاذات میں ایسے ایسے جوہر دکھائے تھے کہ بڑے بڑے پیل تن اور شہ زور
 سپہ سالاروں کا پتہ پانی ہو کر بہ جاتا تھا جبکہ وہ سنتے تھے کہ سپہ سالار حضرت خالد بن ولید ہیں اکثر حالات میں دشمن
 کی سپاہ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوتی تھیں۔ اگر کہیں مقابلہ بھی ہوتا تو مبارزت میں دشمن کا سپہ سالار
 زندہ گرفتار ہو جاتا یا قتل ہو جاتا۔ رومیوں اور ایرانیوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ خالد بن ولید کا مقابلہ کرنا امر محال
 ہے اور تمام اسلامی فتوحات صرف حضرت خالد کی مرہونِ منت ہیں۔ پھر اس بات کی تصدیق اس صورت
 سے بھی ہو جاتی ہے کہ حضرت خالد نے سینکڑوں جنگیں لڑی ہیں لیکن کسی ایک جنگ میں بھی حضرت خالد بن ولید
 کو شکست کا منہ دیکھنا نہیں پڑا۔

مشاہیر پرستی اسلام میں نہیں ہے

بیگانوں کے علاوہ بیگانوں میں بھی یہ خیال پیدا ہو رہا تھا کہ حضرت خالد بن ولید کی سپہ سالاری ہی فتح و ظفر
 کا ذریعہ ہے۔ ان خیالات کے اندر رہیں اور شینگ (مشاہیر پرستی کا جذبہ ابھرنے کا احتمال ہو رہا تھا جو کہ اسلام
 کے نظریہ کے خلاف ہے "إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ وَاِلٰہِ سِوٰہِہٖ وَاَلْحَمْدُ لِلَّهِ" (تحقیق عزت اللہ کے لیے
 اور اس کے رسول کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے ہے) عزت کا مدار اسلام اور محض اسلام ہے۔
 "توکل علی اللہ" کے نازک ترین آبگینہ میں اس شخصیت پرستی کی وجہ سے ایک مدہم سی لکیر پیدا ہو رہی تھی اس
 لیے حضرت عمر فاروق نے حضرت خالد بن ولید کو تنزل کر کے ثابت کر دیا کہ اسلام شخصیت پرستی کو کسی حالت میں بھی
 برداشت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حیرہ کی فتح کے بعد عراق کے جملہ محاذات میں حضرت خالد بن ولید
 کی عدم شرکت سے نہ تو فتوحات میں فرق آیا اور نہ ہی کسی فوجی کو یہ محسوس ہوا کہ حضرت خالد بن ولید کے نہ ہونے کی
 وجہ سے واقعہ جسر میں مسلمانوں کو اور جنگوں کی نسبت زیادہ جانی نقصان ہوا ہے۔

اسی طرح شام کے تمام محاذات میں حضرت خالد بن ولید نائب سپہ سالار کو فتح و کامرانی کا اچھا خاصہ ذریعہ
 سمجھا جا رہا تھا، مگر عزت اور ذلت کا معالہ قسام انزل کے قبضہ و تصرف میں ہے۔ اسلام پر کار بند
 رہنے سے مسلمانوں کو عزت ملتی ہے اور اسلام کے اصولوں کو پس پشت ڈال دینے سے ہلاکت و ادبار کا
 منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ بہر حال امیر المؤمنین نے یہ ثابت کر دکھایا کہ اللہ تعالیٰ حیب تک چاہتا ہے اس وقت
 تک کسی سے کام لیتا رہتا ہے اور جب چاہتا ہے اس کو چھوڑ کر کسی اور سے کام لے لیتا ہے "فَعَالٌ لِّبَاطِلٍ رِّیْدٍ"

ہے یہ تو ایک خدمت گار کی اپنی سعادت اور خوش بختی ہے کہ اس سے کام لیا جا رہا ہے کسی اہم پرزہ کو مٹا کر بھی نظام کائنات کی مشینری برابر چلتی رہتی ہے خواہ اس اہم پرزہ کی بجائے گھٹیا قسم کا پرزہ ہی فٹ کر دیا جائے۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہے کنی
منت شناس ازو کہ بخدمت بادشتت

پرچہ نویسی کا محکمہ

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے ہردالی، ہر سپہ سالار اور ہر عامل کے بارے میں اطلاعات حاصل کرنے کا طریقہ نکالا ہوا تھا۔ پرچہ نویسی امیر المومنین کے پاس ہر واقعہ کی اطلاع بے کم و کاست بھیج دیا کرتے تھے اور بارگاہ خلافت سے ان کے بارے میں احکام اصلاح کی غرض سے جاری ہوا کرتے تھے۔

حضرت خالد بن ولید کا اشعث بن قیس

کو دس ہزار درہم بطور انعام دینا

شاہ کے اواخر میں حضرت خالد بن ولید کے بارے میں پرچہ نویسی کے ذریعہ امیر المومنین کو اطلاع پہنچی کہ جزیرہ کی فتح میں حضرت خالد کو بہت سی دولت ہاتھ آگئی۔ انہوں نے اپنے پیٹھ کو لٹیر پر آکر اشعث بن قیس ایک شاعر کو اپنی مدح کے صلہ میں دس ہزار درہم بطور انعام دیئے ہیں۔ امیر المومنین نے ابو عبیدہ بن الجراح کو لکھا کہ عام مجلس میں خالد بن ولید سے پوچھا جائے کہ یہ رقم انہوں نے شاعر کو اپنی جیب سے دی یا بیت المال سے ادا کی ہے؟ اگر اپنی جیب سے دی ہے تو اسراف ہے اور اگر بیت المال سے ادا کی ہے تو خیانت ہے ہر حالت میں وہ معزول کے قابل ہیں اور مواخذہ پر آمادہ ہو کر دیا کہ اگر وہ جواب نہ دیں تو اسی مجلس میں خالد کا مہمہ اتار کر ان کی گردن میں وہی مہمہ پٹہ کے طور پر ڈال دیا جائے اس حکم کی تعمیل کے لیے امیر المومنین نے اپنے قاصد حضرت بلالؓ کو بھیجا اور ان کو یہ بھی فرمایا کہ اگر حضرت خالد اپنے

اس بات پر فخر کرنا کہ تو بادشاہ کی خدمت کرتا ہے بلکہ اس بادشاہ کا تجھے شکر گزار ہونا چاہیے کہ وہ تجھ سے کام لے رہا ہے۔

غلی کا اعتراف کر لیں تو ان سے درگزر کر لی جائے۔

امیر المومنینؑ کے اس بارے میں احکام

حضرت خالد بن ولید کو لشکر کے سامنے بلا یا گیا۔ قاصد نے حضرت خالدؓ سے پوچھا کہ یہ رقم اشعث بن قیس کو کہاں سے دی؟ حضرت خالدؓ نے جواب دینے سے انکار کر دیا۔ قاصد نے امیر المومنین کے حکم سے ان کے عمامہ کو سر سے اتار کر اس سے ان کی گردن باندھی اور پھر اسی بات کو دہرایا کہ دس ہزار کی رقم انہوں نے اپنی جیب سے دی تھی یا بیت المال سے؟

اس وقت حضرت خالد نے جواب دیا کہ یہ رقم اپنی جیب سے دی تھی۔ اس پر قاصد نے ان کی گردن سے عمامہ ہٹا دیا اور معذرت چاہی اور ساتھ ہی تمام روایتیاد امیر المومنین کو لکھ بھیجی۔ بارگاہِ خلافت سے حکم آیا کہ حضرت خالدؓ جواب دہی کے لیے مدینہ منورہ پہنچیں۔ چنانچہ حضرت خالدؓ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت خالد بن ولید فاروقی عدالت میں

امیر المومنینؑ نے حضرت خالدؓ سے پوچھا کہ رقم تمہیں کہاں سے ملی تھی؟ عرض کرنے لگے کہ غنیمت کے ل سے جو میرا حصہ آ رہا تھا۔ اس میں سے میں نے یہ رقم اشعث شاعر کو بطور انعام دی تھی۔

پھر خود ہی عرض کرنے لگے کہ اچھا ساٹھ ہزار سے زائد رقم میں بیت المال میں جمع کرتا ہوں۔ حساب کرنے پر میں ہزار درہم زائد نکلے جو بیت المال میں جمع کر دئے گئے۔ اس کے بعد معاملہ رفع دفع ہو گیا اور امیر المومنین نے حضرت خالدؓ کو فرمایا کہ واللہ! تم مجھے ایسے ہی محبوب ہو جیسے پہلے تھے۔

اس کے بعد ابو عبیدہ بن الجراح کو لکھ بھیجا کہ میں نے حضرت خالد کی معزولی کسی ناراضگی کی وجہ سے نہیں کی اور نہ ہی کسی خیانت کی بنا پر کی ہے بلکہ میں نے انہیں معزول اس لیے کیا تھا کہ لوگ اس کے عظیم الشان کارناموں کی وجہ سے فتنہ میں پڑ رہے تھے۔ میں ان کو معزول کر کے بتانا چاہتا ہوں کہ کارساز اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور بس۔

اس واقعہ کے بعد حضرت خالد بن ولید کسی میدان جنگ میں شریک نہیں ہوئے یہاں تک کہ سلاطین میں انہوں نے بستر پر ہی اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ شہادت کا مقام حاصل کرنے کی بے انتہا آرزو تھی بڑے سے بڑے خطرناک موقعوں پر اسی شہادت کے خیال سے گود پڑتے۔ جسم پر سینکڑوں زخموں کے نشانات تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی اس تلواری کو کوئی میدان جنگ میں توڑ نہ سکا۔

سالہ میں جو کچھ ہوا وہ اس قدر تھا کہ حضرت خالد بن ولید کو ایک درجہ تنزل کر دیا تھا اور کسی کو بھی اس کا علم نہ ہوا کہ ایسا کیوں ہوا ہے؟ البتہ معاملہ کی نزاکت اس وجہ سے ہو گئی تھی کہ محاذ جنگ تھا اور حضرت خالد بن ولید پروری ذمہ داری سے فوج کی کمان کر رہے تھے۔ قربان جائیں ان کی سختی ایمان پر کہ جب کسی نے پوچھا کہ تنزلی کے باوجود آپ جانشاری سے لڑ رہے ہیں تو فرمانے لگے کہ میں اللہ کے لیے لڑ رہا ہوں عمر کے لیے نہیں لڑ رہا یہ حضرت خالد بن ولید کے جذبہ للہیت کی بہترین مثال ہے۔

حضرت خالد بن ولید کی تنزلی اور معزولی پر بحث

سالہ کے مذکورہ صدر واقعہ کو بغور مطالعہ کیا جائے تو اس کے مختلف پہلو سامنے آجاتے ہیں:-
۱۔ حضرت خالد بن ولید نے کسی محاذ جنگ میں کبھی شکست نہیں کھائی اور ان کی سپہ سالاری نے چار دہائیوں تک عالم میں اسلام کے نام کو سر بلند کیا ہے۔

۲۔ فتوحات کی وجہ سے مل غنیمت میں معتد بہ اضافہ ایک گونہ ان کی سپہ سالارانہ قیادت کا مرہون بنتا ہے۔

۳۔ پھر مجاہدین میں مل غنیمت تقسیم کرتے وقت کسی فرد کو زائد رقم بطور انعام دے دینا سپہ سالار کے لیے کوئی مشکل کام نہ تھا اور ایسا کرنے پر سپہ سالار سے باز پرس نہیں ہو سکتی تھی۔

پیشل انعام دینا اسلام میں جرم نہیں ہے۔

اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے کہ کسی مجاہد کی خدمات سر بہتے ہوئے حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ مثل کے طور پر حضرت قعقاع بن عمرو کو فتح مدائن کے وقت ہرقل کی تلوار اور ہیرام گور کی زرہ پیشل انعام کے طور پر دی گئی تھیں..... ایسی بے شمار مثالیں ہیں جو کہ ظاہر کر رہی ہیں کہ سپہ سالار نے کسی کے کام سے خوش ہو کر پیشل انعام دیا ہے۔ پھر ان تمام واقعات کی اطلاع پر چہ نوازیوں کے ذریعہ بارگاہ خلافت میں بر وقت پہنچی رہتی تھی۔ لیکن ایسی کسی بات پر بھی امیر المؤمنین نے اعتراض نہیں کیا بلکہ بعض اوقات امیر المؤمنین خود لکھ دیتے تھے فلاح مقبول کا سامن فلاح مجاہد کو ملنا چاہیے۔

جنگ قادسیہ کے موقع پر حضرت بلال بن علقمہ کو رستم سپہ سالار کا سامن دیا گیا کیونکہ حضرت بلال نے رستم کو قتل کیا تھا۔ اسی طرح جنگ قادسیہ میں جو لوگ بھاگ رہے تھے ان میں جالینوس سپہ سالار بھی تھا جس نے مزید ایک دستہ فوج مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے تیار کر رکھی تھی۔ قادسیہ کا محاذ جنگ تو ختم ہو چکا تھا تاہم

حضرت زہرہ بن عیوٰۃ فوج کا دستہ لیے ہوئے میدان جنگ سے بھاگنے والوں کا تعاقب کر رہے تھے۔ ان دونوں فوجی دستوں میں مقابلہ ہو گیا، جالینوس قتل ہو گیا۔ حضرت زہرہ بن عیوٰۃ جالینوس مقتول کے سامان کو لینا چاہتے تھے لیکن حضرت سعد بن ابی وقاص یہ سامان حضرت زہرہ بن عیوٰۃ کو دینے میں متردد تھے چنانچہ امیر المومنین کا فیصلہ اس بارے میں طلب کیا گیا۔ انہوں نے لکھ بھیجا کہ جالینوس مقتول کا سامان زہرہ بن عیوٰۃ کو ہی دیا جائے۔

عہد فاروقی میں ایسی بے شمار مثالیں ہیں جو بتا رہی ہیں کہ امیر المومنین نے کسی مجاہد کو حسن کارکردگی کی بناء پر پیشل انعام دینے یا دلانے پر کبھی اعتراض نہیں کیا۔ لیکن حضرت خالد بن ولید پہ سالار نے جب اشعث بن قیس شاعر کو قصیدہ مدحیہ کے سننے کے بعد دس ہزار درہم بطور انعام دیئے اور اس کی اطلاع پر چہ نویسی کے ذریعہ امیر المومنین کو پہنچی تو امیر المومنین نے حضرت بلالؓ کو قاصد کی حیثیت سے بھیجا اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو لکھا کہ..... بربرہ اجلاس عام حضرت خالدؓ سے اس رقم کے بارے میں پوچھا جائے۔ حقیقت میں پوچھنے کا انداز بھی تعجب خیز ضرور ہے اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

قارئین کرام متعجب ہوں گے کہ حضرت خالد بن ولید کے علوم مرتبت کا خیال نہ رکھتے ہوئے ایسا ذلت آمیز سلوک؟ ایسا سلوک تو ایک عام سپاہی بھی بر جبر و اکراہ برداشت نہیں کر سکتا ہے..... چہ جائیکہ ایک پہ سالار برداشت کرے! افسوس سالار خالد سیف اللہ ہوں جن کی تلوار کی اذان اسی جھنکار سے قیصر کسری کے الزلزلوں میں لرزہ پیدا ہو جایا کرتا تھا..... وہ فاروقی عدالت کے تحت اس طور ماخوذ ہو..... اور صحابہؓ میں سے کسی ایک کو بھی جینش لب کی طاقت نہ ہو..... اس سے بڑی اطاعت امیر کی مثال دنیا میں مل سکتی ہے؟..... ایسا ڈسپلن کسی قوم نے پیش کیا ہے؟..... کیا ایسے ڈسپلن کی توقع آئندہ کی جا سکتی ہے؟.....

ڈسپلن کی بہترین مثال

اسلام (بو سیلمان) حضرت خالد بن ولید! سیف بن سلوٰۃ اللہ! صحابی ہونے کی نظیر تو نے پیش کر دکھائی ہے..... اسلام کو ہمیشہ ایسے ڈسپلن اور اطاعت امیر کے ایسے جذبہ پر فخر ہے گا..... قیامت تک کے لیے تو نے ڈسپلن کا بہترین نمونہ قائم کیا ہے..... اور ہر راہِ در منزل تیرے فوجی کردار کی روشنی میں اپنا راستہ تلاش کرتا رہے گا..... پھر فرد جرم کو لیا جائے تو یہی ہے ناکہ دس ہزار کی رقم مدحیہ قصیدہ کے سلسلہ میں ایک شاعر کو دی جاتی ہے..... بربرہ عام باز پرس کرنے پر پتہ

چلتا ہے کہ وہ رقم بھی تو نے اپنی جیب خاص سے دی ہے..... اللہ اللہ! محاسبہ کا یہ عالم.....
 اعتبار کی گرفت بخئی اور محض بخئی معاملات کی گہرائی تک پہنچ جائے..... کیا اس سے یہ
 نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ اسلام جو اپنوں کے مال کو بھی دیکھ نہیں سکتا کہ اسراف کی مد میں آجائے وہ بیگانوں
 کے مال و متاع اور عزت و ناموس پر دست درازی کرنے کی کسی کو کب اجازت دے گا؟.....
 اللہ تعالیٰ معتز ضیق کو خواہ اپنے ہوں یا بیگانے سب کو سمجھ دے کہ اعتراض کرنے سے پہلے صحابہ کرامؓ کی
 زندگیوں کا مطالعہ صحیح طور پر کیا کریں جہاں ان کی نیتوں پر حملہ کر کے اپنی سمجھ کے مطابق ان کی ایک آدھ اجتہادی
 رائے کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں..... پھر دانستہ یا نادانستہ طور پر ریسرچ کا ایک کھڑاگ کھڑا کر دکھاتے
 ہیں۔ اللّٰهُمَّ اَعَاذْنَا مِنْ هَذِهِ السَّخْرَاتِ!

اب امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی جلالت شان، صولت اور دبدبہ کا اندازہ کیجئے کہ ہزاروں میل کے
 فاصلہ پر بیٹھے ہوئے ایک قاصد کے ذریعہ اپنے حکم کی تعمیل حضرت خالد بن ولیدؓ سے کروا رہے ہیں۔ اس وقت
 جب کہ وہ سپہ سالار ہیں اور تمام جاہ و حشم اور فتح و نصرت اس سپہ سالار کا ساتھ دے رہی ہیں.....
 کیا اس حکم کے اندر اس جذبہ احتساب کی حقیقی روح کار فرما نہیں ہے کہ اگر دریائے فرات یا دریائے نیل کے
 کنارے پر بھی کوئی جانور بھوک کی وجہ سے دم توڑ رہا ہو تو اس کی ذمہ داری عمرؓ پر عائد ہوتی ہے اور وہ قیامت
 کے دن جواب دہ ہے؟.....

اسراف کی بُرائی

امیر المومنین نے دیکھا کہ اگر سپہ سالار نے یہ رقم بیت المال سے دی ہے تو صریحاً خیانت ہے اور اگر اپنی جیب خاص
 سے شاعر کو دی ہے تو اسراف ہے۔ دو وزن حالتوں میں سپہ سالار کا فعل قابل مواخذہ ہے۔ مال میں خیانت تو ذاتی
 ایسا جرم ہے کہ جس کی برائی سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ لیکن اسراف کے بارے میں شاید کچھ لوگوں کو تردید ہو۔ قرآن
 کے بارے میں قرآن پاک کے واضح الفاظ ہیں اِنَّ السَّبْذِیْنَ کَاذِبِیْنَ الشَّیْطٰنِ وَ کَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوْرًا
 تحقیق اسراف کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا منکر ہے یعنی اسراف کرنے والے شیطان
 کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا منکر ہے نتیجہ یہ نکلا کہ اسراف کرنے والے اپنے رب کے منکر ہیں۔
 صحابہ کرامؓ کا قرآن پاک پر کتنا گہرا مطالعہ تھا اور محبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگیوں میں ایسا
 انقلاب پیدا کر دیا تھا کہ سراپا خلوص ہی خلوص نظر آتے تھے۔

امیر المومنین نے دیکھا کہ سپہ سالار کا اسراف کی طرف رجحان تمام شکریوں کو اسراف کی طرف لے جائے گا۔

النَّاسُ عَلَيَّ دِينَ مَلُوكِهِمْ - ہر عیب کے سلطان بہ پسند دہنہر است
سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا اچھے طریقہ سے اس بات کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

۱۰ اگر زباغ رعیت ملک خورد سیبے
برآدرند غلامان اد درخت از بیخ
نیم بیضہ کو سلطان ستم روادارد
زندہ شکر یانش ہزار مرغ بسخ

پھر امیر المومنین نے حضرت خالد بن ولید کے اس امرات کے اندر..... "خود ستان" کے رحمان کو
جو پایا تو امیر المومنین نے اس خود ستانی کا علاج ضد سے کیا یعنی برسرام اجلاس تمام لشکر کے سامنے اس طرح
کی باز پرس کی کہ اشعث بن قیس کی تمام قصیدہ گوئی اور مداح سرائی کی کوئی حقیقت باقی نہ رہی۔

امیر المومنین کی اپنی ذات بھی اعتبار سے بری الذمہ نہ تھی

امیر المومنین اپنی ذات کو بھی اعتبار سے بری الذمہ نہیں ٹھہرایا کرتے تھے بلکہ ہر وقت اپنے آپ کو اعتبار
میں جکڑے رکھتے تھے کہیں کوئی فعل یا لغزش ایسی ویسی ہوتی فوراً اس کا علاج کر دیا اور اپنے نفس کی اصلاح
کرتی۔ ایک دفعہ امیر المومنین خطبہ دینے کے لیے منبر پر چڑھے، حمد و صلوات کے بعد فرمانے لگے کہ ایک وقت
خطاب کا لڑکا عمر بن اوسٹوں کا چرواہا تھا اس کو وقت پر اونٹ باہر نہ لے جانے کی پاداش میں بہت سزا ملتی تھی
یہ کہہ کر عمر منبر سے نیچے اتر آئے۔ صحابہ نے پوچھا کہ امیر المومنین! یہ کیا الفاظ تھے اور ان کے بیان کرنے کا کون سا موقع
تھا؟ فرمانے لگے کہ نفس میں ایک خیال پیدا ہو گیا تھا کہ عمر بن خطاب بہت بڑا مکران ہے اس کے زیر نگیں دنیا کا
بہت بڑا حصہ ہے..... میں نے اس خیال کا مناسب علاج کیا ہے۔

اندریں حالات حضرت عمر فاروقؓ نے "كَلْكُوْ رَاعٍ دُكَلْكُوْ مَسْئُوْلٌ عَرُ رَغِيَّتِهِ" کے تحت
حضرت خالد بن ولید سے باز پرس کی اور ثابت کر دیا کہ.....

۱۰ لوگ بادشاہوں اور امیروں کے دین پر ہوا کرتے ہیں۔

۱۱ ہر عیب جو سلطان پسند کرتا ہے وہ ہنر سمجھا جاتا ہے۔

۱۲ اگر بادشاہ رعیت کے باغ سے ایک سیب کھائے تو اس کے غلام دزدتوں کو جڑ سے اکھیڑ لائیں گے آدھا

اندھے کے برابر بادشاہ اگر ظلم کو رد رکھے تو اس کے لشکر ہزاروں مرغ کو سیخ کیا کر ڈالیں گے۔

۱۳ تم میں سے ہر شخص راعی ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

اسلام ملک گیری سے زیادہ ملک داری سکھاتا ہے۔

اسلام کی دھلی ہوئی تعلیم میں ملک گیری نہیں ملک داری ہے۔

اسی وجہ سے امیر المومنین نے عراق سے آگے بڑھنے والی فوجوں کو حکماً حملہ سے روک رکھا تھا۔ یزدجرد شاہ ایران کی انگیخت پر جب کبھی لڑنے کا موقع آیا تو علاقہ فتح ہو جانے کے بعد بھی فرمایا کرتے تھے کاش ہمارے اور ایران کے درمیان آگ کا ایک سمندر ہوتا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ جو علاقہ مفتوح ہو چکا ہے وہ کافی ہے اس میں امن و امان قائم کیا جائے اور عوام کے حقوق کی نگہداشت کی جائے یہ بہت بڑا کام ہے ہاں اسلام کی دعوت تبلیغ میں اگر کہیں رکاوٹ پیدا ہو جائے تو ان موانعات کو دور کرنے کے لیے بھی جزیہ یا خراج کی صورت پیدا کی جاسکتی ہے۔ اگر اس جزیہ وغیرہ سے بھی کام نہ نکلے تو آخر میں باسر مجبوری تلوار میان سے باہر آتی ہے۔

امیر المومنین نے دیکھا کہ حضرت خالد بن ولید کی غار اشکاف تلوار نے دشمنان اسلام کے دلوں میں رعب پیدا کر دیا ہے۔ اب ضرورت ہے کہ جنگی محاذات سے ہٹ کر مسلمان مجاہد اپنے قول و فعل سے اسلام کی صحیح تعلیم پیش کریں۔ ایسا کرنے میں اگر کہیں نقص رہ جائے اور عدم احتیاط سے وہ ناسور کی شکل اختیار کرتا جائے تو وہ آہستہ آہستہ کسی دن بہت بڑے ہلک زخم کی صورت میں تبدیل ہو جائیگا۔ ایسی حالت میں طبی نقطہ نگاہ کے تحت اپریشن کرنا نہایت ضروری ہو جاتا ہے خواہ وہ اپنے جسم کا حصہ ہی کیوں نہ ہو۔ (حضرت خالد بن ولید حضرت عمر فاروق کے نخیال میں سے تھے اور ایک طرح سے وہ امیر المومنین کے ماموں زاد بھائی تھے)

بدیں وجہ حضرت خالد بن ولید کو فاروقی عدالت کی طرف سے باز پرس ہوئی اور ان کے اسراف کے اس عمل کو قابل مواخذہ سمجھ کر ان کو فوجی خدمات سے سبکدوش کر دیا تاکہ اسراف کی مرض گھن کی طرح مسلمان مجاہدین میں نہ لگ جائے اور وہ ان کے کردار کی شرح کو چاٹ کر نہ رکھ دے۔ اسراف کے ہلک مرض کی جب اصلاح ہو گئی تو امیر المومنین نے حضرت خالد بن ولید کے بارے میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو لکھ بھیجا کہ حضرت خالد کی معزولی کسی نیجاست یا تاراضگی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ان کے عظیم الشان کارناموں کی وجہ سے ہے لوگ فتنہ میں پڑ رہے تھے میں نے ان کو معزول کر دیا تاکہ معلوم ہو کہ کار ساز اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

اصحاب رسول اللہ کا مقصد "الحب لله والبغض لله" ہے

امیر المومنین کے اینا کرنے میں توکل علی اللہ کے ساتھ ساتھ "الْحُبُّ لِلَّهِ وَالْبُغْضُ لِلَّهِ" کی جھیلیاں نظر آتی ہیں۔

لے محبت اللہ کے واسطے ہے اور کسی سے بغض بھی اللہ ہی کے واسطے ہے۔

اب امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت خالدؓ سیف اللہ ہر دو کے کردار کو سامنے رکھتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر غور کریں "أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِيَأْتِيهِمُ اقْتِدَارُهُمْ أَقْتَدَارُ أَهْتَدِيَتْهُمُ" سے تمام شکوک و شبہات دور ہو جاتے ہیں۔ حقیقت میں جہاں صحابہ کرامؓ نے قدم رکھے ہیں وہ آنے والی نسلوں کے لیے نشانِ راہ ثابت ہو رہے ہیں۔

برزینے کہ نشانِ کف پائے تو بود

ساہا سجدہ اربابِ نظر خواہد بود

اب اس بحث کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ملک مصر کے بارے میں تھوڑا سا بیان کر دیا جائے تاکہ اس بات کا اندازہ ہو سکے کہ ایک طرف امیر المؤمنین ملک داری کے اصول کے تحت فتوحات کے دامن کو سمیٹنا چاہتے ہیں اور دوسری طرف مصر کو فتح کر کے اپنی فتوحات میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔

ملک مصر پر حملہ کرنے کی وجہ

قاریبن کرام کو یاد ہو گا کہ روم (فلسطین) کے محاذ سے اربلون اپنے لشکر سمیت بھاگ کر مقوقس شاہ مصر کے پاس پہنچ گیا تھا۔ حضرت عمرؓ بن العاص اس کی عیاری اور چالاکی کو خوب سمجھتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ وہ عنقریب فلسطین پر حملہ کرے گا اور اس علاقہ کو حاصل کرنے کے لیے سر توڑ کوشش کرے گا۔ اس لیے عہد نامہ بیت المقدس کے لکھنے کے بعد حضرت عمرؓ بن العاص نے امیر المؤمنین کی توجہ اربلون کے فرار ہونے کی طرف دلائی تھی اور ساتھ ہی صورت حال سے بھی آگاہ کیا کہ ہو سکتا ہے امیر المؤمنین کی واپسی کے بعد ہی یہ فلسطین کا علاقہ از سر نو محاذ جنگ کی صورت اختیار کر جائے۔

حضرت عمرؓ بن العاص ایام جاہلیت میں تجارت کے سلسلہ میں مصر آیا جایا کرتے تھے اور اس ملک کے چمپے سے واقف تھے۔ مصر کے لوگوں کی سیاسی، معاشرتی، تمدنی اور مذہبی حالات سے بھی واقفیت رکھتے تھے۔ ان کو معلوم تھا کہ مقوقس شاہ مصر، بئرقل..... شاہ قسطنطنیہ کے باجگذاری کا جو اگلے سے اتار پھینکنا چاہتا تھا اور ساتھ ہی مصر کے عرب باشندے بھی اپنے آپ کو آزاد رکھنے کے متمنی ہیں۔ ان حالات

سے میرے صحابی دستاروں کی مانند ہیں جس کی تم اقتدار رکھے ہدایت پا جاؤ گے۔

میں جس زمین پر تیرے پاؤں کے تلووں کا نشان تھا وہاں برسوں تک دشمن سجدہ ریزی کرتے رہیں گے

میں مصر کو فتح کر لینا کوئی مشکل کام نہیں ہے اس طرح سیاسی طور پر بھی ہر قسم کا خدشہ ختم ہو جائے گا۔
 ایسی ہی چند اہم تجاویز حضرت عمرو بن العاص نے امیر المومنین کی خدمت میں پیش کیں جن کی بنا پر امیر المومنین نے انہیں ملک مصر کی طرف بڑھنے کی اجازت دے دی اور مدینہ منورہ واپس پہنچ کر حضرت امیر المومنین کو دس ہزار فوج کا لشکر بطور کمک دے کر ملک مصر کی طرف روانہ کیا جو کچھ عرصہ کے بعد مصر پہنچتا ہے اس سے پہلے حضرت عمرو بن العاص چار ہزار مجاہدین کی جمعیت کے ساتھ ملک مصر کی حدود میں داخل ہو جاتے ہیں۔

عریش اور عین الشمس مفتوح ہو گئے

حضرت عمرو بن العاص نے اپنے چار ہزار مجاہدین کے ساتھ عریش کے راستہ سے ملک مصر میں پیش قدمی کی۔ امیر المومنین کے حکم کے مطابق انہوں نے پہلے اسلام کی دعوت پیش کی۔ پھر جزیرہ اور خراج کی بات آئی لیکن کسی ایک شرط پر بھی صلح نہ ہوئی اس لیے کہ اربطون کسی حالت میں صلح کرنے پر تیار نہ تھا۔ شاہ مقوقس اربطون کے اکسانے پر لڑائی پر آمادہ تھا۔ آخر بت سخت معرکہ ہوا اور خزیریزی کے بعد اربطون بھاگ کھڑا ہوا۔ مسلمانوں نے عین الشمس کا محاصرہ کر لیا۔ عین الشمس والوں نے جزیرہ دینے پر صلح کر لی۔ عین الشمس کے قیدیوں کے بارے میں امیر المومنین کی رائے دریافت کی گئی۔ انہوں نے لکھا کہ جنگ کے دوران یا جنگ سے پہلے جو قیدی بھی گرفتار ہوئے سب کو رہا کر دیا جائے اس لیے کہ انہوں نے جزیرہ دینا منظور کر لیا ہے۔

شہر فرما اور قوامر کے فتح

شہر فرما میں رومی فوج سے مقابلہ ہوا اور ایک ماہ تک جنگ جاری رہی۔ اس کے بعد اسلامی فوجوں نے فرما پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعد قوامر کی طرف پیش قدمی کی اور قوامر کو بھی فتح کر لیا۔

بلبیس پر قبضہ

قوامر کے بعد اسلامی لشکر بلبیس کی طرف بڑھا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ تھوڑی سی گوشش کے بعد بلبیس پر قبضہ ہو گیا۔ اس جگہ ایک خاص اور اہم واقعہ پیش آیا جس نے مسلمانوں کے قدم ملک مصر میں جما دیئے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ مقوقس شاہ مصر کی بیٹی ارمانوسہ کی شادی ہرتقل کے بیٹے قسطنطین سے کچھ روز پہلے ہوئی تھی اور اب ارمانوسہ اپنے سسرال کے ہاں بہت سے سالن اور جہیز کے ساتھ بڑی شان و شوکت سے جا رہی تھی۔ وہ سسرال جاتے ہوئے بلبیس کچھ روز کے لیے ٹھہر گئی تھی کہ اچانک بلبیس شہر پر حملہ ہو گیا وہ بھی محصورین کے

ساتھ گرفتار ہو کر حضرت عمرؓ بن العاص کے سامنے پیش ہوئی۔ انہوں نے ارناوسہ کو اس کے تمام جہیز و سامان کے ساتھ پوری حفاظت کے تحت اس کے باپ کے پاس واپس بھیج دیا۔ اس حسن سلوک کا اثر مقوقس شاہ مصر کے دل پر بہت زیادہ ہوا۔

بلیس کے فتح ہونے تک حضرت زبیر بن العوامؓ بھی مدینہ منورہ سے دس ہزار کالشر کے کر اپنے حضرت زبیرؓ کے لشکر کو باب لیون کی طرف روانہ کیا اور سپہ سالار خود فسطاط کے قریب خیمرزن ہو گئے تاکہ اکٹھے اسکندریہ کا رخ کریں۔ باب لیون کا قلعہ بہت مضبوط تھا اور رومیوں نے وہاں بے شمار فوج جمع کر رکھی تھی۔ محاصرہ بہت دنوں تک قائم رہا۔ اس عرصہ میں حضرت عمرؓ بن العاص بھی فسطاط سے اپنا لشکر لے کر آ گئے۔ لیکن اتنی بڑی کوشش کے باوجود قلعہ کے اندر داخل ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی کھلے میدان میں نکل کر رومی لڑنے سے گریز کرتے تھے۔

باب لیون کی فتح

ایک دن حضرت زبیرؓ چند جانبازوں کے ساتھ بیڑھی لگا کر فصیل پر چڑھ گئے پھر بہت ہمت اور جراتی سے قلعہ کے اندر اتر گئے اور جاتے ہی پہرہ داروں کو قتل کیا اور دروازہ کھول دیا۔ فوج قلعہ کے اندر داخل ہو گئی۔ بے شمار رومی قتل ہوئے اور لقبیۃ السیف نے راہ فرار اختیار کی اور بڑی خوزیری اور جانفشانی کے بعد باب لیون کا قلعہ فتح ہو گیا۔ اس کے بعد مقوقس شاہ مصر نے مصری اور رومی فوج کی شکست کو دیکھ کر مسلمانوں سے صلح کر لی۔

صلح نامہ کی شرائط

شرائط حسب ذیل تھیں :-

- i : بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کے علاوہ سربالغ مرد و دینار سالانہ ادا کرے گا۔
- ii : اسلامی فوج جس علاقہ سے گزرے قبلی ان کی مدد کریں گے۔
- iii : مسلمانوں کو مصریوں کے مال و دولت اور زمین سے کوئی سروکار نہ ہوگا۔
- iv : مصر میں رہنے والے رومیوں کو اجازت دی گئی کہ مصر میں اگر رہیں تو ذمی بن کر رہیں وگرنہ اپنے ملک کو لوٹ جائیں۔

برقلم کو اس صلح نامہ سے بہت زیادہ صدمہ ہوا۔ اس نے بہت کوشش کی کہ شاہ مصر مسلمانوں سے ڈٹ کر مقابلہ کرے اور وہ ہر قسم کی امداد اس کو دیتا رہے گا مقوقس اس کی باتوں میں نہ آیا کیونکہ وہ تو پہلے ہی سے

مسلمانوں کے اخلاق سے متاثر ہو چکا تھا اور وہ اس گوشش میں تھا کہ رومیوں کی اطاعت کا جو آپنے گلے سے اتار پھینکے۔ اب اس نے ہر قتل کی اطاعت گزارہ کی بجائے مسلمانوں کے زیر اثر ہو کر رہنے میں اپنی اور اپنی رعایا کی بہتری سمجھی اس لیے فوراً صلیح نامہ مرتب کر کے دستخط کر دیئے۔

اس صلیح نامہ کے بعد مسلمان اسکندریہ کی طرف بڑھے۔ لیکن سپہ سالار کو اسکندریہ فتح کرنے سے پہلے کر یون کے قلعہ کو فتح کرنا نہایت ضروری تھا جہاں پر بہت بڑی تعداد میں رومی فوج قلعہ بند تھی۔ خطرہ تھا کہ اسکندریہ کے حملہ کے وقت یہ قلعہ بند فوج عقب سے حملہ آور نہ ہو جائے۔ چنانچہ اس فوجی نقطہ نگاہ سے اس قلعہ کا محاصرہ کیا گیا۔ آخر رومی فوج تنگ آ کر کھلے میدان میں آ کر لڑی دس روز تک خوزیر معرکہ ہوتا رہا۔ بڑی ہمت سے یہ قلعہ فتح ہوا۔ لاکھوں کی تعداد میں دشمن مقتول ہوئے۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر اس قلعہ کو فتح کیے بغیر اسکندریہ پر حملہ آور ہو جاتے تو مسلمانوں کے لیے بے انتہا پریشانی کا باعث ہوتا۔

اسکندریہ کی طرف پیش قدمی

اب مسلمان لشکر کر یون کو فتح کر کے اسکندریہ کی طرف پیش قدمی کرنے لگا۔ اسکندریہ بحر روم کی بہت بڑی بندرگاہ ہے۔ اس شہر کے تین طرف فیصل ہے یعنی ایک طرف بحر روم، دوسری طرف دریائے نیل کا ڈیلٹا اور تیسری طرف ایک بہت بڑی نہر ہے اس شہر کی صرف چوتھی طرف کھلی ہے۔

اسکندریہ میں ایک بہت عظیم الشان قلعہ تھا اور فوج کھلے میدان میں لڑنا نہیں چاہتی تھی۔ تھوڑی بہت لڑائی کے بعد فوج قلعہ بند ہو گئی۔ محاصرہ بہت دنوں تک قائم رہا کیونکہ سمندر کے راستے سے محصورین کو سامان رسد متواتر پہنچ رہا تھا۔

امیر المومنین کو جب اسکندریہ کے بارے میں کوئی اطلاع نہ ملی تو انتظار کے بعد حضرت عمرو بن العاص سپہ سالار کو ایک خط لکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرنے میں کچھ غفلت اختیار کی ہے۔ درود حق کے مقابلے میں باطل اتنی دیر تک نہیں ٹھہر سکتا مسلمانوں کو جمع کر کے اس بات پر آگاہ کر دو اور یکبار حملہ کرو۔

اسکندریہ فتح ہو گیا

اس خط کو سنتے ہی حضرت جواد بن صامت نے علم سنبھالا اور نعرہ تکبیر کے ساتھ یکدم ایسا حملہ کیا کہ دشمن کی بوکھلاہٹ اور اس کو عبرت تک شکست ہوئی۔ شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ شہر والوں کو آمان دے دی گئی

نہ کسی کا مال لوٹا گیا اور نہ ہی کسی کو غلام بنایا گیا۔

اسکندریہ کی بندہ گاہ حقیقت میں ملک مصر کی کنجی تھی۔ حضرت عمرو بن العاص نے اسکندریہ کے فتح ہونے کے بعد امیر المومنین کو لکھا کہ اس شہر میں صرف یہودیوں کے چار ہزار مکان ہیں جن میں چالیس ہزار یہودی رہتے ہیں چار ہزار حمام ہیں اور چار سو تفریح گاہیں ہیں۔ بہت بار دلق شہر ہے۔ مشرق اور مغرب کے ملکوں کے لیے تجارت کی منڈی ہے۔ اس کا علاقہ سرسبز و شاداب ہے۔

اسکندریہ کے ملحقہ شہر بھی مفتوح ہو گئے

اسکندریہ کی فتح کے بعد بلیب، برشس اور دمیاط آسانی سے فتح ہو گئے البتہ تینس میں بہت سخت مقابلہ ہوا کیونکہ اس شہر کے انیس لوہے کے دروازے تھے جن پر لوہے کی دبیز چادریں چڑھی ہوئی تھیں۔

برقہ فتح ہو گیا

اس طرح بحر روم کے ساحل سے بلا دنوبہ تک سدرے مصر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اب برقہ اور طرابلس میں رومی فوجیں تھیں جو کہ مستقل طور پر خطرہ پیدا کر رہی تھیں اس لیے مسلمانوں کو ان علاقوں کی طرف پیش قدمی کرنا پڑی۔ پہلے برقہ فتح ہوا اور تیرہ ہزار درہم سالانہ جزیہ دینے پر صلح ہو گئی۔ برقہ طرابلس کے ملک کا ایک شہر تھا اور زرخیز علاقہ تھا۔ جہاں زعفران کی کاشت ہوتی تھی۔ مشرق اور مغرب کے تاجر یہاں آتے جلتے تھے۔ یہاں کے لوگ مسلمانوں کے اخلاق دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔

طرابلس مفتوح ہو گیا

طرابلس ایک بندر گاہ غنی بیابان رومیوں کا شکر حفاظت کے طور پر موجود تھا۔ مسلمانوں نے تھوڑی سی کوشش سے اس کو فتح کر لیا۔ اگرچہ وہاں کے لوگ قلعہ بند ہو گئے تھے لیکن بحری راستہ سے امداد نہ ملنے کی وجہ سے طرابلس والوں نے جلد صلح کر لی۔

حضرت عمرو بن العاص نے امیر المومنین سے جنوبی افریقہ ٹیونس کی طرف بڑھنے کی اجازت طلب کی لیکن انہوں نے سپہ سالار کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اس لیے منہجیت کے مال کے ساتھ وہ واپس اسکندریہ آ گئے

حضرت عمرو بن العاص نے اسکندریہ کو مصر کا دار الخلافہ بنانے کی اجازت بارگاہِ خلافت سے طلب کی لیکن

انہوں نے پہ سالار کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اس لیے غنیمت کے مال کے ساتھ وہ واپس اسکندریہ آگئے۔
حضرت عمرو بن العاص نے اسکندریہ کو مصر کا دارالخلافہ بنانے کی اجازت بارگاہِ خلافت سے طلب کی لیکن
امیر المومنین نے لکھا کہ باب یون کے قریب دریائے نیل کے اس کنارے پر کوئی اچھا سا مقام تجویز کیا جائے جہاں
سے خلیفہ وقت مدینہ منورہ سے آسانی آپ کے ہاں آجاسکیں، درمیان میں کوئی دریا حائل نہ ہو اور کسی سمندر یا
دریا کی طغیانی کسی فریادرس کو دارالخلافہ تک پہنچنے میں سہراہ نہ بنے۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص
نے اس جگہ دارالخلافہ بنانے کی تجویز کی جہاں اسکندریہ پر حملہ کرنے سے پہلے ان کا خیمہ لگا ہوا تھا۔ اس شہر کا نام
فسطاط رکھا گیا جس کے معنی خیمہ کے ہیں۔ اس تجویز کو امیر المومنین نے پسند فرمایا۔

فسطاط کی وجہ تسمیہ

باب یون کی فتح کے موقع پر فوجی حضرت عمرو بن العاص کے خیمہ کو اکھاڑنے لگے تو مہینوں خیمہ لگے
رہنے کی وجہ سے کسی جنگی کبوتر نے خیمہ کے اندر گھونسلہ بنا رکھا تھا۔ حضرت عمرو بن العاص نے سپاہیوں
کو خیمہ اکھاڑنے سے منع کر دیا اس لیے کہ ایسا کرنے سے اس ہمارے مہمان کو تکلیف ہوگی۔ وہ خیمہ اسی طرح
رہنے دیا اور وہاں ایک محافظ کی ڈیوٹی بھی لگا دی یہاں تک کہ اسکندریہ کی فتح کے بعد جب پہ سالار واپس
تشریف لائے تو امیر المومنین کے حکم سے اس خیمہ کے ارد گرد ایک شہر کی بنیاد رکھ دی اور جہاں خیمہ تھا وہاں
ایک عظیم الشان مسجد تیار کی جو جامع عمر کے نام سے مشہور ہے۔ شہر بہت خوبصورت بنا یا گیا اور مصر کا دارالخلافہ
قرار پایا۔ لیکن بنی فاطمہ نے جب قاہرہ کی بنیاد ڈالی تو اس شہر کی رونق میں کمی ہو گئی۔

مصر میں اسلام کی اشاعت

حضرت عمرو بن العاص کو سارے ملک مصر کا گورنر بنا دیا گیا ان کے حسن سلوک اور رواداری کو دیکھ کر مصر
میں بہت جلد اسلام پھیل گیا۔

دریائے نیل ملک مصر میں ایک بہت بڑا دریا ہے جس کے دونوں طرف کھلا زرخیز میدان ہے۔ مصر والوں
کا گزارا وقت زیادہ تر دریائے نیل کی طغیانی پر بھاگتا تھا۔ طغیانی آنے سے ارد گرد کا وسیع علاقہ سیراب ہو جاتا
تھا۔ کاشت کار اس سیراب شدہ علاقہ میں فصل کاشت کرتے اور اس فصل پر وہ گزارا وقت کرتے۔ ملک
کی غذائیت کو بہت زیادہ فائدہ پہنچتا۔

دریائے نیل میں طغیانی

پرانے زمانہ سے مصر والوں میں یہ اعتقاد چلا آ رہا تھا کہ دریائے نیل میں اس وقت تک طغیانی نہیں آتی تھی جب تک کہ ہر سال ایک دوشیزہ کو بناؤ سنگلا کر کے دریائے نیل کے وسط میں بھینٹ کے طور پر نہ چھوڑ دیا جائے اور پانی کی ایک لہر اس دوشیزہ کو بہا کر نہ لے جائے۔

اس عقیدہ کی بنا پر مصری ہر سال ایک دوشیزہ کو دلہن کی طرح بناؤ سنگلا کر کے پورے اہتمام کے ساتھ دریا کے عین درمیان میں چھوڑ آتے اور ڈھول وغیرہ بجاتے رہتے تا آنکہ پانی کی لہر اس کو بہا کر لے جاتی اور اس کے بعد فوراً دریا میں طغیانی آ جاتی۔ لوگ طغیانی کے بعد اپنی کھیتی باڑی کا کام شروع کر دیتے۔ حضرت عمرؓ بن العاص نے جب اس قبیح ظالمانہ اور انسانیت سوز رسم کے بارے میں سنا تو انہوں نے حکماً اس رسم کو بند کر دیا کہ آئندہ کسی دوشیزہ کو دریا میں نہ بھیجا جائے۔ لوگ اس حکم کو سن کر ڈر گئے اور کوئی رسم وغیرہ ادا نہ کی۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس سال دریا میں طغیانی نہ آئی جس کی وجہ سے کاشتکاری نہ ہو سکی اور ملک میں قحط سالی ہو گئی۔ لوگ حضرت عمرؓ بن العاص کے پاس قحط سالی کے بارے میں ذکر کرنے لگے اور قدیم رسم کو بند کرنے پر اس قحط سالی کو محمول کرنے لگے۔

حضرت عمرؓ بن العاص نے یہ تمام واقعہ امیر المومنین کی خدمت میں لکھ بھیجا اور حکم کا انتظار کرنے لگے۔ بارگاہِ خلافت سے حکم پہنچا کہ آپ نے جو اس قبیح رسم کو بند کر دیا ہے، بہت اچھا کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ میرے اس مکتوب کو دریائے نیل میں ڈال دیا جائے۔

دریا کے نام مکتوب عمرؓ

مکتوب کے الفاظ ملاحظہ کیجئے:-

”اللہ کے بندے اور مسلمانوں کے امیر کی طرف سے دریائے نیل کے نام ابلعد! ابلعد! ابلعد! اگر تو اپنے اختیار سے بہتا ہے تو نہ بہہ لیکن اگر تیری روانی کا سر چنٹہ خداوند تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے تو ہم خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ تجھے جاری کر دے۔ امیر المومنین کی ہدایت کے مطابق اس مکتوب کو دریائے نیل میں ڈال دیا گیا۔ ایسا اتفاق ہوا کہ اس سال دریائے نیل میں اس قدر طغیانی آئی کہ اس سے پہلے کبھی نہیں آئی تھی۔“

(تاریخ ملت جلد دوم بحوالہ البدایہ والنہایہ)

کیا مسلمانوں کا وجود بنی نوع انسانوں کے لیے رحمت ثابت نہیں ہوا ہے؟

تو ہم گردن از حکم داور پیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو پیچ

طاعون عمواس

۱۸۱۷ء کے اواخر میں رملہ (بیت المقدس) کے مضافات میں عمواس نامی ایک آبادی میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی جس نے ۱۸۱۷ء کے شروع میں تمام ملک شام اور عراق کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ امیر المومنین کو جب اس وبا کی اطلاع ملی تو آپ مدینہ منورہ سے ملک شام کی طرف اس کے تدارک کے لیے چل پڑے۔ آپ وادی تبوک میں سرخ کے مقام پر پہنچے تھے تو سپہ سالاران لشکر استقبال کے لیے حاضر ہوئے۔ یہاں پہنچ کر امیر المومنین کو معلوم ہوا کہ وبانے شدت اختیار کر لی ہے اور سارے علاقے کو لپیٹ میں لے لیا ہے۔ آپ کو مشورہ دیا گیا کہ وہ طاعون زدہ علاقہ میں قدم نہ رکھیں۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور چند ایک صحابہؓ نے رائے دی کہ جب امداد کی خاطر تشریف لاتے ہیں تو اس آفت زدہ علاقہ میں ضرور پہنچا جائے۔ لیکن دوسرے صحابہؓ امر الکرہ رہے تھے کہ آپ اس علاقہ میں نہ جائیں۔ امیر المومنین اس بارے میں متردد تھے۔ اتنے میں حضرت عبدالرحمن بن عوف نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث شریف کا حوالہ دیا "جب تم سنو کہ کسی شہر میں وبا ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب تم کسی ایسے شہر میں ہو جہاں یہ وبا پھوٹ پڑے تو اس کے خوف سے نہ بھاگو"۔ یہ سن کر امیر المومنین مدینہ منورہ کی طرف واپس ہو گئے اور سرداران لشکر کو حکم دے گئے کہ اس وبا سے بچنے کے لیے مناسب تدابیر اختیار کی جائیں۔ لشکر کو صحت افزا مقام پر لے جائیں۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح تمام لشکر کو لے کر جابہ پیچ گئے۔ لیکن یہ موذی مرض ختم ہونے میں نہ آئی۔ بہت سے سپاہی لقمہ اجل ہو گئے اور سپہ سالار حضرت ابو عبیدہ بن الجراح بھی اس موذی مرض کے شکار ہو گئے۔ انتقال کے وقت انہوں نے حضرت معاذ بن جبل کو سپہ سالاری سپرد کی۔ تھوڑے دنوں کے بعد پہلے حضرت معاذ بن جبل کا لڑکا بعد میں وہ خود اس موذی مرض کی وجہ سے انتقال کر گئے۔ حضرت معاذ بن جبل نے انتقال سے قبل حضرت عمرؓ بن العاص کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔

طاعون کی وجہ ہزار ہا مجاہدین شہید

حضرت عمرؓ بن العاص ملک مصر میں داخل ہو چکے تھے لیکن امیر المومنین کو ملنے کی خاطر دارالخلافہ آتے ہوئے تھے

واپسی میں جابیہ کے مقام پر آکر رُک گئے وہ اسلامی لشکر کو جابیہ سے کسی پہاڑی پر لے گئے اور فوج کو چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اس طرح یہ تباہی کچھ حد تک سو دمندر ہیں۔ تاہم اس وجہ میں بڑے بڑے صحابہ فوت ہو گئے اور پچیس ہزار فوجی اللہ کو پیار سے ہوئے۔ اس مرض میں یزید بن ابی سفیان دالی دمشق نے انتقال کیا۔ امیر المومنین نے ان کے بھائی امیر معاویہ بن ابی سفیان کو دمشق کا عامل بنا دیا اور شرجیل بن حسنہ اردن کے عامل مقرر ہوئے۔ خدا خدا کر کے اس موذی مرض سے نجات ملی حضرت عمرو بن العاص اپنے علاقہ مصر میں پہنچ گئے۔ امیر المومنین نے مناسب رد و بدل فرما کر از سر نو فوج کو اپنے مقام پر بھیج دیا۔

ابھی پورے طور پر طاعون سے چٹکارا نہ ہونے پایا تھا کہ ملک حجاز میں ایک بہت بڑا فطرت و نما ہوا بارش کی ایک بوند نے بھی خشک زمین کو تر نہ کیا۔ گرمی کی شدت کی وجہ سے پہاڑ پھٹ پڑے اور مٹی کے ٹیلے ہی ٹیلے نظر آنے لگے۔ عرب خشک سال اور گرد و غبار کی کثرت کو دیکھ کر اس سال کو عام الرماد کہتے تھے شروع بائینہ منورہ میں اس فطرت سالی کے آثار کم ظاہر ہوئے۔ اس لیے کہ شہری تمدن کی وجہ سے لوگ سال بھر کا غلہ پہلے ہی جمع رکھتے تھے۔ لیکن دیہات اور مضافات میں خشک سالی کی وجہ سے انسان اور حیوان مرنے لگے بھیڑ بکریاں، اونٹ سب ختم ہو رہے تھے۔ اگر بکری یا بھیڑ کسی گھر میں پہنچ بھی رہی تو اس کا گوشت کھانے کے قابل نہ رہتا۔ لوگ بھوک اور پیاس کی وجہ سے مر رہے تھے۔ امیر المومنین نے بڑی مستعدی سے ان لوگوں کی امداد کرنا شروع کر دی۔ تمام ممالک محروسہ کو لکھا کہ اہل حجاز کی امداد پر کمر بستہ ہو جائیں اور ساتھ ہی مضافات سے لوگ مدینہ منورہ میں بلائے گئے اور ان کے خیمے کھلے میدانوں میں لگا دیئے گئے۔

امیر المومنین لوگوں کی امداد کرنے میں مستعد ہو گئے۔

پہلے شہر والوں نے ان کی امداد کرنا شروع کی اور جب اہل مدینہ بھی بھوک مرنے لگے تو امیر المومنین کی اپیل پر مصر، دمشق، عراق اور شام سے آنا لگھی اور کھانے پینے کی اشیاء بکثرت آنا شروع ہو گئیں۔ ملک شام سے سب سے پہلے چار ہزار اونٹ آئے کے لدے ہوئے پہنچے۔ حضرت عمرو بن العاص نے عقبہ کی بندرگاہ سے آئے اور گھی سے لدے ہوئے بیس جہاز بھیجے اور اس کے علاوہ ایک ہزار اونٹ آئے کے لدے ہوئے خشکی کے راستہ سے روانہ کیے حضرت امیر معاویہ نے تین ہزار اونٹ اور سعد بن ابی وقاص نے ایک ہزار اونٹ آئے کے لدے ہوئے روانہ کیے۔ اس کے علاوہ حضرت عمرو بن العاص نے پانچ ہزار کبیل اور حضرت امیر معاویہ نے تین ہزار چغے روانہ کیے۔

تقسیم رسد کا طریق

مدینہ منورہ کا انتظام امیر المومنین نے خود اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ روٹی پکا کر سالن میں بھگو دی جاتی۔ یہ خرید دسترخوان پر رکھ دیا جاتا۔ لوگوں کو اپنی موجودگی میں کھلایا جاتا اور باقی ان کے گھروں میں بھی اس طرح بھیج دیا جاتا۔ امیر المومنین کے کارندے تمام رات بھر کھانا پکاتے رہتے اور علی الصبح کھانا تقسیم کرنا شروع کر دیا جاتا۔ شروع شروع میں گنتی کی گئی تو دسترخوان پر کھانا کھانے والوں کی تعداد سات ہزار تھی۔ مستورات بڑھ کر بچے جو دسترخوان پر شریک نہ ہو سکتے ان کی تعداد ۴۰ ہزار تھی جن کے گھروں میں کھانا پہنچانے کا بندوبست کر رکھا تھا۔

امیر المومنین عام لوگوں میں بیٹھ کر کھانا کھاتے

پھر کچھ دنوں کے بعد جائزہ لیا تو دسترخوان پر کھانا کھانے والوں کی تعداد دس ہزار تھی اور جن کے گھروں میں کھانا پہنچایا جاتا ان کی تعداد پچاس ہزار تھی۔ امیر المومنین ان لوگوں میں بیٹھ کر خود بھی کھانا کھایا کرتے تھے بریفول بوڑھوں اور بچوں کے لیے حلوہ وغیرہ تیار کر کے تقسیم کیا جاتا۔

دیگر اضلاع میں تقسیم رسد کا طریق

مدینہ منورہ سے باہر کے اضلاع اور دیگر علاقہ جات میں سالن رسد پہنچانے کے لیے کام عالموں کے سپرد کر رکھا تھا۔ کچا رسد بھی تقسیم ہوتا اور پکا کر بھی کھانا تقسیم کیا جاتا تھا۔ کچا یا پکا رسد جو باہر اضلاع میں بھیجا جاتا اس کی باقاعدہ رپورٹ حاصل کی جاتی۔ امیر المومنین کا اپنا اور گھر والوں کا یہ حل تھا کہ عوام کی طرح خوراک محدود کر رکھی تھی۔ ایک دفعہ امیر المومنین کے سامنے گوشت اور گھی لایا گیا۔ آپ نے کھانے سے انکار کر دیا کہ یہ دو سالن ہیں ایک ہی سالن کافی ہے۔ اسی طرح شہد کے کھلنے سے بھی پرہیز کرنا شروع کر دیا۔ خواہ کتنی ہی ضرورت لاحق کیوں نہ ہو آپ فرماتے میں ایسا کام نہیں کروں گا جس کا قیامت کے دن مجھ سے جواب طلب کیا جائے۔ ایک دفعہ امیر المومنین نے اپنے چھوٹے بیٹے کو تر بوز کھاتے دیکھا فرمانے لگے ولو! امیر المومنین کے لڑکے! تم پھل کھا رہے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بھوک سے مر رہی ہے! لڑکا روتا ہوا گھرا آیا۔ امیر المومنین نے جب اس بات کی تصدیق کی کہ وہ تر بوز مٹھی بھر کھجوریں دے کر لیا تھا تو آپ خاموش ہو گئے۔

اسی طرح "عام الرماد" کے دنوں میں آپ ایک خیمہ سے گزر رہے تھے ایک عورت جلوہ بنا رہی تھی اس سے چچھ لے کر بتایا کہ اس طرح نہیں بلکہ اس طرح بنایا کرتے ہیں۔ ایک رات آپ چمڑے کا تھیلہ اور گھی کا کنسٹر خود کاندھے پر اٹھائے ایک کیمپ کی طرف بھلگے جا رہے تھے جہاں قحط زدہ لوگ بھوک سے مر رہے تھے۔ آپ نے خود اپنے ہاتھ سے کھانا تیار کیا اور ان کو کھلایا۔ آپ نے رسد کی تقسیم میں یہ خیال رکھا کہ اگر زیادہ ہے تو ذرا نٹ سے کھانے کے لیے دے دیا اور تھوڑی ہے تو انہیں لوگوں میں اور شریک کر لیے تاکہ آدھا آدھا سب کو آجائے اور سب کا تھوڑا بہت پیٹ بھر جائے اس طرح ہلاکت سے تو بچ جاویں گے۔

امداد کے دوسرے طریقے بھی اختیار کیے گئے

امیر المومنین اس قحط کو دور کرنے کی انتہائی کوشش فرماتے ہر قسم کا سامان بذاتِ خود اور اپنے عاملوں کے ذریعے مستحقین کو پہنچاتے۔ بیماری میں آپ ان کی عیادت کو جاتے اور اگر وہ مر جاتے تو ان کے کفن وغیرہ کا انتظام فرماتے اور حتی الوسع جنازہ کی نماز خود پڑھاتے۔

نماز استسقاء

بیرونی ممالک سے بھی جب غذائی امداد ناکافی ثابت ہوتی تو عشا کی نماز کے بعد گڑا کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعائیں مانگتے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو میرے ہاتھوں ہلاک نہ کرو اور مجھے اس کا ذمہ دار نہ ٹھہرا۔ اس کے باوجود نماز استسقاء کے لیے تمام علاقہ میں ایک دن مقرر فرمایا اور مدینہ منورہ میں لوگوں کو باہر لے جا کر نماز استسقاء کی ادائیگی فرمائی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روائے مبارک کاندھے پر تھی۔ نہایت خشوع و خضوع سے دعائیں مانگتے تھے گریہ سے حالت ہو گئی کہ داڑھی مبارک ٹر ہو گئی تھی۔ صحابہ کی بھی یہی حالت ہو گئی تھی۔ قریب ہی حضرت عباسؓ تھے ان کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے کہ اللہ العالمین! ہم تیرے حضور میں تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو شفیع بناتے ہیں۔ اس کیفیت سے تمام کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور کوئی ایسی آنکھ نہ تھی جو آنسوؤں سے تر نہ تھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کو ان کی یہ اداسپند آئی۔ آسمان پر بدلی آئی اور موسلا دھار میں نہ لگا۔ پیاسی زمین نے پانی پیا پھر خوب جل تھل ہو گیا۔

امیر المومنین نے دیہاتی قبائل جو قحط سالی کی وجہ سے مدینہ منورہ میں بلائے ہوئے تھے ان کو اپنے اپنے دیہات میں واپس جانے کا حکم دیا تاکہ زمین کو جو تنے میں مشغول ہو جائیں۔ جو لوگ آسانی سے اپنے علاقہ میں نہیں پہنچ سکتے تھے سواری کا انتظام کیا گیا۔ یہ قحط سالی نو بیسٹے تک رہی۔ اس عرصہ میں نہ زکوٰۃ کی وصولی

ہوتی اور نہ ہی وظائف کے تقسیم کرنے کا سوال پیدا ہوا۔ جب حالات معمول پر آگئے تو کارندوں کو حکم دیا گیا کہ ہر صاحب استطاعت سے دو حصے وصول کیے جائیں۔ ایک عام الرمد کا اور ایک حصہ اس کے بعد کے سال کا۔ پہلا حصہ محتاجوں میں تقسیم کر دیا گیا اور دوسرا حصہ بیت المال میں بھیج دیا گیا۔ کارندوں کو یہ حکم تھا کہ زکوٰۃ وصول کرتے وقت کسی کو تنگ نہ کیا جائے اور ان کی مالی حالت کا خیال رکھا جائے۔ اس عام الرمد کے وقت لکھ بھجیا کہ کسی محاذ پر بھی جنگ نہ لڑی جائے خواہ حالات کچھ بھی ہو جائیں۔ اگر مدافعت ناگزیر ہی ہو جائے تو اس کے لیے قدم اٹھایا جائے وگرنہ عام الرمد میں لوگوں کی اعانت اور امداد کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دینا نہایت ضروری ہے تاکہ انسانی زندگیاں ہلاکت سے بچ جاویں۔

عام الرمد میں امیر المومنین کا کردار

عام الرمد میں آپ نے خلیفہ وقت حضرت عمر فاروقؓ کے کردار کا اور ان کے ہمہ وقتی پروگرام کا اندازہ کر لیا ہوگا۔ امیر المومنین نے اپنی پوری قوت اس بات میں صرف کر دی کہ وہ عوام کے دکھ درد میں اسی طرح شریک ہے جس طرح ان کی اپنی ذات کو دکھ پہنچ رہا ہے۔ پھر امیر المومنین کی تنہا اپنی ذات ہی نہیں جو عوام کے دکھ درد میں شریک ہو رہی ہے بلکہ ان کے اہل و عیال بھی برابر شریک ہیں جو عوام کے دسترخوان پر بیٹھ کر امیر المومنین بھی وہی شریک (زیتون میں بھگوئی ہوئی روٹی) کھا رہے ہیں جو عوام کھاتے ہیں۔ عوام کو یہ خیال پیدا ہونے نہیں دیا کہ امیر المومنین "مومنین کی جماعت سے الگ ہیں۔ اس کا کھانا، پینا، رہنا، سہنا کسی خاص اہتمام کے تحت عوام سے علیحدہ ہے۔

عوام کے حکمران کا ہمہ وقتی پروگرام

رسد کی تقسیم کے علاوہ ان کی بیماری میں عیادت کے لیے پہنچ جانا، ان کے مرنے پر ہتھینز و تکفین کا بندوبست کرنا، اور پھر نماز جنازہ خود پڑھانا اور ان کے وراثت کے ساتھ پوری ہمدردی سے پیش آنایا۔ ایسے معاملات میں جن کی نظیر دنیا کے حکمرانوں میں تو قیامت تک نہیں مل سکتی۔ اب اگر یہ حکمران (عمر فاروقؓ) دنیا کے تمام حکمرانوں کو اطاعت گزار اور باجگزار بنا رہا ہے اور اپنے قول و فعل سے درس حکمرانی دے رہا ہے تو کون سے تعجب کی بات ہے؟؟؟..... یہ بے عوام کے حکمران کا ہمہ وقتی پروگرام جو عوام میں سے ہے۔ پھر ذرا خیال کیجئے کہ یہ عوام کے

اس حکمران کا پروگرام ہے کہ جس کے نام کے تصور سے قیصر و کسریٰ کے محلات میں لرزہ پیدا ہو جاتا تھا۔ جس کی سادگی اور عوامی زندگی نے شاہ ایران کو کہنے پر مجبور کر دیا تھا کہ اگر یہ وہی بادشاہ ہے جس کے گھوڑوں کے ٹاپوں نے ایران و روم کے دارالسلطنتوں کو روند کر رکھ دیا ہے۔ تو یہ نبی ہے۔ جس کے جواب میں مسلمانوں نے کہا نبی نہیں ہے بلکہ نبی کے خلیفہ اور ان کے پے پیروکار ہیں.....

معرکہ نہاوند کی وجہ

نارتین کرام پڑھ چکے ہیں کہ عراق کی تسخیر مکمل ہو چکی تھی۔ جولاء کے معرکہ کے بعد یزدجرد و حلوان چلا گیا اور حلوان سے رے پہنچ گیا۔ اسلامی لشکر نے حلوان کو آسانی سے فتح کر لیا اور جب یزدجرد کو معلوم ہوا کہ اہواز بھی فتح ہو گیا ہے اور اہواز کا گورنر گرفتار ہو کر بارگاہِ خلافت میں پہنچ چکا ہے تو وہ رے سے اصفہان اور کرمان ہوتا ہوا خراسان چھا اور اس نے مسلمانوں سے آخری ٹکر لینے کی سرٹوڑ کوشش کی۔ تمام علمائین اور اراکین کو اپنی امداد کے لیے آمادہ کیا اور غیرت دلائی کہ اس طرح ملک کے ٹکڑے ہوتے دیکھتے رہنا جو امر مذہبی نہیں ہے۔ آخر ڈیڑھ لاکھ فوج مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے اکٹھی کر لی۔ فیروزان شاہ ایک بہادر جاناہز سردار کو سپہ سالار مقرر کر کے البرز پہاڑ کے دامن میں نہاوند کے مقام پر پڑاؤ ڈال دیا۔ یہ تمام لشکر مرنے مارنے پر قسم کھاتے ہوئے تھا۔

اس معرکہ میں امیر المومنین کی شمولیت پر اختلافِ آراء

امیر المومنین کو ایرانیوں کے اس اجتماع کی خبر ملی تو انہوں نے اس معرکہ میں خود شریک ہونے کی خواہش ظاہر کی تاکہ کوفہ اور بصرہ ہر دو چھاؤنیوں سے ہر قسم کی فوجی امداد حاصل کر کے ایرانیوں کے اس لشکر سے ٹکر لیں۔ اس رائے سے اکابر صحابہ نے اختلاف کیا اور امیر المومنین کو مجبور کیا کہ وہ دارالخلافہ میں ہی رہ کر ہر قسم کی امداد ہر وقت محاذ جنگ میں پہنچاتے رہیں۔ امیر المومنین نے آخر اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ وہ دارالخلافہ نہیں چھوڑیں گے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس میدانِ جنگ میں کس کو سپہ سالار مقرر کریں؟ آخر بہت سوچ بچار کے بعد امیر المومنین نے حضرت نعمان بن مقرن کو نہادند کے معرکہ کے لیے سپہ سالارِ اعظم مقرر کیا اور ساتھ ہی حضرت نعمان بن مقرن کو اہواز میں لکھا کہ آپ اپنے لشکر کے ساتھ اہواز سے ماہ کی طرف پیش قدمی کریں۔ دوسرا حکم حضرت عبداللہ بن عتبان والی کوفہ کو لکھ بھیجا کہ ایک لکھی لشکر فوراً حضرت حذیفہ بن یمان کی سرکردگی میں حضرت نعمان بن مقرن کے پاس بھیج دو۔ اور اس حکم کے ساتھ یہ

بھی درج کر دیا کہ اگر اس جنگ میں حضرت نعمان بن مقرن سپہ سالارِ اعظم کو مدد پہنچے تو اس کے جانشین خذیفہ بن یمان ہی ہوں گے اور اگر خذیفہ بن یمان کو بھی اس جنگ میں مدد پہنچے تو اس کے جانشین نعیم بن مقرن ہوں گے اور یہ حکم نامہ حضرت سائب بن افرع کو دیا گیا کہ وہ کوثر پہنچ کر عبداللہ بن عثمان والی کوثر کو دے دیں تاکہ اس کی تعمیل جلد ہو سکے اور یہ بھی حکم دیا گیا کہ جنگ کے دوران وہ (حضرت سائب بن افرع) رسد رسانی کے فرائض سرانجام دیں گے۔

تیسرا حکم نامہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ والی بصرہ کو لکھ بھیجا کہ وہ لشکر لے کر ماہِ پہنچیں جہاں حضرت نعمان بن مقرن سپہ سالارِ اعظم ان کے لشکر کا انتظار کر رہے ہوں گے۔

سالارانِ فارس اور اہواز کو لکھا کہ وہ جو کس رہیں تاکہ ایرانی اس رات سے نہادند میں لگ نہ بھیج سکیں امیر المومنین نے یہ تمام انتظامات مدینہ منورہ بیٹھے بٹھائے کر دیئے۔

طلیحہ بن خویلد اسدی کی عظیم کارکردگی

حضرت نعمان بن مقرن کے جھنڈے تلے بیس ہزار سرفروش اور مجاہد تھے۔ سپہ سالار ماہ سے بڑھتا ہوا حلوان پہنچا۔ حلوان سے نہادند نوے میل کی مسافت پر ایک پرانا قدیمی شہر تھا۔ سپہ سالار حضرت نعمان بن مقرن کو ضرورت تھی کہ معلوم کیا جائے کہ حلوان سے نہادند تک دشمن کی فوج کہیں گھات میں تو نہیں بیٹھی ہوئی۔ یہ کام بڑا ہی جان جو حکم تھا لیکن طلیحہ بن خویلد اسدی نے شبِ دروز جنگلوں اور دیروں میں گھومتے پھرتے اس بات کا پتہ لے لیا کہ دشمن کی فوج کہیں بھی گھات میں نہیں بیٹھی۔ راستہ بالکل صاف ہے۔ حضرت نعمان بن مقرن اللہ کا نام لے کر نہادند کی طرف بڑھے یہاں تک کہ دشمن کے قلعہ جات کے قریب پہنچ گئے۔ ابھی نہادند آٹھ نوے میل دور تھا کہ سپہ سالار نے اپنا کیمپ لگا دیا۔

جب اسلامی لشکر خیمہ زن ہو گیا تو فیروزان شاہ نے اپنے قاصد کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ اسلامی سپہ سالار کسی کو اپنا قاصد بنا کر اس کے پاس بھیجیں تاکہ انہام و تغنیم سے مسئلہ حل ہو جائے اور صلح کی کوئی صورت نکل آئے۔

حضرت نعمان بن مقرن نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کو قاصد کی حیثیت سے فیروزان شاہ کے دربار میں بھیجا۔ وہاں جا کر حضرت مغیرہ بن شعبہ نے دیکھا کہ فیروزان شاہ ایک طلاقِ سخت پر بیٹھا ہے اور اس کے ارد گرد چار چوبدار کھڑے ہیں۔

گفتگو کا انداز وہی ہے جو مدائن میں یزدجرد کا تھا کہ عرب جو ہمیشہ پستی کی حالت میں زندگی گزارتے تھے آج

سنہالا انہر ایک لاکھ سے زائد ایرانی مقتول ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عظیم دی۔ عرب اس کو فتح الفتح کہتے ہیں۔

جنگ قادسیہ نے عراق عجم کی قسمت کا فیصلہ کر دیا تھا۔ اس نہادند کی فتح نے فارس کی قسمت کا فیصلہ کر دکھایا۔

مال غنیمت مدینہ منورہ بھیجا گیا

حضرت حذیفہ بن یمان شہر میں داخل ہوئے تمام اموال پر قبضہ کیا اور وہ حضرت سائب بن افرع کے سپرد کر دیا گیا۔ غنیمت کا مل توقع سے زیادہ ہاتھ آیا۔ خمس نکال کر فوج میں جو تقسیم کیا گیا اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ چھ چھ ہزار درہم سوار کے حصہ میں آئے اور دو ہزار درہم پیادہ سپاہی کو ملے۔ اسی اثنا میں ایک موبد (آتش پرستوں کا مذہبی راہنما) حضرت حذیفہ بن یمان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر جین کی آمان دی جائے تو ایک کنج گراں سرمایہ کی نشاندہی کرتا ہوں جو یزدجرد بھاگتے ہوئے اس کے پاس چھوڑ گیا تھا۔ اس موبد کو آمان دے دی گئی اور وہ دو مندوچے جواہرات سے بھرے ہوئے لایا۔ حضرت حذیفہ نے خمس کے ہمراہ دو مندوچے بھی امیر المومنین کی خدمت میں بھیج دیئے اور حضرت سائب بن افرع کو غنیمت کا مال دے کر دارالخلافہ روانہ کیا۔

سپہ سالار اور ان کے ساتھیوں کی

شہادت پر امیر المومنین بے اختیار رو پڑے

چونکہ امیر المومنین نہادند کی فتح کی خبر سننے کے لیے بے قرار تھے۔ اس لیے حضرت حذیفہ بن یمان نے طریف بن بہم کو فی الفور روانہ کر دیا تاکہ جلد از جلد فتح کی خوشخبری امیر المومنین کو جا سنائے۔ امیر المومنین نے سجدہ شکر ادا کیا اور تمام اہل مدینہ کو اس فتح کی خوشخبری سنائی۔ اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد حضرت سائب بن افرع بھی پہنچ گئے۔ امیر المومنین نے حضرت نعمان بن مقرن کا حال دریافت کیا۔ عرض کی کہ وہ شہید ہو چکے ہیں۔ یہ سن کر امیر المومنین بے اختیار رو دنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد جب بو جھٹکا ہوا تو حضرت سائب بن افرع نے مشہور مشہور سرداروں کے نام گنوانے شروع کیے جو اس جنگ میں شہید ہو گئے تھے۔ پھر اس کے بعد حضرت سائب نے کہا کہ اس کے علاوہ اور بہت سے مسلمان شہید ہو گئے ہیں جن کو امیر المومنین

جانتے۔ اس پر امیر المومنین نے بھرائی آواز سے فرمایا اُٹھو انہیں جانتا ہے جس نے انہیں شہادت کے سے نسرانہ فرمایا ہے۔ عمر کے جاننے یا نہ جاننے کو وہ کیا کرے۔

امیر المومنین کا تقویٰ

مالِ غنیمت مسجد نبوی کے صحن میں رکھا گیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت عبداللہ بن ارقم رات بھر پہرہ دیتے رہے۔ حضرت سائب بن افرع نے جواہرات کے دو صندوقے بھی امیر المومنین کو دے دیئے جو امیر المومنین نے بیت المال میں رکھ دیئے صبح کو مالِ غنیمت تقسیم کر دیا گیا۔ حضرت سائب بن افرع واپس کو نہ روانہ ہو چکے تھے کہ امیر المومنین نے ایک اونٹنی سواران کے پیچھے پیچھا کہ سائب کو تلاش کر کے انہیں ان کے پاس لے آئے۔ اونٹنی سوار راستہ میں تو حضرت سائب کو نہ پاسکا البتہ جب وہ اونٹنی سے کجاوہ وغیرہ اتار رہے تھے تو یہ اونٹنی سوار بھی پہنچ گیا۔ امیر المومنین کا پیغام دیا کہ وہ اسی وقت بلا رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت سائب ڈرتے ڈرتے امیر المومنین کی خدمت میں پہنچے۔ امیر المومنین حضرت سائب کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ سائب! تیرا بڑا ہوتو نے یہ جواہرات کے صندوقے مجھے کیوں دے دیئے؟ اور میں نے انہیں بیت المال میں کیوں رکھ لیا؟ ان صندوقوں کو واپس لے جاؤ اور جواہرات کو بیچ کر ان کی قیمت مسلمان مجاہدین میں تقسیم کر دو۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ فرشتے مجھ سے اس کی باز پرس کر رہے ہیں۔

حضرت سائب بن افرع دونوں صندوقوں کو کو نہ لے گئے اور دو لاکھ درہم میں وہ فرخت کر دیئے گئے اور اس رقم کو مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا۔

ایران پر عام لشکر کشی

اس نہادند کی فتح کے بعد امیر المومنین نے عام لشکر کشی کا حکم دے دیا ہمدان والوں نے نہادند اور فیروزان شاہ کا انجام دیکھ لیا تھا۔ اس لیے انہوں نے جزیہ دینے پر صلح کر لی۔ اس طرح جب حضرت موسیٰ اشعریٰ واپس لہرہ جارہے تھے تو راستہ میں دینور والوں سے مٹھ بھٹا ہو گئی۔ پانچ دن کے محاصرہ کے بعد جزیہ دینے پر صلح ہو گئی۔ اہل سیروان اور صحیرہ والوں نے بھی صلح کر لی۔

ہمدان مفتوح ہو گیا دیگر علاقہ جات کے

سردار بھی جزیہ دینے پر رضامند ہو گئے

نہاوند کی شکست کے بعد ایرانیوں کے حوصلے بہت پست ہو گئے تھے لیکن یزدجرد کی موجودگی لوگوں کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتی تھی۔ حضرت احنف بن قیس کی وہ بات بالکل درست تھی کہ جب تک یزدجرد زندہ ہے ایرانی مسلمانوں کے خلاف شورش برپا کرتے ہی رہیں گے۔ اس لیے امیر المومنین نے مناسب سمجھا کہ تمام ایران پر شکر کشی شروع کر دی جائے۔ چنانچہ دارالخلافہ بیٹھے ہوئے احکام اس طور روانہ فرمائے کہ مندرجہ ذیل سرداران ایران کے علاقہ میں حسب ہدایت پھیل جائیں تاکہ سیاسی شورشیں ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں۔

بشر شمار	نام سردار	علاقہ جس کی طرف پیش قدمی کا حکم ہوا ہے
۱	احنف بن قیس	خراسان
۲	مجاجع بن مسعود سلمی	اردشیر شاہ پور
۳	عثمان بن ابی العاص	اصطخر
۴	ساریہ بن زینم	ذرا بگرد
۵	سہل بن عدی	کرمان
۶	عاصم بن عمرو	سجستان
۷	حکم بن عمرو تغلبی	مکران
۸	عبداللہ بن عتبان	اصفہان

فارس اور آذربائیجان ایران کے

دو بازو اور اصفہان اس کا سر ہے۔

امیر المومنین نے ہرمزان سابق شاہ ابواز سے مشورہ کیا کہ حملہ فارس کی طرف سے ہو یا آذربائیجان کی طرف سے یا اصفہان کو مقدم رکھا جائے۔ ہرمزان نے جواب دیا کہ فارس اور آذربائیجان ایران کے دو بازو ہیں اور اصفہان اس کا سر ہے اگر بازو کاٹ جائے تو دوسرے بازو سے کام لیا جاسکتا ہے لیکن اگر

سرکاٹ دیا جائے تو دلوں بازو بیکار ہیں۔ امیر المومنین نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ چنانچہ عبداللہ بن عثمان نے امیر المومنین کے حکم سے سب سے پہلے اصفہان کا رخ کیا۔

فتح اصفہان

اصفہان صوبہ کا نام بھی ہے اور ایک شہر کا نام بھی ہے جو اس وقت صوبہ کا صدر مقام تھا، بڑا تجارتی شہر تھا، علاقہ بڑا سرسبز و شاداب تھا، وہاں کا پہ سا لاکھ شہریار ایک لشکرِ خزارے کے مقابلہ میں نکلا۔ تھوڑی بہت جھڑپوں کے بعد اس نے مبارزت طلبی کی۔ اس کے مقابلہ میں عبداللہ بن عثمان بھی نکلے۔ ایک دو دن کے بعد شہریار کو قتل کر دیا۔ فوج بھاگ کر قلعہ بند ہو گئی لیکن تھوڑے دنوں کے بعد جزیہ ادا کرنے پر صلح ہو گئی اور اصفہان کا شہر فتح ہو گیا

ہمدان والوں کو دوبارہ مطیع کیا گیا

اسلامی لشکر اصفہان سے آگے بڑھنے والا تھا کہ اطلاع ملی کہ اسفندیار رستم زابلستانی کے بھائی نے ایک نیا محاذ جنگ تیار کر لیا ہے۔ دوسری طرف سے ہمدان سے بھی بغاوت ہو گئی۔ اسفندیار نے دیلم کے سرداروں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ ان سب نے مل کر مسلمانوں کے خلاف ایسی آگ بھڑکانی کہ مقابلہ میں نہادانہ کے معرکہ کی یاد تازہ ہو گئی۔ سپہ سالار اعظم نعیم بن مقرن تھے۔ انہوں نے اس طریق پر کمان کی کہ بے شہاد طلبی، اصفہانی اور ہمدانی مقتول ہوئے اس کے بعد ہمدان والوں کو دوبارہ مطیع کیا اور جزیہ دینے پر صلح ہو گئی اور ساتھ ہی ایک اسلامی لشکر ہمدان میں متعین کیا گیا تاکہ دوبارہ بغاوت نہ ہو۔ اس فتح کی خوش خبری کی اطلاع عروہ بن زبید کے ہاتھ مدینہ منورہ بھی گئی۔ امیر المومنین کو اصفہان کے بدرے میں بہت فکر تھا شہر سے اکثر باہر نکل آتے اتنے میں عروہ نظر آئے۔ وہ وہی عروہ تھے جنہوں نے واقعہ جسر کی شکست کی خبر مدینہ منورہ میں آگرائی تھی۔

امیر المومنین کو اصفہان کی فتح کی بہت خوشی تھی

ان کو دیکھتے ہی امیر المومنین فرمانے لگے "بشیر" عروہ نے سمجھا کہ نام پوچھ رہے ہیں بتایا عروہ آپ نے فوراً انا اللہ وانا الیہ راجعون" پڑھا۔ اس وقت عروہ کو معلوم ہوا کہ امیر المومنین خوشخبری سنا چاہتے ہیں عرض کرنے لگے کہ اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عظیم دی ہے۔ امیر المومنین بہت خوش ہوئے۔ اس کے بعد جب کبھی عروہ کو دیکھتے تو اس کو "بشیر" کہہ کر لپکارتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر المومنین کو میلان

جنگ میں لڑنے والوں کے بارے میں کس قدر فکر دامن گیر تھا۔ اگرچہ وہ مدینہ منورہ میں رہتے تھے لیکن وقت مجاہدین کی بہتری کے بارے میں سوچتے رہتے تھے۔

رے مفتوح ہو گیا

امیر المومنین نے نعیم بن مقرن کو حکم لکھ بھیجا کہ وہ رے کی طرف بڑھیں۔ رے بہت بڑا تجارتی شہر تھا۔ مال و دولت کی بہت فراوانی تھی۔ مشرق و مغرب کے تجارتی مال کی منڈی تھی۔ اس شہر میں بہت زیادہ آتشکدے تھے جس کی وجہ سے شہر کی مذہبی حیثیت بہت بڑی تھی۔ شہر کے ارد گرد بڑی فیصل تھی یہاں کا حاکم سیادش بن ہران بن ہرام چوبیس تھا جو بہادری میں اپنے ہم عصروں میں امتیازی حیثیت رکھتا تھا۔ اس نے نہاوند، طبرستان، قومس اور جرجان والوں سے امداد طلب کر لی تھی۔ ایرانی فوج قلعہ بند ہو کر مقابلہ کرنا چاہتی تھی بدیں وجہ جلد مھسور ہو گئے۔ چند دنوں کے بعد اسلامی فوج محاصرہ کر کے اکتا گئی تھی۔ اس عرصہ میں حضرت نعیم بن مقرن نے ایک خفیہ راستہ معلوم کر لیا تھا۔ ایک دستہ فوج اس خفیہ راستہ سے شہر میں داخل کر دیا اور بلقی تمام فوج فیصل کے سامنے مقابلہ کرتی رہی۔ عقب کے حملہ سے ایرانیوں کو بوکھلا دیا۔ چنانچہ بہت سے ایرانی قتل ہو گئے۔ آخر جزیرہ دینے پر صلح ہو گئی۔ سیادش وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ زینبی کو وہاں کا سردار مقرر کر دیا۔

قومس، بسطام اور جرجان کی فتح

بنی امیہ اور بنی عباس کے دورِ خلافت میں بھی رے کا شہر بارونق رہا البتہ اس کے قریب تہران کے آباد ہونے سے اس کی رونق کم ہو گئی تھی۔ رے والوں کی حالت دیکھ کر قومس والوں نے بھی جزیرہ دینے پر صلح کر لی۔ اس کے بعد بسطام، دبستان اور جرجان والوں نے بھی صلح کر لی۔ جرجان والوں کی ایک شرط یہ تھی کہ وہ جزیرہ نہیں دیں گے بلکہ وہ ہر قسم کی امداد دینے کے لیے تیار ہیں جزیرہ حقیقت میں ذمیوں کے جان و مال کی حفاظت کے سلسلہ میں وصول کیا جاتا تھا۔ جب جرجان والوں نے فوجی خدمت دینے کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دیا تو وہ ذمی کی حیثیت سے دن گزارنے لگے۔

طبرستان اور آذربائیجان بھی مفتوح ہو گئے

طبرستان اور آذربائیجان کے حکمرانوں نے بھی جزیرہ دینا قبول کر لیا۔ آذربائیجان میں بہت سے آتشکدے تھے کیونکہ آذربائیجان کے معنی آتشکدے کے ہیں۔ بعد میں اس کا نام ماژندران پڑ گیا۔

بحر قزوین میں آذربائیجان کی طرف ایک بندرگاہ ہے جسے باب الابواب کہا جاتا ہے جہاں کے حاکم نے فوجی خدمات دینے پر صلح کر لی۔ باب الابواب سے آگے ترکوں سے لڑنے کے لیے اسلامی فوجیں بڑھنا چاہتی تھیں کہ امیر المومنین کی طرف سے حکم پہنچ گیا کہ آگے نہ بڑھا جائے اور اس کے تھوڑے دنوں کے بعد امیر المومنین کی شہادت کی خبر پہنچ گئی۔

اصطخر کی فتح

اصطخر کا شہر اسکندریہ یونانی کے حملہ کے دوران تعمیر ہوا تھا۔ یہ بڑا مشہور شہر تھا یہاں کے رہتے والوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا تھا۔ لیکن امیر المومنین کی شہادت کی خبر سن کر بغاوت کر دی۔ حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت میں دوبارہ اسے فتح کیا گیا۔

دار بگرد کی فتح

دار بگرد - پہاڑ کے دامن میں ایک شہر تھا۔ ایرانی سپہ سالار نے کردوں سے بھی امداد حاصل کر لی تھی یہ سالار ساریہ بن زینم سلمیٰ تھے۔ یہاں بہت زور و شور سے لڑائی ہو رہی تھی کہ اسلامی فوج کے عقب میں پہاڑ کی طرف سے راستہ کھلا ہوا تھا۔ سپہ سالار کو اس راستہ کا علم نہ تھا۔ اسلامی فوج پہاڑ سے ہٹی ہوئی تھی اور خطرہ تھا کہ اگر دشمن کی فوج عقب سے حملہ کر دے تو اسلامی فوج درمیان میں آکر پس جائے گی۔ امیر المومنین جمعہ کے روز یہ نہ منورہ میں خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک فرمانے لگے "یا ساریہ الجبل" یا ساریہ الجبل "یہ الفاظ سپہ سالار کے کانوں میں ہزاروں میلوں کے فاصلہ سے پہنچ گئے۔ غیبی امداد سمجھ کر انہوں نے پہاڑ کو پشت میں لیا اور بڑی مستعدی سے دشمن کا مقابلہ کیا اور ان کو عبرتناک شکست دی۔ بہت سا مال غنیمت حاصل ہوا۔ اور جواہرات کی ایک ٹوکری بھی پہاڑ کے ہاتھ لگی۔ وہ ٹوکری فوج سے ہبہ کے طور پر لے لی اور قاصد کے ہاتھ مال غنیمت کے ساتھ اس جواہرات کی ٹوکری کو بھی بھیج دیا۔ قاصد نے ٹوکری کو چھپائے رکھا اور علیحدگی میں جواہرات سے بھری ہوئی ٹوکری امیر المومنین کے سپرد کر دی۔ امیر المومنین نے فوراً ہی وہ ٹوکری قاصد کو دے دی کہ اس کو فرودخت کر کے اس کی رقم مجاہدین میں تقسیم کر دی جائے۔

۴ اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہٹ جا۔

مکران کی فتح

مکران کا علاقہ بھی بہت جلد فتح ہو گیا۔ یہاں کے مال غنیمت کے ساتھ ہاتھی بھی دلا الخلاذہ میں بھیجا گیا۔ اہل عرب نے ہاتھی نہیں دیکھا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد جب قاصد جانے لگا تو ہاتھی بھی واپس بھیج دیا کہ اس کو بیچ کر رقم مجاہدین میں تقسیم کر دی جائے۔

سجستان کی فتح

سجستان بھی جلد فتح ہو گیا۔ یزدجرد سجستان میں موجود تھا شکست کی خبر سن کر بھاگ کھڑا ہوا۔

ہرات کی فتح

ہرات کو بھی جلد فتح کر لیا گیا۔ ہرات کی فتح کے بعد خراسان کا صوبہ فتح ہو گیا۔ یزدجرد سجستان سے بھاگ کر ہرات پہنچ گیا تھا لیکن جب ہرات فتح ہو گیا تو وہ "مرورود" کی طرف بھاگ گیا۔

بلخ کی فتح

احنف بن قیس اس کے تعاقب میں گئے ہوئے تھے آخر یزدجرد مرورود سے بھاگ کر بلخ سے ہوتا ہوا خاقان ترک کے پاس سمرقند چلا گیا۔ اس کے بعد بلخ کو بھی فتح کر لیا۔ اس طرح تمام خراسان کا علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔

امیر المومنین کو جب خراسان کے فتح ہونے کی خبر پہنچی تو فرمانے لگے کہ کاش خراسان اور ہمارے درمیان آگ کا سمندر ہوتا اور ساتھ ہی حکمناہ لکھ بھیجا کہ مزید پیش قدمی بند کر دی جائے۔ خاقان ترک سے جنگ نہیں چھیڑنی۔

یزدجرد نے خاقان ترک سے امداد کی درخواست کی وہ یزدجرد کی امداد کی غرض سے بلخ تک آ پہنچا درمیان میں دربا حائل تھا۔ ادھر احنف بن قیس نے خاقان ترک کے کانوں تک امیر المومنین کا پیغام پہنچا دیا اور یہ اعلان جاسوس کے ذریعہ ترک فوج میں بھی پہنچ گیا۔ اس کے بعد خاقان ترک نے اچھی طرح دیکھ لیا کہ مسلمان پیش قدمی کرنا نہیں چاہتے وہ اپنی سرحد سے واپس فرغانہ پہنچ گیا۔

یزدجرد بلخ سے ہوتا ہوا بے شمار دولت فرغانہ سے لے جانا چاہتا تھا، لیکن ایرانی سرداروں نے

اس سے یہ دولت چھین لی اور خالی ہاتھ فرغانہ پہنچا۔ اسلامی سپہ سالار نے ملل غنیمت دار الخلافہ بھیج دیا۔ اس تمام مال و متاع کو مسجد نبوی میں رکھا گیا پھر اس کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس موقع پر امیر المومنین نے مسلمانوں سے خطاب کیا۔

امیر المومنین کا لوگوں کو احکام الہی کی طرف توجہ دلانا

اما بعد! اللہ تعالیٰ نے مجھ کو سلطنت کو تباہ اور اس کے شیرازہ کو منتشر کر دیا ہے اب اس ملک میں کوئی قوت نہیں جو مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کی زمین ان کے ملک اور ان کے مال و اولاد کا وارث بنا دیا ہے یہ دیکھنے کے لیے کہ تم کیا کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا حکم پہنچا دیا، اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ اب تمہیں بھی چاہیے کہ اس کے حکم کی تعمیل میں اس شخص کا خیال رکھو جو تم سے کہے ہوئے حمد کا احترام کرتا ہے اور اپنے وعدہ سے نہیں پھرتا ہے اپنے آپ کو نہ بدلو ورنہ خدا تمہیں بدل کر تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئے گا۔ مجھے اس امت کی بدبختی کا کوئی اندیشہ نہیں مگر یہ کہ تم ہی ان کے لیے مصیبت بن جاؤ۔

فارس کی فتح اور یزدجرد کا اپنے ملک سے فرار عہد فاروقی میں ہوا حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں ان ایرانیوں نے مکمل اطاعت اختیار کر لی تھی۔

یزدجرد کا اپنے ملک سے فرار

یزدجرد آخر دم تک اپنے ہم خیال لوگوں سے خط و کتابت کرتا رہا۔ ان کو لڑائی کے لیے آمادہ کرتا رہا یہاں تک کہ اس خیال کی تکمیل کے لیے وہ ترکستان سے مرور و بھی آیا اور ایک آخری ٹکر لینے کے ایرانیوں کو تیار کیا جس میں ایرانیوں کو شکست ہوئی اور کشت و خون کے بعد وہاں سے بھاگا۔ اسلامی فوج تعاقب میں لگی ہوئی تھی۔ بعض ایرانی سردار بھی اس کو گرفتار کرنا چاہتے تھے تاکہ روز بروز کا خرخشہ ختم ہو۔ یزدجرد بھی اپنی جان بچاتا پھر رہا تھا کہ ایک پن چکی والے کے ہاں رات کو ٹھہر گیا۔ اس پن چکی والے نے جواہرات کے لالچ میں اسے قتل کر دیا اور لاش کو پانی میں بہا دیا اس طرح ساسانی سلطنت کا دور عثمانی خلافت میں کلیتہً ختم ہو گیا۔

شاہان کسری کے خاتمہ کے اسباب

اسکندر مقدونیہ کے حملے سے پہلے ایرانی سلطنت بہت وسیع تھی۔ اس وقت کیانی خاندان کی حکومت تھی جو بحر روم، بحر اسود، خلیج فارس، دریائے سندھ، کشمیر، تبت اور بحیرہ کاہن تک پھیلی ہوئی تھی اس کا

پایہ تخت اصغر تھا۔ اسکندر مقدونیہ نے اس سلطنت کو تاخت و تاراج کیا۔ دارالسلطنت اصغر کو جلا کر اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ وہ ایک طوفانی حملہ تھا جو آیا اور چلا گیا۔ البتہ اس کے حملہ نے اس وسیع و بزرگ سلطنت کی جڑیں ہلا دی تھیں۔

کیانی سلطنت کی بنیادوں پر ہی

ساسانی خاندان کی بنیاد ڈالی گئی

بعثت نبوی سے چار سو سال پہلے اردشیر بابکان نے کیانی سلطنت کے اکثر حصہ کو اپنی سلطنت میں شامل کر کے خلیج فارس، دریائے فرات، بحیرہ کسپین، دریائے سندھ اور دریائے جیحون کے درمیان ساسانی خاندان کی ایک وسیع سلطنت قائم کر لی اور تمام براعظم ایشیا میں اس کی سیادت تسلیم ہونے لگی۔ اس نے اپنا دارالخلافہ مدائن بنایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے وقت نرشیرداں عادل ساسانی حکمران تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اس نرشیرداں عادل کا پوتا خسرو پرویز حکمران تھا۔ یہ طاقتور اور بارعب بادشاہ تھا۔

مغرب میں رومی سلطنت دو حصوں میں تقسیم تھی۔ ایک مغربی حصہ جس کا دارالسلطنت اٹلی کا پایہ تخت روما تھا جو آج کل بھی اٹلی کا دارالخلافہ ہے اور دوسرا حصہ مشرقی تھا جس کا دارالسلطنت قسطنطنیہ تھا یہاں کے حکمران قیصر روم کہلاتے تھے۔

قیصر روم کی سلطنت

خسرو پرویز شاہ ایران کے زمانہ میں اس مشرقی روم کی سلطنت کا فرمانروا قیصر فوقا تھا۔ خسرو پرویز اور قیصر فوقا میں دوستانہ مراسم تھے۔ یوں سمجھا جاتے کہ دنیا کے متمدن علاقہ میں ان ہر دو بادشاہوں کی سیادت تسلیم کی جاتی تھی۔

قیصر فوقا کے اراکین سلطنت اندرون کشمکش کی بنا پر اپنے بادشاہ کے خلاف ہو گئے اور ملک میں عام بغاوت ہو گئی جس میں قیصر فوقا کو قتل کر دیا گیا۔ قیصر روم کے مشرقی مہنوعات میں مصر کے گورنر کو بہت اہمیت تھی۔

قیصر فوقا کو قتل ہو جانے کے بعد عہدین سلطنت نے مصر کے گورنر کو تخت و تاج کی دعوت دی وہ

گورنر اپنے بڑے بچے کی وجہ سے خود تو قسطنطنیہ نہ گیا..... البتہ اس کا جواں سال اور جواں بخت لڑکا ہرقل عمائدین سلطنت کی دعوت پر قسطنطنیہ پہنچ گیا اور قیصر فوقا کے تخت پر اس کو بٹھلا دیا گیا۔ ہرقل باہوش حکمران تھا اور امور سلطنت سے خوب واقف تھا۔ لوگ اس کے جن انتظام سے قدمے مطمئن ہو گئے لیکن ابھی اس نے ملک کی باگ ڈور ہی سنبھالی تھی کہ خسرو پر دیز نے اس کے مقروضات پر حملہ کرنے کی صورت پیدا کر لی کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ قیصر فوقا اس کا دوست ہے۔ اس کو قتل کر دیا اور ہرقل نے تخت تاج پر قبضہ کر لیا ہے۔

ملک شام ہرقل کے زیر نگیں تھا۔ خسرو پر دیز نے ملک شام پر حملہ کر دیا اس کو تاخت و تاراج کر کے فلسطین کو فتح کر لیا۔ پھر اسکندریہ پر اپنی فتح کے نشانات قائم کرتا ہوا واپس اپنے ملک کو چلا گیا اور جاتے ہوئے اپنے ساتھ فلسطین سے صلیب بھی لے گیا۔ جنگ پانساٹ سال تک رہی اور بغت نبوی کے اٹھویں سال میں ختم ہوئی۔

ایرانیوں نے روم والوں کو عبرتناک شکست دی

ایرانی مشرک تھے وہ عیسائی اہل کتاب پر غالب آگئے۔ اہل مکہ ایرانیوں کی فتح پر بہت خوشیاں منا رہے تھے اور مسلمانوں پر طعن و تشنیع کر رہے تھے کہ ان کے ہم مذہب (مشرک) روم کے اہل کتاب پر غالب آگئے ہیں۔ اسی دوران سورہ روم نازل ہوئی جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا غُلِبَتِ الرُّومُ فِي اَدْنٰى الْاَرْضِ وَهُم مِّنْ بَعْدِ غَلِبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فَاِذْ بَصُوحِ سِنِيْنَ ۝۱۰ اس آیت مبارکہ کو سن کر اہل مکہ بہت متعجب ہو رہے تھے کہ روم والوں کو ایرانیوں نے ان کے گھروں میں گھس کر قتل کیا ہے اور ان کو عبرتناک شکست دی ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ روم والے دوبارہ جلد ہی کامیاب ہو جائیں گے۔ ہرقل نے شکست کے بعد پوری تیاری شروع کر دی اور پانساٹ سال کے اندر اندر اس قابل ہو گیا اپنا کھویا ہوا اقتدار دوبارہ حاصل کرے چنانچہ اس نے ملک شام پر ایک فیصلہ کن جنگ شروع کی جس میں ایرانیوں کو شکست ہوئی۔

۱۰ اہل روم ایک قریب کے موقع میں مغلوب ہو گئے اور وہ ایسے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب تین سال کے لئے کرنرسل آنگ کے اندر ماند غالب آجائیں گے۔

رومیوں نے آخر ایرانیوں سے اپنا بدلہ لے لیا

ملک شام پر تو ہرقل کا قبضہ ہونا ہی تھا، اس نے عراق میں بھی ایرانی مقبوضات کو تاخت و تاراج کر کے ان کو اپنا باجگذار بنالیا۔ ادھر رومیوں نے ایرانیوں پر غلبہ حاصل کیا تھا۔ ادھر کسٹھ میں مسلمانوں نے کفار کو جنگ بدیہ میں عبرتناک شکست دی تھی۔ پانچ سال تک قیصر کسری کی تھوڑی بہت چٹپٹ چلتی رہی یہاں تک کہ کسٹھ میں دونوں حکومتوں میں صلح ہو گئی۔ قیصر روم نے اپنی غضب شدہ صلیب خسرو پر ویزنٹ حاصل کر لی اور خسرو پر ویزنٹ نے اپنا عراق کا علاقہ اس صلیب نامہ کی رو سے واپس لے لیا۔ بہر حال ہر دو سلطنتوں میں بیداری کے آثار نمودار ہو گئے تھے اور اپنی اپنی جگہ ہر سلطنت بہت ہوشیار اور چوکس ہو گئی تھی۔

قیصر کسری کے تمدن کے اثرات

ان دونوں سلطنتوں کے تمدن دنیا کے تمام ملکوں اور قوموں پر چھپائے ہوئے تھے۔ ہر دو ملکوں کے درمیان حجاز سے عراق اور شام کے واسطے سے ملتے تھے۔

عراق میں کچھ عرب قبائل آباد تھے جہاں چھوٹے چھوٹے سردار حکمران تھے ان کا تقریباً تنزل براہ راست کسری سلطنت سے متعلق تھا۔ ملک شام میں عرب مستقر آباد تھے۔ یہ بھی چھوٹے چھوٹے حصوں میں بٹے ہوئے تھے لیکن یہ سردار مذہباً عیسائی تھے اور وہ قیصر روم کے زیر اثر تھے۔ بظاہر تو وہ اپنے آپ کو آزاد سمجھتے تھے لیکن حقیقت میں ان کا رجحان رومیوں کی طرف ہوتا تھا۔ اور رومی بھی ان کی ہر وقت امداد کرتے رہتے تھے۔ بعض مقامات پر ملک شام اور ملک عراق کی حدود مل جاتی تھیں اور ہر دو ملکوں کے سردار مناد کے تحت اکٹھے بھی ہو جاتے تھے۔ اندر میں حالات ایران اور روم کے اقتصادی، سماجی، معاشرتی اور اثرات عراق و شام کے واسطے سے ملک حجاز پر اثر انداز ہو رہے تھے اور ہر دو سلطنتیں اس نوزائیدہ اسلامی کو بغور دیکھ رہی تھیں۔

خسرو پر ویزنٹ کے مقتول ہونے کے ساتھ ہی بین کا علاقہ کسری سلطنت سے کٹ کر اسلامی سلطنت شامل ہو گیا اور وہاں پر باذان گورنر کی وجہ سے اسلام پھیلنا شروع ہو گیا۔

خسرو پر ویزنٹ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبلیغی مراسلہ کو غصہ میں پھاڑ دیا اور قاصد سے گتہ لہجے پر پیش آیا ساتھ ہی باذان گورنر زمین کو لکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو در خاکم بدہن اگر فاجر کے ہمارے پاس باقی اگلے صفحہ پر

ملک شام میں قیصر روم نے شرجیل بن عمرو غسانی والی بصرہ کو امداد دینے کے سلسلہ میں اپنی فوج مرحد شام پر لاکھڑی کی جس کی وجہ سے جنگ موتہ ۶۲۷ء، غزوة تبوک ۶۲۹ء اور اسامہ بن زید کے لشکر کی پیش قدمی ۶۳۰ء کے واقعات رونما ہوئے جن کی تفصیل قارئین کرام گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے فتنہ ارتداد کے زمانہ میں داخلی انتشار

سے ملحقہ حکومتوں کو باخبر ہونے نہیں دیا تھا

بر محل قیصر و کسری ہر دو سلطنتیں اس نئی اسلامی سلطنت کو مٹانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی دور رس نگاہ نے پہلے ہی ان کے ناپاک ارادوں کا سدباب کر دیا۔ عین اس وقت جب کہ فتنہ ارتداد کی وجہ سے اندرونی انتشار حد تک پہنچ چکا تھا اس وقت بھی ان دونوں ملکوں کی حدود پر اپنے چھوٹے چھوٹے دستے صرف اس غرض سے بھیج رکھے تھے تاکہ وہ کبھی کبھار ان علاقہ جات کو تھوڑی بہت جھڑپوں سے ہراساں رکھیں اور ملک حجاز کے اندرونی معاملات کی خبر تک نہ ہونے دیں۔ جونہی آٹھ نومبر کے عرصہ میں فتنہ ارتداد کا کھیلہ استعمال ہو گیا اس کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے خارجی معاملات کی طرف توجہ دی تاکہ قیصر روم کی طرف سے جارحیت کا مسئلہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔ اس کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

رومی اہل کتاب تھے وہ دعوت اسلام کو سمجھتے ضرور تھے

رومی اہل کتاب تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ نبی آخر الزمان کا ظہور ہونے والا ہے۔ صرف ذاتی عناد یا سیاسی غرض و غایت کے تحت وہ دعوت اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے تھے۔ ویسے جنگ یرموک کی شکست کو دیکھ کر رومیوں نے زیادہ ٹکر لینے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ بخلاف ایرانیوں کے انہوں نے ہر مقام پر عربوں سے پوری طاقت کے ساتھ ٹکر لی صرف اس لیے کہ وہ مادی اسباب پر بحث کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے کسروی تاج و تخت کو بچانے کے لیے شاہی خاندان کے افراد کو ادا لنا بدلتا شروع کر دیا۔

(باقی حاشیہ) باذان نے دوسرا مدینہ منورہ بھیجی انہوں نے صورت حال آگاہ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ضرور پرویز رات اپنے لڑکے کے ہاتھوں قتل ہو گیا ہے وہ سردار واپس میں چلے گئے واقعہ کی تصدیق ہونے پر باذان مسلمان ہو گیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کو دہاں کا گورنر رہنے دیا۔

شیردہ اپنے باپ خسرو پرویز کو قتل کرنے کے بعد تھوڑے دن زندہ رہا۔ اس کے بعد اس کا کسین لڑکا اردشیر تخت نشین ہوا۔ اس کو بھی ایک ایرانی سپہ سالار شہریار نے قتل کر دیا اور خود تخت پر قابض ہو گیا۔ ایرانی سرداروں نے اس شہریار کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر شیردہ کی بہن اور خسرو پرویز کی لڑکی بوران کو تخت پر بٹھا دیا۔ عمائدین سلطنت نے بوران کو بھی ایک سال چند ماہ کے بعد تخت سے اتار دیا۔ اس کے کئی نو عمر لڑکے اور عورتیں یکے بعد دیگرے ایران کے تخت پر بیٹھتی رہیں تا آنکہ آخری تاجدار یزدجرد ساسانی تخت نشین ہوا۔

ایرانی عربوں کو بہت حقیر سمجھتے تھے

ایرانی مشرک تھے وہ نبوت کی شان سے قطعاً ناواقف تھے۔ اسی لیے غزور و بکریں اگر خسرو پرویز نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبلیغی مراسلہ کو پھاڑ دیا تھا جس کو کسین کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی سلطنت بھی عنقریب پارہ پارہ ہو جائے گی۔ بہر حال اپنی جہالت اور آبائی تکبر کی وجہ سے انہیں دعوتِ اسلام کو سمجھنے کی سوجھ بوجھ ہی نہ تھی، صرف اپنے قومی فخر و مباہات کی جھلپوں پر دھنسی میں چلتے پھرتے تھے اور عرب ایسی قوم کو تو بہت ہی حقیر جانتے تھے جس کا مظاہرہ ہر مقام پر ہوتا رہا ہے خواہ وہ مدائن کا کسروی پایہ تخت ہو یا قادیسیہ اور نہادند کے میدان جنگ میں سپہ سالاروں کے ٹھاٹھ بھاٹھ کے درباروں ہر جگہ.....

ز شیر شتر خوردن دوسو سمار
عرب را بہ جاتے رسید است کار
کہ تخت کیوں راکتد آرزو
تغابرتو اسے چرخ گرداں تفوا

کے مضامین کی تفسیر تھی اور بس..... حالانکہ عرب اسلام کی وجہ سے سر بلند اور فاتح بنے ہیں اور وہ اسلام کی دعوت کو تمام روزے زمین پر بننے والوں کے کانوں تک پہنچانا چاہتے ہیں۔

اسلام حق ہے اور باطل باطل ہے

اسلام حق ہے اور لوگوں کو حق کی دعوت دیتا ہے۔ اس حق کے مقابل باطل کو ٹھہرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ جو شخص حق کی دعوت کو قبول کر لیتا ہے اس کو وہی حقوق ان واحد میں مل جاتے ہیں جو ایک دیرینہ مسلمان کے حصہ میں آتے ہیں۔ ہاں اگر کسی کو کسی پر تفوق ہے تو اس کے اعمالِ حسنہ اور اخلاقِ فاضلہ کی وجہ سے ہے۔ اس لیے جس کسی نے اسلام کی اس غالب دعوت کو قبول کر لیا وہ مساویانہ حقوق لینے کا حقدار ہو جاتا

سماجی زندگی میں اسلام امن و سلامتی پیش کرتا ہے۔ جو اقوام اسلام کی دعوت کو قبول کر لیتی ہیں وہ عرب و عجم کے خود ساختہ امتیازات سے بالاتر ہو جاتی ہیں۔ لیکن جو اقوام اسلام کی دعوت کو تو قبول نہیں کرتیں لیکن اپنے آپ کو مسلمانوں کے سپرد کر دیتی ہیں ان کے جان و مال کی حفاظت مسلمانوں کے ذمہ ہو جاتی ہے اور اس ذمہ داری لینے کے بدلے میں مسلمان ان سے حقیر سی رقم بطور حق الخدمت وصول کرتا ہے اور اگر ان ہر درد شقول میں سے کوئی سی شق قابل قبول نہیں سمجھی جاتی تو تلوار میدان جنگ میں فیصلہ کر دیتی ہے۔ اس کا فیصلہ ہے اور پاکباز مسلمانوں کے حق میں ہو کرتا ہے اس لیے کہ وہ داعی حق ہیں اور وہ باطل کو نقشِ باطل سمجھ کر مٹانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی تو فرما دیا ہے۔

بِجَاءِ الْحَقِّ وَرَهَقُ الْبَاطِلِ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

کسری اقتدار نے مسلمانوں کے آگے سر تسلیم خم نہیں کیا

کسری اقتدار نے اچھی طرح دیکھ لیا کہ تلوار نے ہر مقام پر فیصلہ عرب مسلمانوں کے حق میں دیا ہے جن کو وہ بہت حقیر سمجھتے ہیں (خواہ عرب مسلمانوں کے مقابلہ میں ایرانیوں کی تعداد کئی گنا زیادہ کیوں نہ ہو.....) اگر کسری اور اس کی رعایا کو دعوتِ اسلام کو قبول کرنے سے انکار تھا تو مسلمانوں کے اس سیلاب کے "باجگذاری" کے بند سے روکا جاسکتا تھا۔ لیکن کسری نے "انا" نے بزعم خود اس پشتیمان سے کام لینا گوارا نہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی سیلاب کے آگے اپنا اور اپنی رعایا کے اقتدار اور وجود کو خس و خاشاک کی طرح بہنے دیا۔ آخر وہ وقت بھی آگیا جب یزدجرد شاہ ایران کسری کی حالت میں مقتول ہوا اور ساسانیوں کی تمام جاہ و حشم کو اپنی لاش کے ساتھ دریا میں بہا کر لے گیا۔

وفا داری بشرط استواری اصل ایمان ہے

مرے بت خانہ میں تو کعبہ میں گاڑ دبر بہن کو

یہ چند سطور اس لیے لکھی ہیں کہ واضح کر دیا جائے کہ اسلام ملکی فتوحات حاصل کرنے کے لیے دنیا میں

یزدجرد اپنی جان چھپاتا پھرتا تھا کہ وہ ایک پن چکی والے کے ہاں رات گزارنے کے لیے ٹھہر گیا اس پن چکی والے نے جو اہرات کے لالچ میں آکر شاہ ایران کو قتل کر دیا اور اس کی لاش کو پانی میں بہا دیا۔ یہ واقعہ ۶۲۳ء کا حضرت عثمانؓ کے دور خلافت کا ہے۔

عق حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل مٹنے والا ہی ہے۔

نہیں آیا اور نہ ہی جنگ و جدال اس کا نصب العین ہے اسلام کے نام لیروں کا کام تو صرف دعوتِ اسلام پیش کرنا ہے اور بس مسلمان کو کھینچ تان کر میدانِ جنگ میں لایا گیا ہے وہ خود بخود نہیں آیا۔ یہی وجہ ہے کہ واقعاتِ گزشتہ کی روشنی میں مورخ کو کہنا پڑتا ہے کہ دو مہمہ الجندل اور حیرہ کی شکست ایرانیوں کے لیے کافی تھی کہ سمجھ لیا جاتا کہ اسلامی فتوحات کے سیلاب کو ہرگز روکا نہیں جاسکتا۔ البتہ "جزیرہ" یا "باہگنداری" سے پشتیان لگایا جاسکتا ہے..... پھر اپنے کھوئے ہوئے اقتدار کے حصول کی خاطر قادیسیہ کی فیصلہ کن جنگ، سقوطِ مدائن، جلولاء اور اردگرد کے معرکہ ہائے حرب و ضرب باہوش و مدبر حکمران کو سچے پر مجبور کر سکتے ہیں کہ ہوا کا رخ کس سمت کو ہے؟

اصول جہانگیری اور جہانبنانی کو نہ اپنایا گیا

دوسری طرف امیر المومنین کا بار بار پیغام پہ سالاروں کے نام پہنچتا ہے کہ آگے بڑھنے کی کوشش نہ کی جائے۔ حتیٰ کہ اہواز کے حکمران ہرمزان کی آستے دن کی بغاوت کے بعد جب حضرت احنف بن قیس اس ہرمزان کو لے کر امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو امیر المومنین نے احنف بن قیس اور اس کے ساتھی پہ سالاروں سے یہ کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ذمیوں سے اچھا سلوک نہیں کرتے اور ان سے یکے ہوتے عہد و پیمان کی پابندی پوری طرح نہیں کرتے جس کی وجہ سے یہ ذمی بغاوت کرتے ہیں..... حضرت احنف بن قیس نے عرض کی کہ امیر المومنین! ہماری طرف سے ایسی کوتاہی نہیں ہوتی۔ اس کا واحد سبب یزید جو..... شاہ ایران جب تک زمرہ ہے اس نے اپنے کھوئے ہوئے اقتدار کے حصول کی خاطر اپنی تمام رعایا کو داؤ پر لگا دیا ہے۔ اس لیے اس کی ناکہ بندی ضروری ہے۔ امیر المومنین نے احنف بن قیس کی اس بات کی زبانی تصدیق کی۔ لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد جب معرکہ نہادندہ پیش آیا تو امیر المومنین کو احنف کی بات کی مزید تصدیق ہو گئی۔ اسی لیے نہادندہ کی فتح کے بعد امیر المومنین نے ایران کے ملک پر عام لشکر کشی کا حکم دے کر حضرت احنفؒ کے قول کی عملی تصدیق فرمادی۔

نہادند، خراسان، سجستان اور اصفہان کے صوبہ جات تسخیر ہو جانے کے بعد یزید جو در شاہ ایران کو قتل ہونے کی بجائے یازدہ ذاتِ خود بہادروں کی طرح سے کسی محاذ پر کمان اپنے ہاتھ میں لینی چاہیے تھی تاکہ اسلامی قوتِ شوکت کا اس کو خود بخود اندازہ ہو جاتا یا خاقان تاتار کے پاس جا کر شاہی ہمان کے طور پر زندگی کے دن گزار دینے چاہیے تھے..... مگر ہوا کیا؟ فرغانہ میں خاقان تاتار کے ہاں رہتے ہوئے سیاسی پناہ حاصل کی پھر وہاں سے بھاگے ہوئے ایرانی سرداروں کو ایک تخت کرتار باکہ وہ مسلمانوں پر حملہ کرتے کے لیے تیار ہو چادیں اور

خود بلخ پہنچ گیا اور حیب بلخ بھی فتح ہو گیا تو وہاں سے بھی بھاگ نکلا۔ ایسی بے شمار مثالیں ہیں جو بتا رہی ہیں کہ یزدجرد شاہ ایران اصول جہانگیری اور جہانبانی سے ناواقف تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے اپنے سرداروں نے اس سے شاہن سلف کے زیور ملت اور جواہرات لے کر اس کو ملک سے نکال دیا یہاں تک کہ وہ ایک پن چکی واڑے کے ہاتھوں مقتول ہو گیا۔ اس کے قتل ہونے کے ساتھ ہی ایران پر مکمل قبضہ ہو گیا اور ایران میں اسلام پھیلنا شروع ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی حروف پوری ہوئی

یزدجرد اور اس کی حکومت تباہ و برباد کیوں نہ ہوتی جب کہ اس کے دادا خسرو پر دینرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نامہ مبارک بک غصہ میں پھاڑ دیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ اللہ تعالیٰ نے صرف چودہ پندرہ سال کے عرصہ میں حروف بحرف پورے کر دکھائے۔

ویسے اسباب کی دنیا میں اگر غور کیا جائے تو اس کی اپنی ہلاکت اور ملک میں خون خرابہ کی ذمہ داری مسلمانوں پر عائد نہیں ہوتی بلکہ اس قاتل پر ہوتی ہے جس نے اسلام کی سیدھی سادھی تعلیم کو سمجھنے کی بجائے کفر عتادی کے طور پر اس کی مخالفت کرنا شروع کر دی۔

اسلامی فتوحات کو اسکندر، چنگیز خان، ہلاکو خان

کی فتوحات سے کوئی نسبت نہیں ہے

اسلامی فتوحات کا مقابلہ اسکندر مقدونیہ، چنگیز خاں، ہلاکو خان وغیرہ کی فتوحات سے کرنا حقیقت میں انصاف کا منہ پڑانا ہے۔ ان فاتحین عالم نے ہر محاذ پر وہ وہ مظالم ڈھائے کہ انسانیت منہ چھپانے پر مجبور ہو رہی ہے۔ شہروں میں لوٹ مار کرنا، دشمن کی فوج کے جواڑوں کے خون سے میدان کو لالہ زار بنا دینا تو معمولی بات تھی۔ بے گناہ شہریوں کو آمان دے کر قتل کرنا، پھر ان کے سردوں اور لاشوں سے مینار کھڑے کرنا اور ہتھتے بستے شہروں کو جلا کر خاکستر کر دینا اور ادنیٰ سی بات پر لکھو کھما اناتوں کو تکلیف دے دے کر موت کے گھاٹ اتار دینا ان فاتحین عالم کا روزمرہ کا مشغلہ تھا۔

مسلمانوں کے اصول جہانگیری

دوسری طرف مسلمانوں کے امیر کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ پہلے دعوتِ اسلام پیش کی جائے اگر قبول کر لی جائے تو وہاں کے باسی مسادی معقوق کے حقدار ہیں۔ اگر دعوتِ اسلام قبول نہ کریں تو ذمی ہو کر رہیں اور جزیہ کی حقیر سی رقم بطور حق الخدمت ادا کریں۔ اس میں بھی معذور، فقیر اور نادار کو مستثنیٰ کر دیا جاتا ہے۔ پھر جزیہ وصول کرنے کے بعد ان ذمیوں کے جان و مال اور آبرو کی حفاظت ان مسلمان فاتحین کے ذمہ ہو جاتی ہے۔ ان ذمیوں کے مذہب اور رسم و رواج میں دخل دینے کا حق ان مسلمان فاتحین کو ہرگز ہرگز نہیں ہوتا اگر ان دونوں صورتوں میں سے کوئی ایک بھی اختیار نہ کی جائے تو مجبوراً حق و باطل کا فیصلہ میدانِ جنگ میں ہوتا ہے۔ اس وقت بھی امیر المومنین کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ کسی بوڑھے، بچہ، بیمار، اچھ اور عورت پر ہرگز دست درازی نہ ہونے پائے، ان کی عبادت گاہیں معمول کے مطابق قائم رہتی ہیں۔

گھمان کی لڑائی کے وقت کسی مسلمان فوجی سے دشمن کوئی معاہدہ کرے تو اس کو نبھانا اور اس پر عملدرآمد کرنا سپہ سالار سے لے کر ادنیٰ سپاہی تک کو لازم ہو جاتا ہے۔ اگر کسی کو امان دے دی گئی ہے تو اس کی آمن لا محالہ قائم رہے گی خواہ کتنا ہی نقصان مسلمان قوم کو پہنچ رہا ہو۔ معاہدہ ہر حالت میں برقرار رہے گا۔ اور ہر حالت میں آمن قائم رہے گی۔ امیر المومنین بار بار اس بات کی تاکید فرماتے کہ معاہدہ کی پابندی کی جاتے۔ جہاں کہیں محاصرہ طوالت اختیار کر جائے تو امیر المومنین کی طرف سے پہ سالار کو یہ پیغام پہنچتا ہے کہ معلوم ہوا ہے کہ آپ نے اللہ اور اللہ کے رسول کے احکام بجالانے میں کوتاہی کی ہے وگرنہ حق کے مقابلہ میں باطل اتنی دیر نہیں ٹھہر سکتا! ان الفاظ سے یہ مفہوم نہیں لیا جاتا تھا کہ قرب و جوار کے سپنے والوں پر بلا وجہ سختی کی جائے اور ان میں خوف و ہراس پیدا کیا جائے۔ بلکہ امیر المومنین کے الفاظ جاں سپاری اور جزیہ شہادت کو تیز کرنے کے لیے ہمیں کام دیتے تھے اور جب اتنی قربانی کے بعد وہ شہر مفتوح ہو جاتا تو انتقامی صورت نہ ہوتی بلکہ وہی مراعات قائم رکھی جاتیں جو جنگ کرنے سے پہلے ان کے لیے پیش کی جاتی تھیں اور ایسا بھی ہوا کہ انتہائی پریشانی اور مجبوری کی حالت میں جب کبھی دشمن کی فوج نے اسلامی فوج سے آمان کی بھیج مانگی ہے تو ان کو نہایت خندہ پیشانی سے آمان ہی نہیں دی بلکہ مزید مراعات اپنی طرف سے پیش کر دیں۔

بار بار کی عہد شکنی بھی مسلمانوں کے صبر و تحمل پر اثر انداز نہ ہوا کرتی تھی۔ جب میدانِ جنگ کا یہ علم

ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے "EVERY THING IS FAIR IN LOVE AND WAR" محبت اور جنگ میں ہر بات جائز ہے تو عام زندگی میں امن و آمان کے وقت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیووں کی وجہ سے کس قدر رحمت برستی ہوگی۔

ۛ قیاس کن زگلستان من بہار مرا

بہر حال یزدجرد کے نخوت و غرور نے پورے ملک کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا اور اپنی رعایا کو مسلمانوں کے اخلاق سے متاثر ہونے کا موقع ہی نہ دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ طبیعتوں نے اسلام تو قبول کیا لیکن بعض طبائع میں مسلمانوں کے خلاف بغض و عناد کی چنگاری تحت الشعوری کے طور پر سلگتی رہی۔ اس لیے ایرانی حضرت فاروق اعظم کو ساسانی شاہی خاندان کو مٹانے والا تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ ظہر العسائی البرؤ العجریبا کببت ایدی الناس ہ ساری تباہی خود خسرو پر دیز اور یزدجرد نے اپنے ہاتھوں پیدا کی ہے۔ وگرنہ اس کے برعکس ہر قتل شاہ روم نے اپنی سچی کھچی عبادت پر ہی قیصریت کی بلڈنگ کو کھڑا رہنے دیا۔ یرموک کی جنگ ملک شام میں پہلی فیصلہ کن جنگ تھی۔ اس کے بعد ہر قتل کو اندازہ ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کو حرّات اور جنگجو یا نہ صلاحیتوں کے ملک ہیں۔ دمشق، حلب، حمص، جزیرہ اور فلسطین وغیرہ مملکات میں رومیوں نے زیادہ اڑنے کی ضرورت محسوس نہیں کی بلکہ اکثر جگہوں میں رومیوں نے جزیرہ دینے پر صلح کر لی۔

حضرت عمرو بن العاص نے ملک مصر پر حملہ کرنے کی اجازت بڑی مشکل سے حاصل کی۔ وہ بھی ایسی صورت میں کہ اربطون رومی سپہ سالار بھاگ کر مصر جا پہنچا اور بہت ممکن ہے کہ امیر المؤمنین کی بیت المقدس کی واپسی کے فوراً بعد فلسطین پر حملہ کر دے اور اس علاقہ میں بغاوت اور شورش پیدا کر دکھائے۔

حضرت عمرو فتوحات کے دامن کو سمیٹنا چاہتے تھے

ملک مصر کو حضرت عمرو بن العاص نے بڑی دانشمندی، شجاعت اور سپاہیانہ تدبیر سے بڑے تھوڑے عرصہ میں فتح کر لیا۔ باب لیون، کر لیون اور اسکندریہ وغیرہ چند جگہوں میں خونریز لڑائیاں ہوئیں جو ہر قتل کے نقطہ نگاہ سے ناگزیر تھیں۔ ورنہ رومی تھوڑی بہت مدافعت کے بعد صلح کر لیتے۔ سپہ سالار اپنی اور اپنی قوم اور ملک کی عاقبت اسی میں سمجھتے کہ مسلمانوں سے زیادہ مقابلہ نہ کیا جائے۔ حضرت عمرو بن العاص برقہ، طرابلس تک پہنچ گئے۔ اس کے بعد وہ جنوبی افریقہ کی طرف پیش قدمی کرنے کی اجازت

طلب کرتے رہے لیکن امیر المومنین نے سختی سے منع فرما دیا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے قیساریہ کی فتح کے بعد قبرص (سائپرس) پر حملہ آور ہونے کی اجازت طلب کی۔ امیر المومنین نے انکار کر دیا۔ اگرچہ سیاسی اعتبار سے یہ پیشقدمی نہایت ضروری تھی مگر قسطنطنیہ کی طرف سے رومیوں کے حملہ کو روکا جاسکے۔

اس سیاسی ضرورت کے باوجود امیر المومنین نے امیر معاویہؓ کو سمندر میں لڑنے سے منع فرما دیا۔ ایسی بے شمار مثالیں ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ فتوحات کے دامن کو سینٹنا چاہتے تھے۔ جنگے بدل اور خونریزی سے اجتناب کرتے تھے۔ آپ نے بارہا فرمایا کہ کاش ہمارے اور خراسان کے درمیان آگ کا سمندر ہوتا تاکہ اس علاقہ میں پیش قدمی نہ کی جاتی۔

ملک شام پر وسیع پیمانہ پر پیشقدمی کرنے کا سبب

اب ایک سوال کا جواب دینا رہ گیا ہے کہ ملک شام میں وسیع پیمانہ پر پیش قدمی کیوں کی گئی۔ اجمالاً تو اس کا جواب دے دیا گیا ہے کہ رومی مسلمانوں کے حدود سلطنت میں داخل ہو کر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔ لیکن اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ رومی عرب مستعمرہ کی آزاد ریاستوں کو بغور دیکھ رہے تھے کہ وہ اس نرزانیدہ اسلامی سلطنت کو کس طور اور کب مغلوب کریں گے۔ اسی لیے وہ ان آزاد ریاستوں کو خفیہ امداد بھی دیتے رہتے تھے۔ جنگ موتہ، غزوة تبوک اور حضرت اسماءؓ کے لشکر کی پیش قدمی اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں جن کا ذکر گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

یہ تو کوئی چھپی ڈھکی بات نہیں ہے کہ شریجیل عثمانی حکم بھرہ اور دمشق کے گورنر کو ان کی نازیبا حرکات کی سزا دینا نہایت ضروری ہو گیا تھا۔ اس صورت میں اگر رومی ان کی امداد نہ کرتے تو ان ہردو دایاں کو ان کے اپنے یکے کی سزا جلد مل جاتی۔ لیکن رومیوں نے نہ صرف ان کی امداد کی بلکہ انہوں نے اسے اپنا ذاتی معاملہ بنالیا۔ اس وجہ سے رومیوں سے باز پرس کرنا بھی سیاسی طور پر ضروری ہو گیا۔ اگر رومی حیرت میں نہ آتے تو مسلمانوں کو ان سے الجھنے کی چندال ضرورت نہیں تھی۔ لیکن رومیوں کو اس غلط پیمانے دہری کی بنا پر یرموک، دمشق، انطاکیہ، حلب، حمص، جزیرہ اور فلسطین کے محاذات پر لکھو کھما فوجیوں کو جنگ کی بجٹی میں جھونکنا پڑا۔ پھر ان جنگوں میں جو نتائج نکلے ہیں وہ ہمارے سامنے ہیں۔

ملک مصر تو سیاسی مصلحت کی بنا پر میدان کا درزار بنا تھا اگر نہ امیر المومنین تو ہر قدم پر یہی کہتے تھے کہ لڑائی کے میدان کو وسیع نہ کیا جائے بلکہ تنگ کر دیا جائے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ملکِ مصر اور ملکِ شام کے مفتوح ہونے کے وقت خونریزی اس قدر نہیں ہوئی جس قدر عجم اور فارس کی فتوحات کے وقت ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رومی اہل کتاب تھے اور سمجھتے تھے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ورود کتبِ سماویہ میں درج ہے۔ ان کو تردد اس امر میں تھا کہ عرب کے بجائے ان کا ظہور ملکِ شام میں ہوگا۔ ورنہ وہ نبی کی تعلیم اور اس کے مشن کے منکر نہیں تھے۔ اسی وجہ سے رومیوں نے جب اسلامی فتوحات کے اٹھتے ہوئے سیلاب کو دیکھا، پھر ان حملہ آوروں کی مروت اور پاسداری وعدہ اور دیگر اخلاقِ حسنہ کو ان کی روزمرہ کی چلتی پھرتی زندگی میں جاری و ساری دیکھا تو ایرانیوں کی طرح ہر قدم پر اڑنے کی کوشش نہیں کی بلکہ عافیت کوشی کا طریقہ اختیار کیا۔ جزیہ یا خراج دے کر اپنے آپ کو تباہ و برباد ہونے سے بچایا۔ اس کے برعکس شاہِ ایران نے ذاتی اقتدار کی خاطر اپنے ملک اور اپنی قوم کو بھینٹ چڑھلایا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایرانی شہنشاہیت اپنے تمام کردار کے باوجود اس اسلامی سیلاب کے سامنے ٹھہرنے لگی اور عس و خاشاک کی طرح بہ گئی۔ اور ایک اسیخ زمین بھی باقی نہ رہی جو کسرومی اقتدار کے لیے آخری سنبھال بن سکے۔ اس کا بڑا سبب یہ ہے کہ ایرانیوں نے عرب فاتحین کے سامنے تسلیم نہیں کیا اور عربوں کی برتری کو قبول نہیں کیا۔ ایرانیوں نے عرب شہنشاہوں کو تلامذہ خیز موجدوں سے الجھتے اور انہیں دریا میں پایاب اترتے دیکھ کر "دیوان آمدند" "دیوان آمدند" چلاتے ہوئے راہ فرار تو اختیار کر لی لیکن مسلمانوں کی شجاعت کا اعتراف کرنا پسند نہیں کیا اور نہ ہی اپنی کمزوری اور بزدلی پر افسوس ہی کیا۔ بڑے بڑے دیوبکر جنگی ہاتھیوں کی ایک بڑی تعداد تو میدانِ جنگ میں لاکر کھڑی کر دی لیکن عربوں کے اس فنی مہات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جو انہوں نے اپنے اوتھوں پر سیاہ مچول ڈال کر پیش کی جس کی وجہ سے ایرانی گھوڑے بدکنے اور بھاگنے پر مجبور ہو گئے جس کی وجہ سے ایرانیوں کی فتح شکست میں تبدیل ہو گئی۔ بار بار کی عہد شکنی کر کے درپے درپے شکست کھانے کے نتائج سے دوچار ہونے کی ذلت کو تو گوارا کر لیا لیکن ایک حلیف کی حیثیت سے زندگی گزارنے کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی اپنی مداخلت کے لیے کوئی موثر قدم ہی اٹھایا۔ پدم سلطان بودا پدم سلطان بودا کے خوش کن نژادوں میں اپنے ساتھ اپنی رہی سہی ساکھ کو ڈبو کر ہی دم لیا۔

کسریٰ کی حکومت برائے نام نہ تھی

اگر یہ کہا جائے کہ کسروئی حکومت برائے نام تھی تو یہ غلط خیال ہے۔ اس وقت کی تمدن دنیا میں ایران اور روم دو ہی سلطنتیں تھیں جن کے تمدن کو دنیا نے اپنایا ہوا تھا اور ایرانی شہنشاہیت تو وہ تھی جس نے کچھ عرصہ پہلے رومی سلطنت کو پے درپے شکستیں دی تھیں اور اس عرب و عرب میں رومیوں کی

صلیب (مذہبی نشان) تک کو چھین کر لے گئے تھے اور ان کے بڑے بڑے شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی۔ پھر ہر قلعہ و قلعہ نے دن رات کی تیاری کے بعد جب انہیں ایرانیوں سے لڑکر اپنے مفتوحہ علاقہ جات کو حاصل کر لیا تو ہر دو حکومتوں کے درمیان صلح ہو گئی۔ اس وقت ایرانی جاہ و چشم میں کمی نہیں آئی تھی۔ بلکہ ہر دو حکومتیں برابر کی سمجھی گئی تھیں۔

یزدجرد شاہ ایران کا تکبر اور غرور

ان حالات کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ مٹی بھر عرب سرزمین حجاز سے اٹھ کر بیک وقت قیصر کسری کی حکومتوں کے تخت الٹ کر رکھ دیتے ہیں۔ رومیوں نے حتی المقدور مداخلت کرنے کے بعد عرب کی سیادت کو تسلیم کر لیا۔ اس طرح اپنے بہت سے علاقہ جات مفتوح ہونے کے باوجود بھی ملک کے ایسے علاقے بچا لیے جہاں اس کی قیصریت کا وجود کچھ دنوں تک قائم رہا۔ لیکن کسری اقتدار نے آخری دم تک عربوں کی برتری کو تسلیم نہیں کیا اور یہی سمجھے رہے کہ اجڈ عرب تہذیب و تمدن سے کلیتہً عاری ہیں، ایک بگڑے کی طرح اٹھے ہیں جو طوفانی صورت کے بعد خود بخود بیٹھ جائیں گے۔

شاہ ایران نے حملہ آور اور فاتح قوم کے اصولوں کو نہ ہی خود سمجھا اور نہ ہی اپنی رعایا کو سوچنے اور سمجھنے کا موقعہ دیا۔ پلے درپلے شکستیں کھاتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک تباہ ہو کر رہ گیا۔ آخر شاہ ایران کس سپہری کی حالت میں مقتول ہو کر ساسانی خاندان کا خاتمہ اپنے ہاتھوں کر گیا۔ اس طرح کہ جَاءَ الْحَسُّ وَزَهَّقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔ کا عملی ثبوت اہل دنیا کے سامنے آ گیا۔

ایرانی جفا شعار ظالم اور جابر فاتحین کو ہی فاتح سمجھتے رہے

کیا یزدجرد کے مرنے کے بعد ملک ایران میں اسلام نہیں پھیلا؟ اسلام پھیلا اور ضرور پھیلا اسلامی تہذیب و تمدن کو ایرانیوں نے اپنایا۔

شاہ ایران کے نزدیک اسکندر مقدونی، بنت نصر، چنگیز خان وغیرہ قسم کے لوگ ہی فاتح ہو سکتے ہیں جو بارونق شہروں کو بلا وجہ جلا کر خاکستر دیتے ہوں اور بے گناہوں اور نیتے شہریوں کو قتل کر کے ان کے سردوں اور جسموں کے مینار تیار کر کے فتح کے شادیاں بجاتے ہوں۔ شاہ ایران کے نزدیک اسلام کے فرزند فاتح کہلانے کے حقدار نہیں ہیں جو میدان جنگ اور عین گھمنان کے موقعہ پر بھی کسی عورت، بچے، بوڑھے، راجہ اور موبد کو قتل کرنا گناہ عظیم سمجھتے ہوں۔ معاہدہ ہو چکنے کے بعد انسانی خون کا بہانا تو

درکار کسی پھلدار درخت کو بھی کاٹنا گناہ کبیرہ سمجھتے ہوں، جن کے امیر کی طرف سے یہ پیغام پہنچتا ہو کہ محاصرہ کی طوالت کی وجہ مرث یہ ہو سکتی ہے کہ مجاہدین نے کتاب و سنت پر عمل کرنے میں کوتاہی کی ہے ورنہ حق کے مقابلہ میں باطل اتنی دیر نہیں ٹھہر سکتا۔ تمام لشکریوں کو جمع کر کے اس بات سے آگاہ کریں اور اپنے دینی اور جانی نقصان کی تلافی استغفار سے کریں۔“

ایسے قدسی صفات فاتحین کو شاہ ایران اور اس کی سپاہ اپنی نظر میں فاتح نہ سمجھتے ہوں تو نہ سمجھیں لیکن دنیا ان کے گن گارہی ہے۔ البتہ ہر قتل قبیر روم نے جب مسلمان مجاہدین کے اوصاف سے کہ وہ دن کو گھوڑے کی پیٹھوں پر اور رات کو مصلوں پر خدا کے حضور میں اپنا وقت گزار دیتے ہیں، تو اس نے بے تکلف اپنے دربار میں اعلان کر دیا کہ اگر ان کی یہی حالت ہے تو وہ اس زمین پر بھی قبضہ کریں گے جس پر وہ بیٹھا ہوا ہے اس کی رعایا بھی موقعہ شناس تھی۔

ایک واقعہ

ایک مشہور واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ بن العاص باب لیون کی فتح کے بعد کئی مہینے وہیں ٹھہرے رہے اور وہ اس انتظار میں تھے کہ امیر المومنین کی طرف سے ملک پہنچے تو اسکندریہ کی طرف بڑھا جائے۔ اس انتظار میں قبلی اور رومی جو شہر میں رہا کرتے تھے وہ عربوں کی چال ڈھال پر اپنی پراسٹیوٹ مغل میں ہنسا کرتے تھے اور ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ بن العاص کو اس تحقیر آمیز رویہ کی اطلاع ملی تو انہوں نے قبلیوں اور رومیوں کو ایک دعوت میں بلایا اور ان کے ساتھ عربوں کو بھی ایک ہی دسترخوان پر بٹھا دیا۔ خوراک کب تھی اونٹ کا کچا پکا گوشت جس میں شوربا کی بھرمار تھی۔ عرب اپنے طریق پر کھاتے اور گوشت کو توڑنے میں بے تکلفی کرتے اس طور پر کہ ساتھیوں کو گھین آئی اس طرح ہنسی خوشی میں یہ تقریب ختم ہو گئی۔ دوسرے دن پھر دعوت کی گئی ہے۔ قبلیوں اور رومیوں کو پھر ایک ہی دسترخوان پر عربوں کے ساتھ بٹھا دیا۔ اس روز کھانا رومیوں کی پسند کا تھا۔ عربوں نے رومیوں اور مصریوں کے ساتھ بیٹھ کر نہایت سلیقہ کے ساتھ کھانا کھایا۔ یہ دیکھ کر رومی اور قبلی بہت حیران ہو گئے۔ تیسرے روز عربوں کی فوجی پریڈ دکھائی گئی جس کو دیکھ کر رومی اور قبلی نہایت متعجب ہوئے اور ان کے دل سے یہ خیال دور ہو گیا کہ عرب محض میدان جنگ کے کھلاڑی ہیں، بلکہ ان کو تسلیم کرنا پڑا کہ عرب سلیقہ اور نفاست کے لحاظ سے تمدن اقوام سے بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد ان قبلیوں اور رومیوں کو عربوں کے بارے میں تسخر اڑانے کا خیال تک بھی پیدا نہ ہوا۔ امیر المومنین کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا

کہ عمر بن العاص نے اس غلطی کی اصلاح کھانا کھلانے میں کر دکھائی ہے جو تلوار سے بھی نہیں ہو سکتی تھی.....

اس واقعہ کے پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جو قوم فاسقانہ حیثیت سے ملکوں میں داخل ہو رہی ہے وہ مفتوح اقوام کے تمام ادب و پختہ پنچ کے معاملات سے واقف ہوتی ہے خواہ وہ معاملات بزم کے ہوں یا بزم کے.....

ردمیوں اور قبیلوں کے ملکوں اور شہروں کو فتح کرنے میں اسلامی لشکر کو اتنی دقت نہیں ہوتی جتنی کہ یزدجرد شاہ ایران کے ملک میں ہوتی ہے۔ اس لیے نہیں کہ ایرانیوں نے مدافعت ایسی ڈٹ کر کی کہ عربوں کی بہت سی طاقت ضائع ہو گئی..... نہیں ہرگز نہیں۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ ایرانیوں کو اپنی مدافعت کرنے میں بے انتہا جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا اور اخیر تک یہ سمجھتے رہے کہ ہجرتوں کا دیگرے نیست۔

یوں تو دنیا کی تاریخ میں اقوام فاتح اور مفتوح ہوتی آئی ہیں لیکن جلتے افسوس ہے کہ ایرانی فوجوں کو مدافعت کی بھی طاقت نہ ہو۔ یزدجرد شاہ ایران..... میدان جنگ میں خود کمان کرنے کی ہمت نہ رکھتا ہوا اور اخیر وقت میں خاقان تاتار کے پاس شاہی مہمان کی صورت میں بھی اپنے شکست خوردہ سرداروں کو بار بار مسلمانوں کے خلاف ابھارتا رہے تاکہ وہی کسی کسر بھی باقی نہ رہے..... نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ ایران مقتول ہو گیا، اس کا خاندان ختم ہو گیا اور اب ایرانی عوام عربوں کے رحم و کرم پر رہ گئے۔

آخر ایران میں اسلام پھیلا..... اور سعید ادراد نے اسلام کو دل سے قبول کر لیا۔ لیکن چند ایک نے اسلام کو اس لیے قبول کیا کہ میدان جنگ میں تو عربوں کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ مسلمانوں کو ان کے مذہبی اور داخلی معاملات میں الجھا دیا جائے جس کی وجہ سے عربوں سے انتقام اچھا فاما یا جاسکتا ہے۔ ان کے خیال میں الْحُبُّ يَتَوَارَتْ وَالْبُغْضُ يَتَوَارَتْ کا اصول کامیاب ہے۔ اس لیے کہ نئی نسلوں کے شیر خوار بچوں کے رگ دریشہ میں محبت اور بغض کے جذبات ماں کے دودھ کے ساتھ نشوونما پاتے ہیں اور یہی جذبات پروان چڑھ کر دل و دماغ پر مسلط ہو جاتے ہیں اور عمل کی دنیا میں گاہ بگاہ متشکل بھی ہوتے رہتے ہیں..... پھر علمی اور اعتقاد کی دنیا میں نون میخ نکالنا عوام کا ایک طرح کا مشغلہ بن جاتا ہے خود تیار کردہ قصص کی صورت پیدا ہو جاتی تاکہ رفتہ رفتہ..... عقائد و اعمال میں ایک

ع محبت بھی ورثہ میں آتی ہے اور بغض بھی ورثہ میں آتا ہے۔

علیحدہ راستہ آنکھوں کے سامنے نظر آنے لگ جاتا ہے۔

مقنوع اقوام کا تخریب کار عنصر فاتحین کے خلاف بغض و عناد

کے جذبات نئی نسلوں میں منتقل کر کے اپنی شکست کا بدلہ لینے کی کوشش کرتا ہے

حقیقت میں کسی قوم سے انتقام لینے کا یہ طریقہ نہایت کامیاب رہا ہے کہ خود ساختہ قصص کو اعتقادات میں ایسا سودیا جائے جو نسل بعد نسل ماں کے دودھ کے ساتھ منتقل ہوتے رہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پھر ایک دور ایسا بھی آجائے کہ قوم بالکل جداگانہ نظر آنے لگے۔ اس وقت یہ نژادی مسائل ہی نہیں رہتے بلکہ سیاسی صورت اختیار کر جاتے ہیں، جس کو سمجھانے کے لیے تلوار اور قلم دونوں بے بس نظر آتے ہیں۔ عوام تو عوام ہیں، خواص میں بھی اتنی سکت نہیں رہتی کہ چھان پھٹک کر اختلافات کی خلیج کو پاٹ سکیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ایسے افراد کا پہلا بھڑوڑ علمی اور مذہبی میدان میں ایسا ہوتا ہے کہ کسی کے ہوش و حواسی سبب نہیں رہتے۔

۷ چھ دراپیوں درے انداز ساقی

حریفان رانہ سرماند و نہ دستار

جب لیگانوں کی یہ حالت ہے کہ ان کے اعتقادات کی جڑوں کو نژادی اور اختلافی مسائل دیکھ کی طرح چاٹ رہے ہوں تو بیگانوں پر کاہے کاہنے اگر وہ اسلام کی جڑوں پر کھلم کھلا کھارا چلا رہے ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۸ من از بیگانگاں ہرگز نہ نام

کہ با من ہرچہ کرداں آشنا کرد

اس دینی اور مذہبی آدیزش سے ایک وقت ایسا بھی آجاتا ہے جب اپنوں کے طعن و تشنیع سنتے سنتے اور بیگانوں کے گھاؤ کھاتے کھاتے تنگ آکر دیر و حرم سے ہی انسان بے نیاز ہو جاتا ہے۔

۹ ساقی نہ معلوم کتنی افیوں شراب میں ملا دیتا ہے جس کی وجہ سے حریفوں کو نہ اپنے سر کی ہوش رہتی ہے اور مذہبی دستار کی۔

۱۰ میں بیگانوں پر شکوہ و شکایت نہیں کر رہا۔ میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ اپنوں نے کیا ہے۔

تنگ تکے آخر میں نے دیر و حرم کو چھوڑا

واعظ کا واعظ چھوڑا، چھوڑے تیرے فسانے

بہر حال ایسے حالات کے بعد ایک سٹیج ضرور آتا ہے جہاں پر ایک بھوکا روٹی کے ٹکڑے کے عوض اپنے ایمان کا سودا کر بیٹھتا ہے اور اپنی تمام خاندانی روایات کو نظر آتش کر کے اس کی راکھ کے اندر گریبیٹھ کر..... خوش گپیوں میں وقت گزار دیتا ہے۔ اس کو کہا جاتا ہے کہ عہ

کارواں کے دل سے احساس زبیاں جاتا رہا

اصل میں قوموں کی جانکنی کا یہی وقت ہوتا ہے اللّٰهُمَّ اَعَاذْنَا مِنْ هَذِهِ الْخُرَافَاتِ
وَجَمِيعِ الشَّيْثَاتِ.....

اور یہ بھی قانون قدرت ہے کہ جب ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں تو ایک خونی انقلاب آتا ہے جو دنیا کے اکثر حصوں کو اپنی پیٹ میں لے لیتا ہے..... پھر کچھ عرصہ کے بعد مطلع صاف ہوتا ہے تو چند اللہ کے بندے اللہ کے حکم سے میدان میں نکل آتے ہیں اور اسی خون و پوست کے بلے سے از سر نو عمارت کھڑی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر براؤن مشہور مشرق کی رائے

اس طویل بحث کو سمیٹتے ہوئے کھلے الفاظ میں کہنا پڑتا ہے کہ ایرانی شہنشاہیت کے ختم ہونے سے ایک گروہ ایسا نمودار ہوا جس نے ندری عقائد میں موشگافیاں پیدا کرنے کی کوشش کی ہے.....
"خلافت علی" کی آڑ لے کر اپنے بغض و عناد کی بھر اس نکالنے کے لیے خلفائے راشدین پر جا بجا طعن و تفسیح کی بوجھل شروع کر دی ہے.....

انگریز مورخ ایڈورڈ براؤن ایک مشہور مشرق ہے جو مدتوں ایران کی سرزمین میں رہا ہے اور فارسی ادب سے اسے خاص شغف ہے۔ ایران میں اپنے قیام کے دوران اس نے کتاب ادبیات ایران کے نام سے لکھی ہے جس میں اس نے ایرانی کلچر اور ایرانی ثقافت کے بارے میں بہت روشنی ڈالی ہے۔ ایران پر مسلمانوں کے حملہ کے بارے میں وہ لکھتا ہے۔

"راشدین میں سے دوسرے خلیفہ حضرت عمرؓ سے جو اہل عجم متغیر ہیں تو اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ غارت گر عجم تھے۔ اگرچہ اس نفرت کو مذہبی رنگ دے دیا لیکن اصل حقیقت اندر سے صاف نظر آتی ہے۔"
تاریخ ادبیات ایران از براؤن اردو ترجمہ جلد اول مطبوعہ انجمن ترقی
اردو دہلی

دوسری جگہ لکھتا ہے :-

اس کے معلوم ہوتا ہے کہ ایرانیوں کو جو حضرت عمرؓ سے عداوت ہے اس کا سبب یہ نہیں کہ انہوں نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے حقوق کو غصب کیا ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ انہوں نے ایران کو فتح کر کے ساسانی خاندان کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اس سلسلہ میں ایرانی شاعر رضائے کر د کے د شعری نقل کیے ہیں :-

لہ بشکت عمر پشت ہزبران اجم را
بر باد، فنا داد رگ و ریشہ جم را
ایں عربہ بر غصب خلافت ز علی نیت

بال عمر کینہ قدیم است بجم را

تاریخ ادبیا ایران از براؤن جلد چہارم ص ۲۹-۲۸ اردو ترجمہ انجمن ترقی اردو دہلی

ایک اہم واقعہ

بعض واقعہ دیکھنے میں تو معمولی ہوتا ہے لیکن وہ تاریخ کے دھارے کو بدل دیا کرتا ہے۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں تمام ممالکِ محروسہ میں کلیتہً امن و آمان تھا اور عدل و انصاف کا دور دورہ تھا۔ کسی کا حق غصب کرنے یا کسی پر تشدد کرنے کا کسی کو حق نہیں پہنچتا تھا۔ دریائے سندھ سے لے کر شمالی افریقہ تک تمام لوگ خوشحالی اور فارغ البالی کی زندگی گزارتے تھے، کہ اچانک ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس نے ہر صاحب بصیرت کو چولکا دیا۔ اگرچہ اس وقت تو اس کو ایک اتفاقی امر سمجھا گیا لیکن بعد میں اس کے اثرات نے تاریخ کے دھارے کو بدلنے کی کوشش کی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ذوالحجہ ۲۳ھ کی آخری تاریخوں میں ایک نوجوان غلام فیروز نامی رحس کی ابو لو کو کنیت ہے) امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ میرا ملک مغیرہ بن شعبہ مجھ سے حق مالکی زیادہ وصول کرتا ہے۔ امیر المومنین اس سے پوچھتے ہیں کہ کس قدر رقم وصول کرتا ہے؟ جواب دیتا ہے دو درہم روزانہ۔ آپ اس غلام سے

حضرت عمرؓ نے جنگل کے شیروں کی کمر کو توڑ کر رکھ دیا (اہل ایران اجمید کے خاندان کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا ہے۔ یہ سارا جھگڑا اس وجہ سے نہیں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی خلافت غصب کر لی ہے بلکہ آلِ عمرؓ سے ایرانیوں کی دشمنی پرانی چلی آ رہی ہے۔

دریافت فرماتے ہیں کہ تو کام کیا کرتا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ نقاشی، سنجاری اور حدادی یعنی پینٹنگ، بڑھئی اور لوہار کا کام کرتا ہوں۔ امیر المومنین فرماتے ہیں کہ تیرے پیشہ کے لحاظ سے یہ رقم زیادہ نہیں ہے۔ وہ غلام یہ بات سُن کر اندر ہی اندر کڑھتا ہوا چلا جاتا ہے.....

کچھ دنوں کے بعد وہی غلام امیر المومنین کو راستہ میں اچانک بل جاتا ہے۔ امیر المومنین اس کو بلا کر کہتے ہیں کہ سنا ہے تو ایک ہوائی چکی تیار کر لیتا ہے ہمارے لیے بھی ایسی چکی تیار کر دو۔ وہ غلام جواب دیتا ہے کہ میں آپ کے لیے ایسی چکی تیار کروں گا جس کی شہرت مشرق اور مغرب تک ہو جاوے گی۔

امیر المومنین کو قتل کی دھمکی

یہ کہتا ہوا وہ غلام تو اپنے واسطہ پر ہویا لیکن امیر المومنین اپنے ساتھیوں سے فرمانے لگے کہ یہ نوجوان مجھے قتل کی دھمکی دے کر گیا ہے ساتھیوں نے کہا کہ اسے گرفتار کیا جائے۔ فرمایا کہ جب اس نے جرم کا ارتکاب ہی نہیں کیا اس کو کیونکر گرفتار کیا جائے۔

امیر المومنین پر ابو لؤلؤ کا قاتلانہ حملہ

۲۸۔ ذوالحجہ کو امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ حسب معمول علی الصبح مسجد میں نماز پڑھانے کے لیے داخل ہوئے۔ آپ کا دستور تھا کہ معالیٰ پر کھڑے ہونے سے پہلے صفوں کو درست کر دیا کرتے تھے اس کے بعد جماعت کھڑی ہو جاتی تھی۔ اس دن بھی جب آپ حسب معمول صفوں کی درستی کروانے کے بعد تکبیر تحریر یہ کہہ چکے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ کے اس غلام ابو لؤلؤ نے ایک کونہ سے نکل کر امیر المومنین پر خنجر کے چھپے درپے دار کیے۔ آخری وارنات کے پینچے پڑا۔ وار کرنے کے بعد وہ غلام بجھا نکلا۔ امیر المومنین نے گرم جوشی میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو بھیجے کھڑے تھے) کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ معالیٰ پر کھڑا کر دیا اور آپ زخموں کی تاب نہ لا کر فرس پر گر پڑے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ - وَالْحَضْرَاءُ وَالْكَوْثَرُ" کی دو چھوٹی سورتوں سے نماز پڑھائی۔

ابو لؤلؤ نے خودکشی کر لی

امیر المومنین نے گرتے ہی فرمایا پکڑو اس کتے کو اس نے مجھے کاٹ کھایا ہے۔ اس کے بعد فرس

پر بسمل کی طرح تڑپنے لگے۔ وہ لوگ جو نماز میں شریک ہو رہے تھے انہوں نے اسے پکڑنے کی کوشش کی جب کہ وہ بھاگ رہا تھا۔ اس کشمکش میں ابو لؤلؤ نے بارہ آدمیوں کو زخمی کر دیا۔ آخر ایک شخص نے اس پر کپڑا پھینک کر اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔ جب ابو لؤلؤ کو معلوم ہوا کہ پکڑا گیا ہے اور اب وہ بچ نہیں سکتا تو اس نے اسی وقت وہی خنجر اپنے سینہ میں گھونپ لیا اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔

ادھر نماز پورے اطمینان سے ہو رہی ہے جب کہ امیر المؤمنین امام کے مصلیٰ کے قریب خون میں لت پت ہیں..... اللہ اللہ! وہ کیا نظارہ ہے؟..... وہ کیا مقدس تعلیم ہے؟..... وہ کیا جذبہ ہے؟..... اللہ کے بندوں پر وہ کیا محویت طاری ہے؟ کہ مالک حقیقی کے روبرو کھڑے حاضری دے رہے ہیں اور ان کے عین سامنے ان کا امیر خون میں لت پت بسمل کی طرح تڑپ رہا ہے..... نہ کسی نے غلام کو پکڑنے کی کوشش کی اور نہ ہی تڑپنے والی لاش کی طرف توجہ دی۔ قیام، رکوع اور سجود میں کسی قسم کی افراتفری نہیں ہوئی۔ نہایت اطمینان کے ساتھ رب العالمین کی شمار زبان پر جاری ہے اور ارکان و جوارح امام کے اشارہ پر حرکت کر رہے ہیں..... دل میں اسی کی یاد بسی ہوئی ہے..... الصَّلَاةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِينَ..... ایسی ہی نماز کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔

دوسری طرف امیر المؤمنین سر اہلسلیم ورضا ہیں اور زبان حال سے ”اِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ کی تفسیر پیش کر رہے ہیں۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد امیر المؤمنین کو اٹھا کر گھر لے آتے ہیں۔ بے ہوشی کا عالم ہے۔ ہوش میں آنے کے بعد کہا جاتا ہے کہ ”الصَّلَاةُ“ فرمایا ہاں مسلمان کے لیے نماز فرض ہے اسی حالت میں آپ نے لیٹے لیٹے نماز ادا کی۔ بعد میں فرمانے لگے جاؤ دریافت کر کے آؤ کہ میرا قاتل کون بنے؟ عرض کیا گیا کہ میسرہ بن شعبہ کا غلام ابو لؤلؤ ہے۔ امیر المؤمنین کے روتے نور پر بشارت طاری ہو گئی۔ فرمایا ”الحمد لله“ میرا قاتل کوئی کلمہ گو نہیں ہے جس نے میرے خون سے ہاتھ رنگے ہیں۔

اسی وقت طبیب کو بلایا گیا۔ اس نے ان کے لیے کھجوروں کا پخوڑ پیش کیا۔ پینے کے بعد وہ زخموں سے اسی طرح باہر نکل آیا۔ اس کے بعد طبیب نے کہا کہ شاید رات تک سوج سکیں۔ بعدہ امیر المؤمنین نے اپنے بیٹے عبد اللہ کو بلایا اور فرمایا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں جا کر عمر بن کا سلام کہو اور اجازت طلب کرو کہ عمر بن کی خواہش ہے کہ اس کو اپنے دو پیشروں کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت مل جائے۔ جاتے ہوئے اپنے بیٹے عبد اللہ بن عمر بن کو تاکید کی کہ امیر المؤمنین نہ کہنا بلکہ

صرف عمر کہنا۔

امیر المومنین کے مطالبہ پر حضرت عائشہ صدیقہ

کا حجرہ میں دفن ہونے کی اجازت دینا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ اس دل سوز واقعہ کی وجہ سے بیٹھی رو رہی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے والد محترم کا سلام انہیں الفاظ میں عرض کیا جن الفاظ میں انہیں تاکید کی گئی تھی، بالبعد میں ان کی خواہش پیش کی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ یہ جگہ انہوں نے اپنے لیے رکھی تھی لیکن میں عمرؓ کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں جو شجرہ لے کر حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے والد محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سن کر فرمایا الحمد للہ! یہ میری بہت بڑی خوش نصیبی ہے۔ پھر فرمانے لگے.....

کہ حضرت ام المومنین کے حجرہ کے سامنے جنازہ رکھ دینا، پھر اجازت طلب کرنا۔ اگر اجازت مل جاتے تو اندر لے جانا۔ پھر فرمایا کہ قبر کی جگہ کو زیادہ لمبانا کھودنا، حجرہ چھوٹا ہے اگر میرے اعمال اچھے ہوئے تو قبر کے اندر خود بخود فراخی ہو جائے گی، اگر اعمال بد ہیں تو ظاہر کی فراخی کے باوجود اندر سے قبر کی زمین سکڑ جائے گی۔ پھر فرمایا کہ میرے جنازہ کو ذرا تیزی سے لے کر چلنا اگر اس جنازہ میں خیر ہے تو وہ جلد اپنی جگہ پر پہنچ جائے اور اگر شر ہے تو شر کو بڑا وجہ کیوں بردوش رکھا جائے، اس کو جلد ہی اتار پھینکنا چاہیے۔

امیر المومنین نے روزینہ کے طور پر جو رقم بیت المال

سے وصول کی تھی وہ رقم اپنا ذاتی مسکان بیچ کر بیت المال میں جمع کر دی

وصال سے ایک روز پہلے فرماتے لگے کہ میرے بارے میں وہ الفاظ نہ کہے جائیں جس کا میں مستحق نہیں ہوں۔ پھر فرمایا کہ میرے کفن پر بے جا خرچ نہ کرنا، اگر میں بہتر ہوں تو مجھے خود بخود اچھا لباس مل جائے

گھا اگر میں اچھا نہیں ہوں تو اچھے لباس سے کیا فائدہ؟ حضرت امیر المومنینؑ نے آہ و بکا سے بھی منع فرمایا اس کے بعد عبد اللہ بن عمرؓ کو بلایا گیا کہ حساب کرنے کے مجھے بتلائیے کہ بیت المال سے انہوں نے کس قدر رقم بطور روزینہ وصول کی ہے؟ حساب کرنے کے بعد بتایا گیا کہ چھپاسی ہزار درہم ہے آپ نے فرمایا کہ میرے مکان کو بیچ کر وصول کردہ رقم بیت المال میں جمع کر دی جائے۔ اگر بیت المال کی رقم اس سے پوری نہ ہو سکے تو بی عدلی سے امداد حاصل کر لی جائے، اگر پھر بھی رقم پوری نہ ہو سکے تو قریش سے اپیل کر لینا اس کے بعد کسی اور کو تکلیف نہ دی جائے۔ امیر المومنین کا یہ مکان حضرت امیر معاویہؓ نے ایک لاکھ درہم میں فوراً خرید کر لیا اور دو در خلافت میں وصول کردہ رقم بیت المال میں جمع کر دی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ روزینہ کے طور پر جو کچھ خلافت کے دوران وصول کیا تھا اس کو حضرت عمرؓ نے اپنے محترم پیشرو کی طرح قرضہ سمجھ کر بیت المال میں جمع کروا دیا تاکہ خدا کے حضور جب میں پیش ہوں تو مسلمانوں کے بیت المال کا بار میرے سر پر نہ ہو۔۔۔۔۔ اس قسم کی وصیتیں کرنے کے بعد آپ کی توجہ ان کی جانشینی کی طرف دلائی گئی۔

جانشینی کے بارے میں غور و فکر

آپ نے فرمایا کہ اگر حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح زندہ ہوتے تو انہیں مسلمانوں کے مشورہ سے جانشینی کے لیے منتخب کر جاتا جن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امین الامت کا خطاب دیا ہے یا حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کے بعد سالمؓ مولیٰ ابو ذریغہ کو ان کے تقویٰ کی بنا پر جانشینی کے لیے تجویز کر جاتا وہ بھی دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ اب میرے سامنے دونوں مثالیں ہیں، اگر نامزدگی اختیار نہ کروں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی عمل کیا تھا، اگر نامزدگی کی تجویز پیش کروں جیسا کہ میرے محترم پیشرو نے کیا تھا تب بھی کر سکتا ہوں۔ حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح اور سالمؓ مولیٰ ابو ذریغہ ہر دو انتقال کر چکے ہیں۔ اگر زندہ ہوتے تو ان میں سے کسی ایک کے بارے میں نامزدگی کی تجویز کر سکتا تھا۔ اسی دوران کسی نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا نام ان کے زہد و تقویٰ کی بنا پر پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جس کو اپنی بڑی کو طلاق دینے کی بھی صلاحیت نہ ہو وہ امور سلطنت کو کیا سرانجام دے گا۔ نیز خطاب کی اولاد کے لیے کافی ہے کہ میں نے اس بوجھ کو اٹھا رکھا ہے، خاندان کے دیگر افراد اس بوجھ کے پینچے بول دب جائیں؟ اس سے میں اگر برابر برابر بھی چھوٹ جاؤں کہ جیسے دنیا میں آئے ویسے ہی دنیا سے چلے جائیں۔ نہ کچھ لیا اور نہ کچھ دیا تو بھی غنیمت ہے۔

عشرہ مبشرہ میں سے چھ رکنی کمیٹی مقرر کی

مندرجہ ذیل چھ آدمیوں کی کمیٹی بنائے دیتا ہوں، یہ تمام کے تمام عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کر دیا جائے۔

• حضرت عثمان غنی رضی

• حضرت علی کرم اللہ وجہہ

• حضرت طلحہ رضی

• حضرت زبیر رضی

• حضرت عبدالرحمن بن عوف

• حضرت سعد بن ابی وقاص

امیر المؤمنین نے یہ بھی فرمایا کہ عبداللہ بن عمرؓ کو بھی بطور مشورہ شامل کر لیا جائے لیکن انہیں خلافت سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔

حضرت مقدادؓ اور حضرت طلحہ انصاریؓ کو بلایا گیا کہ وہ ان اصحاب شوریٰ کو کسی مناسب جگہ اکٹھا کر دیں اور آپ ہر دو باہر بیٹھے رہیں تاکہ ان کے پاس کوئی نہ آئے۔ تین دن کے اندر اندر یہ حضرات اپنے میں سے جس کو چاہیں منتخب کر لیں۔ حضرت طلحہؓ اس وقت مدینہ منورہ سے باہر گئے ہوتے ہیں اگر وہ تین دن تک واپس آجائیں تو انہیں اس کمیٹی میں شامل کر لیں وگرنہ ان کی عدم موجودگی میں کسی ایک کو منتخب کر جائے۔ جس کو خلیفہ چن لیا جائے اسے قبول کر لیا جائے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں فرمایا کہ کورم کو پورا کرنے کے لیے وہ راتے دے سکتے ہیں۔ اگر آراہ دونوں طرف برابر ہوں تو عبداللہ بن عمرؓ کی طرف دوٹو دیں گے جس طرف عبدالرحمن بن عوف ہوں جب تک خلیفہ کا انتخاب نہ ہو اس وقت تک حضرت مہیب رومیؓ خلافت کے فرائض سرانجام دیں کمیٹی کی تشکیل ہوگئی اور اس نے اپنا شروع کر دیا۔

کمیٹی کے ارکان کو وصیت فرمائی کہ جو شخص خلیفہ منتخب ہو اس کو چاہیے کہ پانچ فرقوں کا خیال

• ہجازین

• انصار

• اعراب

• وہ عرب جو دور شہروں میں آباد ہو گئے ہیں۔

• اہل ذمہ (عیسائی، یہودی، مشرک اور پارسی جو اسلامی حکومت کی رعایا ہیں)

پھر فرمایا کہ میں خلیفہ وقت کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ خدا کی ذمہ داری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری کا لحاظ رکھیں یعنی اہل ذمہ سے جو اقرار کیا ہے اس کو پورا کیا جائے، ان کے دشمنوں سے لڑا جائے اور انہیں ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔

(الفاروق از شبلی نعمانیؒ)

اس کے بعد امیر المومنین نے حضرت مقداد بن الاسود اور حضرت طلحہ انصاریؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تین روز تک مجلس شوریٰ کے ارکان کو ایک جگہ جمع کر لیں اور باہر دروازہ پر آپ ہر دوپہرہ دیتے رہیں۔ تاکہ کوئی ان کی کاروائی میں دخیل کار نہ ہو سکے۔

حضرت عمر فاروقؓ کے لیے جانشینی کا کام بہت اہم تھا اس لیے اس کا خاکہ خود ہی تیار کر دیا۔ اس کے بعد مختلف اوقات میں گھر والوں اور عوام کے لیے ضروری ضروری وصیتیں فرماتے رہے۔ آخر یکم محرم الحرام ۳۳ھ بروز شنبہ جلن جان آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

امیر المومنین کی تجہیز و تکفین

حضرت مہیب رومیؒ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت علیؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اسلام کے اس آفتاب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبرؓ کے پہلو میں سلا دیا۔ آپ کی عمر آپ کے محترم پیشرو کی طرح تریسٹھ سال ہے اور درخلافیت دس سال چھ ماہ اور چار دن ہے۔

اللہ کے اس روشن آفتاب کے غروب ہونے سے مدینہ منورہ میں جو کھرام مچا ہے وہ بیان نہیں کیا جاسکتا..... حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے جنازہ پر رکھے گئے تو لوگوں نے انہیں گھیر لیا۔ دعائیں مانگتے تھے، قبل اس کے کہ جنازہ اٹھایا جائے میں بھی ان لوگوں میں تھا پس یکا یک ایک شخص نے میرا شانہ پکڑ لیا تو وہ "علی" تھے، پھر انہوں نے حضرت عمرؓ کے لیے دعائے رحمت کی اور کہا کہ اسے عمر! تم نے کسی ایسے شخص کو اپنے پیچھے نہیں چھوڑا کہ آپ جیسے اعمال کے ساتھ خدا سے ملتا ہوا در نسبت تمہارے مجھے زیادہ محبوب ہو۔ اور خدا کی قسم! میں خیال کرتا تھا کہ اللہ تمہیں تمہارے دراز ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا، اور میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے

اکثر مجالس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میں، ابو بکرؓ و عمرؓ گیا، میں، ابو بکر و عمر داخل ہوا، میں، ابو بکر و عمر باہر نکلا..... حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ عمر فاروقؓ کی موت سے تمام بنیادیں ہل گئی ہیں، زندگی کے تمام شعبے متاثر ہو گئے ہیں۔

حضرت ابو طلحہ انصاریؓ کہتے ہیں کہ عرب میں کوئی ایسا گھر نہ تھا جس کا نظام حضرت عمر فاروقؓ کی

موت سے درہم برہم نہ ہو گیا ہو۔

حضرت حذیفہ بن یمان نے فرمایا کہ اسلام ایسا قلعہ تھا جس میں لوگ اب تک داخل ہوتے تھے لیکن اس سے باہر نہ آتے تھے اور اب حضرت عمر فاروقؓ کے وفات سے اس قلعہ میں رخنہ اور شکاف پڑ گیا ہے۔ چنانچہ اس سے لوگ باہر تو آجاتے تھے لیکن باہر آکر پھر واپس نہیں جاتے تھے۔

حضرت سعید بن زید بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یکے از عشرہ مبشرہ) سے جو پوچھا گیا کہ آپ حضرت

عمر فاروقؓ کی موت پر کیوں اتنا روئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں عمر پر نہیں روتا بلکہ اسلام پر روتا ہوں جس میں ان کی موت سے شکاف پڑ گیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود کا مقولہ کس قدر صحیح اور جامع ہے کہ حضرت عمرؓ کا اسلام لانا، اسلام کی فتح،

حضرت عمرؓ کا ہجرت کرنا اسلام کی نصرت اور حضرت عمرؓ کی خلافت سراپا رحمت ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ نے ایک موقع پر کتنا بلیغ اور جامع مقولہ ارشاد فرمایا کہ میں اللہ سے تقرب حاصل

کرنے کی خاطر رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتا ہوں اور حضرت عمرؓ خالص اسی تقرب کی خاطر اپنے اقرباء اور عیال وغیرہ کو ہر قسم کی آسائش سے محروم کرتے تھے۔ اس کے بعد تین مرتبہ فرمایا کہ ہم میں سے کون ہے جو حضرت عمرؓ کی برابری کرے۔

بہر حال حضرت عمرؓ فاروقؓ کی وفات کے بعد ایک بہت بڑا نقصان ہوا ہے اور ان کے بعد ایسا معلوم ہونے

لگا ہے کہ مسلسل قیامت تک اس نقصان کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ زندگی کی کوئی ایسی شاخ نہیں ہے جس کو حضرت

عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات نے ہلا نہ دیا ہو اور انسانی زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے جو ان

کی وفات سے متاثر نہ ہوا ہو۔

مسلمانوں کا نجی یا مجلسی کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے جو حضرت عمر فاروقؓ کے دنیا سے رخصت ہونے پر

بہت بڑے حلا کی نشاندہی نہ کرتا ہو۔

امیر المومنین حضرت عمرؓ کی شہادت کے بارے میں ایک بات قابل غور ہے جس کا اجمالاً تو ذکر آچکا

ہے کہ ابو لؤلؤ حضرت معینہ بن شعبہ کے غلام نے ذوالحجہ ۲۳ھ کی اخیر تاریخوں میں اپنے مالک کی شکایت

امیر المومنین کے پاس آکر کی کہ اس کا مالک اس سے حق مالکی زیادہ وصول کرتا ہے۔ امیر المومنین نے اس کے پیشہ دارانہ ہمارت کے تحت فرمایا کہ دو درہم روزانہ ادا کرنا کوئی زیادہ نہیں ہے۔ اس پر غلام منہ لبور کر چلا جاتا ہے۔ دوبارہ ایک دن وہ غلام امیر المومنین کو راہ چلتے مل جاتا ہے تو آپ اُسے کہتے ہیں کہ سنا ہے تم ایک ہوائی چکی بنا لیتے ہو، ایسی نہیں بھی بنا دو۔ غلام جواب دیتا ہے کہ آپ کو ایسی چکی بنا کر دوں گا جس کا چرچا مشرق و مغرب سب جگہ ہو جائے گا۔ یہ الفاظ کہہ کر وہ چل دیتا ہے۔ امیر المومنین حاضرین سے فرماتے ہیں کہ یہ نوجوان مجھے قتل کی دھمکی دے کر جلا ہا ہے۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ اسے گرفتار کر لینا چاہیے۔ فرماتے ہیں کہ جب اس نے ارتکاب جرم ہی نہیں کیا اس کو کیوں کر ماخوذ کیا جاسکتا ہے؟ ۲۸ ذوالحجہ علی الصبح مسجد نبوی میں وہی ابو لؤلؤ امیر المومنین پر قاتلانہ حملہ کر دیتا ہے آپ ان زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے تین دن کے بعد انتقال فرما جاتے ہیں۔

اس غلام کو پکڑنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ وہ دس بارہ آدمیوں کو زخمی کر دیتا ہے۔ آخر جب ایک شخص اس پر کپڑا پھینک کر اسے پکڑ لیتا ہے تو وہ غلام اسی خنجر سے خودکشی کر لیتا ہے۔ اگر زندہ پکڑا جاتا تو بہت سے راز ہائے سر بہتہ کا انکشاف ہو جاتا۔ قیاس آرائی کی بجائے صحیح واقعات معلوم ہو جاتے کہ اس کا یہ فعل ذاتی رنجش کی بنا پر ہے یا کسی گہری سازش کا نتیجہ ہے۔ دو دو ہارے خنجر کا قبضہ درمیان میں تھا وہ عبدالرحمن بن ابی بکرؓ نے جب دیکھا تو بے اختیار فرمایا کہ وہ گزشتہ رات ایک راستہ پر جا رہے تھے کہ انہوں نے ہرمزان، جفینہ اور ابو لؤلؤ کو اکٹھے بیٹھے دیکھا تھا، یہ تینوں مجھے (عبدالرحمن بن ابی بکرؓ) دیکھ کر کچھ گھبرا کر کھڑے ہو گئے اور ایک خنجر جلدی میں ان کے ہاتھ سے نیچے گر گیا، جو ابو لؤلؤ نے فوراً اٹھالیا۔ اس سے پوچھا کہ اس خنجر سے وہ کیا کرتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا۔ اس سے وہ گوشت کا ٹاکر بنا ہے۔ یہ سن کر میں (عبدالرحمن بن ابی بکرؓ) اپنے راستہ پر ہولیا اور بات وہیں ختم ہو گئی۔

لیکن اب اس قاتلانہ حملہ کے بعد جب اسی ابو لؤلؤ کے پاس سے خنجر برآمد ہوا جس سے اس نے امیر المومنین پر حملہ کیا تھا تو حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ نے فوراً شناخت کر لیا کہ یہ وہی خنجر ہے جو گزشتہ رات ابو لؤلؤ کے ہاتھ میں دیکھا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے گزشتہ رات کا واقعہ جوں کاتوں بیان کر دیا۔ عبید اللہ بن عمرؓ نے ان کا بیان سن کر خیال کیا کہ میرے والد حضرت عمرؓ کا قتل ابو لؤلؤ کی ذاتی رنجش کی بنا پر نہیں ہوا بلکہ جفینہ اور ہرمزان کی سازش سے ہوا ہے۔ خنجر کی شناخت اور ابو لؤلؤ قاتل کے ساتھ ہرمزان اور جفینہ کے اکٹھے بیٹھنے نے عبید اللہ بن عمرؓ کو بہت زیادہ مشتعل کر دیا۔ جوشِ انتہا میں تلوار لے کر ہرمزان کو قتل کر دیا پھر جفینہ پر حملہ آور ہوا کہ اتنے میں حضرت سعید بن ابی وقاص نے ہمت کر کے عبید اللہ بن عمرؓ کو پکڑ لیا

اور اس کو بیکر کر صہیب رومی کے پاس لے گئے۔ انہوں نے قید کرنے کا حکم دیا تاکہ منتجب ہونے والا خلیفہ اس کا فیصلہ کریں۔

امیر المومنین پر قاتلانہ حملہ کے ضمن میں مندرجہ ذیل امور قابل غور ہیں :-

۵ البوتلو۔ بہر مزان اور جفینہ کا قاتلانہ حملہ کے واقعہ سے ایک رات پہلے سڑک کے کنارے پر اکٹھے بیٹھے ہونا۔

۵ حضرت عبد الرحمن بن ابی بکرؓ کا اتفاقیہ طور پر پاس سے گزنا۔

۵ حضرت عبد الرحمن بن ابی بکرؓ کو اچانک دیکھ کر ہر سہ کا اٹھ کھڑے ہونا اور پھر گجراہٹ کے آثار پائے جانا۔

۵ اس گجراہٹ میں دو دھارے خنجر کا البوتلو کے ہاتھ سے زمین پر گر جانا۔

۵ اس دو دھارے خنجر کو زمین سے اٹھالینا۔

۵ حضرت عبد الرحمن بن ابی بکرؓ کا خنجر کو دیکھ کر پوچھنا کہ اس سے وہ کہا کرتا ہے؟

۵ حضرت عبد الرحمن بن ابی بکرؓ کے سوال کا جواب اس طرح دینا کہ اس خنجر سے وہ گوشت کاٹا کرتا ہے۔

۵ دوسرے روز البوتلو کے ہاتھ سے امیر المومنین کا زخمی ہونا۔

۵ البوتلو کا بارہ اشخاص کو بھاگتے ہوئے زخمی کر جانا۔

۵ جب البوتلو کو پکڑ لیا گیا تو اسی خنجر سے خود کشی کر لینا۔

۵ حضرت عبد الرحمن بن ابی بکرؓ کا خنجر کو دیکھ کر فوراً شناخت کر لینا کہ یہ وہی خنجر ہے جس کو انہوں نے گزشتہ

رات البوتلو کے ہاتھ میں دیکھا تھا۔

۵ اس وقت البوتلو اکیلا نہیں تھا بلکہ اس کے پاس بہر مزان اور جفینہ بھی ہے۔

۵ امیر المومنین پر قاتلانہ حملہ ہو جانے کے بعد حضرت عبد الرحمن بن ابی بکرؓ کے ذہن میں گزشتہ رات

کا واقعہ دفعتاً آ جانا اور خنجر کا شناخت کر لینا۔

۵ حضرت عبد الرحمن بن ابی بکرؓ کی بات سن کر عبید اللہ بن عمرؓ کا شعل ہونا۔

۵ عبید اللہ بن عمرؓ کا شعل ہو کر بہر مزان کو قتل کر دینا۔

۵ بہر مزان کے قتل پر عبید اللہ بن عمرؓ کا جوش انتقام شہم نہ ہونا۔

۵ جفینہ پر بھی حملہ آور ہونا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کا بڑی شکل سے عبید اللہ بن عمرؓ کو پکڑ کر حضرت صہیب رومی کے سپرد کر دینا۔

حضرت صہیب رومی قائم مقام امیر کا عبید اللہ بن عمرؓ کو قید میں رکھنا تاکہ ہونے والا امیر کے کا فیصلہ کرے۔

ایسے خیالات ہیں جو قارتین کرام کے ذہنوں میں شعوری یا لاشعوری طور پر ابھر رہے ہیں۔ پھر اسی پر بات ختم نہیں ہو جاتی بلکہ ہونے والے خلیفہ کی خلافت کا تعلق بھی اسی مقدمہ کے فیصلہ پر سمجھا جاسکتا ہے کہ اس کا انہوں نے کس طرح فیصلہ کیا؟ اس کا ذکر تو ان کی خلافت کے سلسلہ میں آئے گا۔ سر دست ترقی کے نوعیت کو سمجھنا ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابو لؤلؤ، ہرمزان اور جفینہ ہر سہ کے کردار پر قدرے روشنی ڈال جائے۔

ہرمزان آہواز کا دالی تھا۔ یزدجرد شاہ ایران کا خاص منظور نظر تھا اور یزدجرد کو اس پر ناز تھا کہ وہ مسلمانوں سے اچھی خاصی ٹکر لے گا۔ لیکن متعدد بار..... شکست کھانے کے بعد اس نے مجبوراً اپنے آپ کو اس شرط پر پیش کیا کہ پہلے اسے امیر المومنین کی خدمت میں پہنچا دے۔ چنانچہ شہر مفتوح ہو گیا اور ہرمزان کو احنف بن قیس کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ امیر المومنین نے ہرمزان سے فرمایا کہ تم نے بار بار عہد شکنی کر کے اپنا انجام دیکھ لیا ہے۔ ہرمزان نے عرض کی پہلے مجھے پانی پلا دیا جائے میں بہت پیاسا ہوں پانی منگوایا گیا۔ ہرمزان نے برتن پانی والا ہاتھ میں لے کر کہا کہ امیر المومنین! مجھے ڈر لگتا ہے کہ آپ پانی پینے سے پہلے ہی مجھے قتل کر دیں گے۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ نہیں ایسا نہیں ہوگا یہ جواب سن کر اس نے پیالہ زمین پر دے مارا اور کہا کہ اب آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے، اس لیے کہ آپ نے مجھے آمان دے دی ہے کیونکہ میں نے اس پانی کو نہیں پیا۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ ہرمزان! تو نے مجھے دھوکا دیا ہے، تمہاری آمان کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت احنف بن قیس اور دوسرے ساتھیوں نے عرض کی کہ آپ اس کو آمان دے چکے ہیں۔ پانی پینے کے بعد کارروائی کی جائے گی۔ اب چونکہ اس نے پانی ہی نہیں پیا اس لیے لامحالہ اس کو آمان مل چکی ہے۔ اس تھوڑی سی گنگو کے بعد اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ امیر المومنین نے ہرمزان کو مدینہ منورہ میں رہنے کی اجازت دے دی اور دو ہزار درہم سالانہ اس کا وظیفہ بھی مقرر کر دیا اور وہ مسلمان کی حیثیت سے مدینہ منورہ میں رہنے لگا۔ بعض اوقات ایران کے ملکی معاملات کے بارے میں امیر المومنین ہرمزان سے مشورہ بھی لیا کرتے تھے۔

بہر حال ہرمزان نے اسلام قبول کیا تاہم وہ اس سے پہلے یزدجرد شاہ ایران کا منظور نظر تھا اور اس

کی ماتحتی کا دم بھرتا تھا۔ آملن طے پر مدینہ منورہ میں رہنے لگا اور وہ وظیفہ خوار بھی تھا۔ اس کا قتل ایک کلمہ گو کا قتل ہے خواہ وہ مولفۃ القلوب کے زمرہ میں ہی شمار کیوں نہ ہوتا ہو۔

فیروز نامی ایک مجوسی نوجوان تھا، ابو لؤلؤ اس کی کینیت تھی۔ یہ نوجوان نہادند کے معرکہ میں ایران جنگ کی صورت میں مدینہ منورہ میں آیا تھا۔ بعد میں حضرت معیض بن شعبہ کے حصہ میں ایک غلام کی حیثیت سے آیا۔

کیا ابو لؤلؤ نے قتل محض ذاتی رنجش کی بنا پر کیا تھا؟

کسریٰ اقتدار کا خاتمہ عراق عجم سے قادسیہ کی جنگ ۶۳۷ء کے بعد ہو گیا تھا اگرچہ جلولاہ مدائن اور دیگر مقامات کی فتوحات جنگ قادسیہ کے بعد ہوئی ہیں۔ تاہم ایک حقیقت ہے کہ قادسیہ کے معرکہ میں ایرانیوں کا بے انتہا جانی و مالی نقصان ہوا تھا۔

ابو لؤلؤ کے الفاظ کہ عربوں نے ایرانیوں

کا جگر چبا لیا ہے قابل غور ہیں

معرکہ نہادند ۶۲۷ء میں ہوا جس میں سوائے رائد ایرانی مقتول ہوئے اور بہت سے ایرانی جنگ کی صورت میں مدینہ منورہ پہنچے۔ نہادند کے معرکہ کے بعد ایران مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا تھا۔ اگرچہ نہادند کے معرکہ کے بعد بھی بعض صوبہ جات پر مزید قبضہ ہوا گیا لیکن معرکہ نہادند نے یزدجرد شاہ ایران کی طاقت کو کھپ کر رکھ دیا تھا۔ یہ تو یزدجرد کی ہمد اور ہٹ دھرمی تھی جب کہ اپنے ملک سے بھاگ کر فرغانہ خاقان ناما کے پاس پہنچا تو وہ ایرانی سرداروں اور عوام کو مسلمانوں کے خلاف ابھارتا رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایران کے کچھ لوگوں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت، کینہ، بغض اور عداوت کے جراثیم کثرت سے پیدا ہو گئے ابو لؤلؤ بھی ایسے ہی لوگوں میں سے تھا جس کو منظرِ غائر دیکھا جائے تو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس کو مسلمانوں کے خلاف بے انتہا نفرت تھی۔ وہ ایرانی نژاد بچوں کو دیکھتا تو کہہ اٹھتا کہ عربوں نے ایرانیوں کا جگر چبا لیا ہے..... اس نفرت کا نتیجہ تھا کہ اس نے اتنا بڑا قدم اٹھایا جس نے تاریخ کے دھلے کو بدل کر رکھ دیا.....

حق مالکی کی زیادتی کی شکایت امیر المومنین کے پاس لے جانا اور پھر امیر المومنین کے فیصلہ پر ناک بھون چڑھا کر چلے آنا۔ دوبارہ ملاقات کے موقع پر امیر المومنین کی فرمائش کے جواب میں اشارۃً قتل کی

دھمکی دے چل دینا ایسے فریض نشان ہیں جو بتا رہے ہیں کہ وہ قومی عصبيت کے تحت امیر المومنین کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ ورنہ ذاتی رنجش ایک معمولی سی بات پر اس قدر شدید نہیں ہو سکتی جو اس کو اتنا بڑا قدم اٹھانے پر مجبور کرے۔ پھر اس شدید غصہ کی زبرد براہ راست امیر المومنین پر نہیں پڑتی، بلکہ اس رنجش کا زیادہ تعلق اپنے مالک حضرت مغیرہ بن شعبہ سے ہے۔ اس کے سامنے تو ایک یہ خیال سچتہ ہو گیا تھا کہ عربوں نے ایرانیوں کا جگر چبایا ہے اس عصبيت کے جذبہ کو تسکین دینے کے لیے اس نے امیر المومنین کے قتل کو ضروری سمجھا اس لیے کہ وہ سمجھے بیٹھا تھا کہ امیر المومنین کے وجود سے ایرانی شہنشاہیت کے پرچمے اڑ گئے ہیں۔ اس وجود کو درمیان سے ہٹانے کے لیے اس نے انتہائی خطرناک قدم اٹھایا۔ ویسے اس خیال کا اظہار اس نے دو روز پہلے ہی کر دیا تھا کہ امیر المومنین کے لیے ایسی ہوائی چکی بنا کر دوں گا جس کی شہرت مشرق اور مغرب سب جگہ ہو جاوے گی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب امیر المومنین نے بلوٹو لو کے لفظوں کو صریحاً دھمکی سمجھا تو اس کا تدارک کیوں نہ کیا گیا اور اس فتنہ کو وقت سے پہلے ہی کیوں نہ دفن کر دیا۔ اس کا جواب تو یہی ہے کہ امیر المومنین نے طلعت بسل میں فرمایا تھا **كَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَقْدُورًا** جو کبھی نہیں ٹل سکتا لیکن اسباب کے تحت ہر سہ خلقے راشدین جو شہید ہوتے ہیں ان کی زندگیاں اس بات کا بین ثبوت پیش کر رہی ہیں کہ وہ دنیا کے حکمرانوں کی طرح سے نہیں تھے جو اپنی جان کی حفاظت کے لیے پیرہ داروں کے جھمگٹ میں حرکت کرتے ہوں جن کی راتیں بھی جان کے خوف کی وجہ سے سکون سے بسر نہ ہوتی ہوں۔ یہ غلطائے راشدین ہیں جن کا چلنا، پھرتنا، اٹھنا بیٹھنا، سونا اور جاگنا اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت میں ہو کرتا تھا، انہیں اپنی جان کی حفاظت کے بجائے عوام کے جتن و مال کی حفاظت کا ہمیشہ خیال رہتا تھا، خطرہ کو سامنے دیکھتے ہوئے معاملہ خداوند تعالیٰ کے سپرد کر دیتے اور ارتکاب جرم سے پہلے انہوں نے کسی مشتبہ آدمی کو بھی اپنی جان کی خاطر ماخوذ نہیں کیا۔

امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ نے پوری قدرت رکھنے کے باوجود آخر دم تک محاصرین اور شہر پسندوں کا قلع قمع کرنے کے لیے قدم نہیں اٹھایا۔ دوست اور احباب اگر ملتی جلتی ہوتے ہیں کہ ان شہر پسندوں کو کھپنے کی اجازت دی جائے جو آپ کے خون کے پیاسے نظر آتے ہیں۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ میں پہلا خلیفہ بنا نہیں چاہتا جس کی وجہ سے دیار حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خونریزی ہو۔ اس طرح انہوں نے اپنے سخی غلاموں کو بھی آزاد کر دیا اور حکم لکھا کہ جو میری حفاظت کی خاطر خونریزی کرے گا۔ قیامت کے دن میں اس سے باز پرس کروں گا۔ آئندہ صفحات میں ان تمام عوامل اور اسباب کی بحث آئے گی (النار اللہ العزیز)

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عبد الرحمن بن ملجم کے ارادہ کا علم ہو چکا تھا اور انہیں اپنی شہادت کا بھی یقین ہو چکا تھا۔ ایک بار منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمانے لگے کہ یہ داڑھی (اپنی داڑھی کو پکڑ کر کہنے لگے) عنقریب خون سے رنگین ہو جاوے گی۔ دوسرے موقع پر فرمایا کہ ظالم! تو نے اتنی دیر کیوں لگا دی۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پورے طور پر علم ہو چکا تھا کہ خوارج نہروال کے مقام پر قتل ہو چکے ہیں اور ان کے دربار کو فہ میں رہائش پذیر ہیں۔ ان کی جانتے رہائش پر ان (حضرت علیؑ) کے خلاف سازشیں ہرزہ ہی ہیں۔ ان بدیہی حالات کے باوجود اپنی جان کی حفاظت کے سلسلہ میں کوئی قدم نہیں اٹھایا اس لیے کہ اگر تکاب جرم سے پہلے کسی آدمی کو کیوں پکڑا جائے۔ ایسی ہی خلافت کو خلافت راشدہ کہا جاتا ہے جن کے مہذب خلافت میں عوام ہر طرح سے آرام و سکون سے زندگی بسر کریں اور خلفائے راشدینؑ اپنی جانوں کو جو کھوں میں ڈال کر عوام کی بستری کی خاطر کوشش کرتے رہیں نہ کوئی پہرہ دہا اور نہ ہی پہرہ کی ضرورت سمجھی جائے بلکہ وہ عوام کے جان و مال کی حفاظت کی خاطر خود راتوں کو پہرہ دے رہے ہوں۔ حقیقت میں ایسی ہی حکومتیں خلافت راشدہ کہلاتی ہیں جو منہاج نبوت پر قائم ہوں۔ دنیا کے حکمرانوں کو ان سے کیا نسبت

ۛ چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

اب اصل واقعہ کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ ابو لؤلؤ نے امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کو کسی ذاتی رنجش کی بنا پر قتل نہیں کیا بلکہ قومی عصبیت کی بنا پر ان پر قاتلانہ حملہ کیا تھا تاکہ اپنی قوم کا انتقام لیا جائے۔ اگر وہ کسی اور ذاتی رنجش کو سمجھا جائے تو اس قاتل کا عرصہ اپنے ملک پر ہو سکتا ہے جس کی شکایت امیر المومنینؓ کے پاس جا کر کی تھی اور امیر المومنینؓ نے اس کی سمجھ کے مطابق اس کی شکایت کا ازالہ نہیں کیا تو وہ شدید قسم کے عرصہ کا اظہار اپنے ملک پر کر سکتا تھا جس پر ایسا کرنے میں اسے کوئی طاقت روک نہیں سکتی تھی وہ تو اپنے ملک کا غلام تھا، اور ہر وقت کا اٹھنا بیٹھنا ان کے ساتھ تھا۔ اس کا امیر المومنینؓ کے پاس خطرناک ارادہ کے ساتھ پہنچنا ہی کار سے وارد تھا اسی لیے اس نے اپنے خطرناک ارادہ کی تکمیل کے لیے علی الصبح کا وقت نکالا اور وہ بھی مسجد کے گوشہ میں چھپ کر اس وقت ولکریا جب کہ امام (امیر المومنینؓ) اور مقتدی تکبیر تحریر یہ کہہ کر خدا کے حضور میں کھڑے ہو گئے تھے اور دینیوںی علاقے سے اس وقت نہ موڑ چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز بدستور قائم رہی۔ ٹپنے والا خنجر کے گھاؤ کھا کر بسمل کی طرح تڑپتا رہا اور مقتدی اور نئے امام حسب سابق تسبیح و تحمید میں مصروف رہے۔ صرف فرق اتنا ہوا کہ بسی بسی سورتوں کے بجائے دو چھوٹی چھوٹی سورتوں سے نماز پڑھائی گئی وہ بھی اس لیے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف پہلے مقتدی تھے۔ ان کا ہاتھ پکڑ کر امام کے مصلیٰ پر کھڑا

کر دیا گیا تو وہ سمجھے کہ اصل امام کے ساتھ کوئی غیر معمولی حادثہ رونما ہو گیا ہے۔ اس قاتل کو پکڑنے والے وہ نمازی تھے جو نماز میں شریک ہونے کے لیے وضو کر رہے تھے۔

ان حالات کے تحت یہ حقیقت سامنے آ جاتی ہے کہ قاتل کا مقصود اور مطمح نظر امیر المومنین کا قتل تھا خواہ جان جو حکم کا ہی کام کیوں نہ ہو.....

اگر حق مالکی کی زیادتی کا رنج ہوتا تو یقیناً سب سے پہلے اپنے مالک پر شدید عصفہ کا اظہار ہوتا بعد میں دوسرا قدم اٹھاتا جہاں اسے ایسا کرنے میں اتنے بڑے مصائب سے گزرنا نہ پڑتا۔ پھر ہوائی چکی والی بات میں اس کے الفاظ ظاہر کر رہے تھے کہ وہ امیر المومنین کے قتل کا ارادہ رکھتا ہے اور ایسا کرنے میں وہ اہل مشرق اور اہل مغرب کو بتا دے گا کہ اس نے کتنا بڑا خطرناک کام کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین نے اس کے الفاظ سنتے ہی فوراً فرمایا کہ یہ نوجوان مجھے قتل کی دھمکی دے کر جا رہا ہے پھر یہ بھی تو قابلِ غور بات ہے کہ شکایت کرنے کے چند روز بعد ابو لؤلؤ برسرِ راہ امیر المومنین کو مل جاتا ہے آپ اسکو از خود بلا لیتے ہیں اس خیال سے کہ شاید نوجوان کو میرے اس روز کے الفاظ سے صدمہ ہوا ہو۔ نرمی سے اس کے فن کی تعریف کرتے ہوئے فرمائش کرتے ہیں کہ انہیں بھی ایک ہوائی چکی بنا دے حقیقت میں یہ بھی ابو لؤلؤ کے دل سے رنج دور کرنے کا ایک نغیاتی طریق تھا.....

اس بات کو تسلیم کرنے میں کسی کو انکار نہیں ہے کہ امیر المومنین کا وجود مجوسیوں کے نزدیک اپنے کرامی سے بہت بڑا ہے کیونکہ وہ انہیں شہنشاہوں سے شہنشاہ تصور کرتے ہیں اور ان کے دبدبہ سے لرزاں ہیں۔ اس لیے امیر المومنین ایک ایرانی نژاد غیر مسلم غلام کو خود برسرِ راہ بلائیں اور اس کے فن کی تعریف کرتے ہوئے کسی چیز کے بنوانے کی فرمائش کریں صرف اس لیے کہ اس طرح غلام کی عزت افزائی ہو جاوے گی۔ درنہ مجوسی اور کسروی تصورات کے تحت ایک بہت بڑے شہنشاہ اور ایک ادنیٰ غلام کا ہم کلام ہونا ہی سمجھ سے بالاتر ہے۔ پھر ہم کلامی میں سبقت کرنے والا بھی شہنشاہ ہو اور بات کا آغاز بھی اس غلام کے فن کی تعریف میں ہو اور اپنی فرمائش بھی اس فن کے تحت ہو اور اس کے فن سے باہر کسی اور چیز کے بارے میں نہ ہو۔ لیکن آپ نے دیکھا کہ اس غلام نے کتنا بے باکانہ جواب دیا جس میں صریحاً قتل کی دھمکی تھی.....

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر نے جب نخبِ رات کے وقت ابو لؤلؤ کے ہاتھ میں دیکھا تو وہ دودھارا تھا اور اس کے درمیان میں تبضہ تھا۔ جب ابو لؤلؤ سے پوچھا کہ اس نے کیا کرتے ہو؟ تو اس نے جواب دیا کہ اس سے گوشت کا ٹکڑا کرتے ہیں..... دنیا کا کوئی ایسا عقد ہے جہاں گوشت کو دودھارے

خنجر سے کاٹا جاتا ہو اور اس خنجر کے درمیان میں قبضہ ہو.....

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ اس خنجر کو اس وقت دیکھ کر خیالات کو دُور تک تو نہ لے گئے ہوں گے اس لیے کہ ان کی نظر میں تینوں کا ایک جگہ بیٹھنا اور خنجر کا ہاتھ سے گرجانا اور پھر اسے اٹھالینا سب اتفاقاً باتیں تھیں جو ذہن کو کسی اور طرف نہیں لے جا رہی تھیں.....

البتہ اگلے روز جب ابو لؤلؤ نے اسی خنجر سے امیر المومنینؓ پر حملہ کیا اور بعد میں مایوس ہو کر خودکشی کر لی تاکہ راز ہائے سر لبتہ ظاہر نہ ہوں۔ اس وقت حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کو گزشتہ رات کا واقعہ سنانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ ایسے عوامل ہیں جو اس بات کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ امیر المومنینؓ کے قتل کرنے میں قاتل کے قومی عصبیت کے جذبہ کی تسکین کا پہلو نمایاں ہے ہو سکتا ہے کہ اس میں کچھ حصہ ذاتی رنجش کا بھی ہو۔ لیکن اگر لغور دیکھا جائے تو قاتل کے اس فعلِ شنیع میں قومی عصبیت کا حصہ غالب ہے....

جفینہ کون تھا؟

جفینہ ایک عیسائی تھا جو حیرہ کی جنگ میں پکڑا ہوا آیا تھا اور حضرت سعد بن ابی وقاص کے پاس غلام کی حیثیت سے دن گزارتا تھا اور اس کی بیوی نے حضرت سعد بن ابی وقاص کے بچہ کو دودھ بھی پلایا تھا۔ عیسائی کی وجہ سے بھی اس کا تعلق حضرت سعد بن ابی وقاص سے مستحکم ہو گیا تھا۔ وہ مسلمان نہیں ہے بلکہ عیسائی ہے اور بحیثیت غلام وہ مدینہ منورہ میں دن گزارتا تھا..... ابو لؤلؤ سے اس کا ملنا جلنا عجیبی نژاد کی وجہ سے تھا۔ حیرہ کی جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھوں ایرانیوں کو بہت زیادہ جانی اور مالی نقصان ہوا تھا۔

قومی اور ملکی نقصان نے اس کی رگِ عصبیت کو اور تیز کر دیا تھا، جس بنا پر ابو لؤلؤ ایسے گستاخ، بدکردار اور جان پر کھیل جانے والے ناپسندیدہ نوجوان سے دوستی اور مراسمِ پیادگی کے ہوں گے۔ ان کی دوستی کا ثبوت اس طرح واضح طور پر مل جاتا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کے اچانک سے پہنچ جانے سے جفینہ اور اس کے ساتھی اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور دودھ پلانے والے خنجر ابو لؤلؤ کے ہاتھ سے گھبراہٹ میں گر جاتا ہے۔ اگر اس سناؤ میں جفینہ کو شامل نہ بھی سمجھا جائے تو صاف ظاہر ہے کہ اس کو کھڑے ہونے کی کوئی ضرورت نہ تھی اور اگر تعظیماً کھڑا بھی ہو گیا تھا تو خنجر کے بارے میں ابو لؤلؤ کے جواب کے بعد سکوت اختیار نہ کرتا فوراً بتا دیتا کہ اس خنجر سے جانوروں کا گوشت نہیں کاٹا جانا بلکہ اس سے اور کام لیا جاتا ہے۔

ابو لؤلؤ اور جفینہ غیر مسلم ہیں۔ اول الذکر عجمی اور ثانی الذکر عیسائی ہیں لیکن دونوں کا تعلق کسریٰ حکومت سے ہے جس کو امیر المومنینؓ کے دورِ خلافت میں تباہی اور بربادی کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔

رہا ہرمزان کا مسئلہ..... یہ کلمہ گو تھا اور امیر المومنین اس پر اعتماد فرماتے تھے۔ اس سے امیر المومنین نے اصفہان، آذربائیجان اور فارس کے علاقہ جات کے بارے میں مشورہ بھی لیا تھا اور اس کے مشورہ کے مطابق اس پر امیر المومنین نے عمل بھی کیا تھا۔ اس لیے ہرمزان کے بارے میں خیال کرنا کہ وہ بھی اس قتل میں شریک تھا کہاں تک درست ہے؟ یہاں تک اس کے اسلام لانے سے پہلے کا کردار ہمارے سامنے ہے وہ تو اس بات کی عکاسی کر رہا ہے کہ وہ اسلام کا خیر خواہ نہیں تھا۔ اسلام لانے کے بعد میرٹ کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ اسلام تمام پچھلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اس کے اسلام پر شک نہیں کیا جاسکتا لیکن غور طلب امور یہ ہیں :-

▲ ابو لؤلؤ، جفینہ اور ہرمزان تینوں بیٹھے سرگوشیاں کرتے پائے گئے جبکہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ ان کے پاس سے گزرے۔

▲ تینوں میں سے دو ابھی تک غیر مسلم ہیں اور غلام کی حیثیت سے دن گزار رہے ہیں۔ ہرمزان معزز شہری سلمان کے طور پر مدینہ منورہ میں اقامت گزیرا ہے۔

▲ ان تینوں میں سے ابو لؤلؤ کے ہاتھ سے اس نشست میں ایک دو دھارا خنجر گھراہٹ میں فرش پر گر جاتا ہے۔

▲ ابو لؤلؤ اس خنجر کو اٹھا لیتا ہے۔

▲ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ اس خنجر کو دیکھتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ یہ خنجر کس غرض کے لیے ہے تو ابو لؤلؤ جواب دیتا ہے کہ یہ گوشت کا ٹٹے کے لیے ہے۔

▲ بات یہیں ختم ہو جاتی ہے اور حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ اپنے راستہ پر چلے جاتے ہیں۔

▲ دوسرے روز امیر المومنینؓ پر ابو لؤلؤ قاتلانہ حملہ کر دیتا ہے اور پکڑے جانے پر خودکشی کر لیتا ہے۔

▲ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ اس تمام واقعہ کے ماویٰ ہیں۔

▲ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ اس قاتلانہ حملہ اور غلام کے خودکشی کرنے کے بعد اس خنجر کی شناخت کرتے ہیں کہ یہ وہی خنجر ہے جو انہوں نے دو روز پہلے ابو لؤلؤ قاتل کے ہاتھ میں دیکھا تھا۔

▲ کیا ایک شخص کی شہادت قابل قبول ہو سکتی ہے؟

کیا اس قتل کی سازش کا علم ہرمزان اور حنینہ کو تھا

مندرجہ بالا تمام شقوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ابو لؤلؤ غلام نے قتل کرنے کا ارادہ پختہ کر رکھا تھا جو اس نے مکمل کر دکھایا۔ ہرمزان اور حنینہ بھی کم از کم اس کے ارادے سے واقف تھے۔ حنینہ سے تو توقع ہرگز نہ تھی کہ وہ اس اہم اور خطرناک منصوبہ کا افشاء کرے اس لیے کہ وہ غیر مسلم تھا اور تحت اشعوری میں اس کے دل میں بھی یہی جذبہ کاو فرما ہو کہ عربوں نے ایرانیوں کا جگر چبایا ہے لیکن ہرمزان تو مسلمان تھا اور تہم مسلمانوں دالی اسے مراعات مل رہی تھیں وہ وظیفہ خواہ بھی تھا۔ اگر وہ اس قتل کے منصوبہ کا اظہار امیرالمومنین کے پاس کر دیتا تو پوزیشن صاف ہو جاتی۔ ہاں ہرمزان کی بریت اس طور پر بھی ہے کہ وہ ابو لؤلؤ کو سمجھایا رہا ہو کہ وہ ایسی حرکت سے باز آجائے۔۔۔

اگر تھوڑی دیر کے لیے یہ مان لیا جائے کہ عبدالرحمن بن ابی بکر نے ہرمزان اور حنینہ کا نام ان کو ملوث کرنے کے لیے شامل کر لیا ہے۔ یہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے منافی ہے۔ پھر عبدالرحمن بن ابی بکر تو وہ ہیں جو جنگ بدر میں قریش کی طرت مسلمانوں کے مقابل میں لڑنے کے لیے آئے تھے (اس وقت وہ مسلمان نہ تھے) البتہ مسلمان ہونے کے بعد انہیں مقتدر صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ان کے لڑکے محمد بن عبدالرحمن بھی صحابی ہیں جو صدیقی خاندان کو چار پشت تک صحابیت کے شرف سے سرفراز کر کے جملہ اصحاب میں امتیازی صورت پیدا کرنے والے ہیں۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر جلیل القدر صحابی ہیں

ان کی ثقاہت میں کوئی کمی نہیں ہے

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

- ▲ محمد بن عبدالرحمن
- ▲ عبدالرحمن بن ابی بکر
- ▲ ابو بکر بن ابو قحافہ
- ▲ ابو قحافہ بن عثمان

بہر حال حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کی ثقاہت میں کوئی کمی نہیں ہے۔ پھر یہ بات بھی سوچنے کے قابل ہے کہ نہ واقعہ قتل سے پہلے اور نہ بعد حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کو ان تینوں میں سے کسی کے ساتھ کوئی

تھی۔ جو کچھ انہوں نے بیان کیا ہے وہ تو ان کا آنکھوں دیکھا اور کالوں سنا فاقہ ہے ان کے بیان میں کسی قسم کا سقم نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی بات کو سن کر عبید اللہ بن عمرؓ نے ہرمزان اور جفینہ سے اپنے محترم والد صاحب (حضرت عمرؓ) کے انتقام لینے کی کوشش کی ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امیر المومنینؓ پر

قاتلانہ حملہ قومی عصبیت کے تحت ہوا ہے

اس واقعہ قتل کے تجزیہ کرنے کی ضرورت صرف اس لیے ہوئی ہے کہ ابو لؤلؤ نے امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کو محض ذاتی اور وقتی رنجش کی بنا پر قتل نہیں کیا بلکہ قومی عصبیت کے تحت قتل کیا۔ مابعد کے آنے والے ہر دو خلفاء کے دور خلافت میں یہ قومی عصبیت ایک فرد کی عصبیت نہیں رہی بلکہ اجتماعی صورت اختیار کر گئی ہے جس کا تعلق صرف اتنا ہی نہیں رہا کہ خلیفہ وقت کو شہید کر دیا جائے اور بس۔ بلکہ عالم اسلام کے عقائد و اعمال میں بھی فتور پیدا کر دیا جائے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی حفاظت اور تکمیل کا وعدہ فرمایا ہے کہ وہ خلفائے راشدین کے وجود سے تکمیل دین کی دولت سے مسلمانوں کو نوازے گا۔ بدیں وجہ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی جانیں پیش کر دیں لیکن دین حق میں رخنہ پیدا ہونے نہیں دیا۔

ان تمام امور کی بحث اپنی اپنی جگہ پر اللہ العزیز آدے گی

انفراج و اولاد

حضرت عمرؓ نے قبل از اسلام زینب بنت مطلقون سے نکاح کیا انہوں نے اسلام بھی قبول کیا۔ ان کے لطن سے حضرت عبداللہ، حضرت عبدالرحمن اور حضرت حفصہؓ پیدا ہوئیں۔ حضرت حفصہؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا۔ دوسری شادی قریبہ بنت ابی امیہ سے ہوئی اس نے اسلام قبول نہیں کیا لہذا اس کو طلاق دے دی گئی۔

تیسری شادی بلکہ بنت جردل خزاعی سے کی۔ اس کو اسلام نہ لانے کی وجہ سے طلاق دے دی

ان کے بطن سے عبید اللہ پیدا ہوئے۔

چوتھی شادی سہ ماہی میں مدینہ منورہ میں حبیلہ بنت عاصم بن ثابت انصاری سے کی جن کے بطن سے عاصم پیدا ہوئے۔

پانچویں شادی حضرت ام کلثوم بنت حضرت علیؑ سے سہ ماہی میں ہوئی۔ ان سے زید اور رقیہ پیدا ہوئیں۔ (طبری نے تاریخ کبیر اور ابن اثیر نے کابل میں بیان کیا ہے۔ شبلی نعمانی نے الفاروق میں اس امر کی تصریح کی ہے)

حضرت عمر فاروقؓ کی طبیعت میں شرع سے ہی بہت سختی تھی اور یہ سختی ان کو ورثہ میں ملی تھی۔ اسلام لانے کے ساتھ اس نے دوسرا رخ اختیار کیا یعنی اسلام کے مخالفین سے اسلام قبول کرتے ہی جنگ و جدال کیا۔

حضرت عمر فاروقؓ کے ذاتی خصائل

مسلمان چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کلمہ تشہد پڑھتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، جب ہم حق پر ہیں تو پھر چھپ کر نماز کیوں ادا کریں؟..... چنانچہ ارقمؓ صحابی کے مکان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے وہ صحابہ کرامؓ کو خانہ کعبہ میں نماز ادا کرنے کے لیے لائے۔ اس واقعہ سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوا راقم میں اکثر نماز پڑھا کرتے اور وہیں صحابہ کرامؓ کو تبلیغ بھی فرمایا کرتے۔ صحابہ کرامؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے دو گردہوں میں دوا راقم سے خانہ کعبہ میں نماز ادا کرنے کے لیے آئے۔ ایک گردہ کی قیادت حضرت حمزہؓ کر رہے تھے اور دوسرا گردہ حضرت عمرؓ کی قیادت میں آ رہا تھا۔ کفار مکہ نے مخالفت کی۔ آخر بہت زیادہ قیل و قال اور جنگ و جدال کے بعد مسلمانوں کو حوصلہ ہو گیا کہ وہ خانہ کعبہ میں نماز ادا کریں۔

جلوت و خلوت کی مجالس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے خاص خادم اور مشیر کی حیثیت سے نظر آتے ہیں

بجرت کے موقع پر حضرت عمرؓ نے بہت بڑی جوانمردی دکھائی اور سب کفار کو چیلنج کیا کہ جو اپنے بچوں کو نیتیم اور اپنی بیویوں کو بنانا چاہتا ہے وہ میرا مقابلہ کھلے میدان میں آکر کرے۔ کسی کو لب کشائی کی

کی جرات نہ ہوئی آخر حضرت عمرؓ نے کھلے بندوں ہجرت کی اور ان کے ساتھ تیس صحابہؓ نے ہجرت کی۔ مدینہ منورہ پہنچ کر بھی شانِ فاروقی نمایاں ہے۔ میدانِ جنگ ہو یا مجلسِ شوریٰ، سیاسی معاملات ہوں یا فقہی مسائل، اسلامی وفد کا تذکرہ ہو یا اہماتِ المؤمنین کے سخی معاملات ہر مقام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم اور مشیر کی حیثیت سے حضرت عمر فاروقؓ نظر آتے ہیں اور پھر جانثاری میں بھی سجز۔ حضرت صدیق اکبرؓ سب صحابہؓ پر فوقیت لے جاتے ہیں۔ ایسے بے شمار فضائل تھے جن کی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میں اور ابو بکرؓ دو عمرؓ گئے۔ میں اور ابو بکرؓ عمرؓ نے یہ کام کیا۔ میں اور ابو بکرؓ دو عمرؓ داخل ہوئے۔

اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان ہر دو پر اعتماد کا یہ عالم ہے کہ ان کی عدم موجودگی میں بھی غیر العقول بات بیان کر کے فرماتے ہیں کہ اس پر میں اور ابو بکرؓ دو عمرؓ گواہ ہیں۔

ایسا کیوں نہ ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ بن خطاب کو اللہ تعالیٰ سے مانگ کر لیا ہے تاکہ ان کی وجہ سے دین کو تقویت ہو۔

حضرت عمر فاروقؓ کی طبیعت میں

سختی اور نرمی کا امتزاج

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے حضرت عمرؓ کی طبیعت میں سخی اور عزم و ایمان کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے لیے داسوزی، محبت اور شفقت کے جذبات کو تیز تر کر دیا تھا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی سوا دو سلاہ رفاقت نے قومی اسلکی اور سیاسی شعور میں مزید سختگی کر دی۔ ان کی سختی نرمی میں تبدیل ہو گئی۔ جس وقت حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت عمرؓ کی جانشینی کی تجویز صاحبِ الرائے اصحاب کے سامنے رکھی تو حضرت عبدالرحمن بن عوف کے الفاظ سننے والے ہیں انہوں نے حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت عمرؓ میں سب خوبیاں ہیں لیکن طبیعت میں سختی ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کا جواب بھی قابلِ غور ہے کہ ان میں سختی اس وقت تک کہ میں نرم ہوں۔ میں نے انہیں خوب دیکھا ہے کہ جس معاملہ میں میں سخت ہوتا ہوں وہ نرم ہوتے ہیں اور جہاں میں نرم ہوتا ہوں وہ سخت ہو جاتے ہیں۔ ذمہ داری خود بخود ان کو نرم کر دے گی۔ چنانچہ ہم دیکھتے کہ ذمہ داریوں نے کس قدر نرم کر دیا ہے کہ رات کی تاریکی میں پرہ سے رہے ہیں تاکہ تھکے ماندے قافلہ والے آرام سے رات گزار سکیں۔ اپنی ذمہ داری اور طبیعت کی سختی کا انہیں خود بھی خیال تھا۔

حضرت عمرؓ کا پہلا خطبہ

مسند خلافت پر بیٹھتے ہی جو ابتدائی جملے فرماتے ہیں وہ یہی ہیں کہ "رب العالمین! میں سخت ہوں مجھے نرم کر، میں کمزور ہوں مجھے قوت عطا کر" پھر عوام سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ عرب کی مثال سرکش اونٹ کی طرح سے ہے جس کی ہمارے ہاتھ میں دی گئی ہے لیکن میں ان کو راستہ پر چلا کر چھوڑوں گا۔ یہ جذبات تھے جن کا اظہار انہوں نے اپنی پہلی تقریر میں فرمایا۔

اس تقریر کے دفاع میں جتنے ہیں۔ ایک اہم حصہ میں وہ اپنی کمزوری اور طبیعت کی سختی کا اعتراف کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ اے رب العالمین! میری سختی کو نرمی اور میری کمزوری کو طاقت میں بدل دے دوسرے حصہ میں عرب کے آزاد فضا میں تربیت پانے والے لوگوں کی جہلی حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے بتاتے ہیں کہ وہ قوانین کی پابندی سے اپنے آپ کو آزاد سمجھتے ہیں اس لیے حضرت عمرؓ نے اپنے عزم کا اظہار فرمایا ہے کہ چونکہ وہ ان کا امیر مقرر ہوا ہے لہذا وہ ان کو سیدھے اور صحیح راستہ پر گامزن کر کے دم لے گا۔

حضرت عمرؓ میں احساس ذمہ داری

حضرت عمرؓ کی نرمی اور احساس ذمہ داری کا یہ عالم تھا کہ رات بھر خیموں کا پہرہ دے رہے ہیں اور اسی احساس کی بدولت وہ شہر سے دور نکل جاتے ہیں اور چھپ چھپا کر لوگوں کے حالات معلوم کرتے ہیں تاکہ صحیح واقعات کا اندازہ ہو سکے کہ وہ لوگ جو شرم و حیا کی وجہ سے خلیفہ تک نہیں پہنچ سکتے انہیں مقررہ وظیفہ بھی ملتا ہے یا نہیں۔ مشہور واقعہ ہے کہ امیر المومنینؓ رات کو گشت کر رہے ہیں کہ ایک خیمہ سے بچوں کے رونے کی آواز آرہی ہے۔ آپ مجبور ہو کر دست تک دیتے ہیں دیکھو کہ رونے کی آواز بڑھتی ہی جا رہی تھی (ایک عورت خیمہ سے باہر نکلتی ہے آپ پوچھتے ہیں کہ اماں جان! بچے کیوں دور بے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ بچے بھوکے ہیں، کھانے کو مانگتے ہیں۔ اتنے میں آپ ہنڈیا کو چولہے پر دیکھ پاتے ہیں جس کے نیچے آگ جل رہی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہنڈیا میں جو بک رہا ہے وہ انہیں کھلا کیوں نہیں دیتی؟ عورت نہایت افسردگی سے کہتی ہے کہ ہنڈیا میں تو کچھ نہیں۔ صرف پانی میں چند سنگریزے ڈال رکھے ہیں اور نیچے آگ جلا رکھی ہے تاکہ بچوں کو تسکین ہو جائے کہ کچھ بک رہا ہے اور پھر روتے روتے وہ سو جائیں گے۔ امیر المومنینؓ نے سُن کر فرمایا کہ اماں! ان کو سونے نہ دینا میں ابھی آتا ہوں دوڑے

ہوئے بیت المال میں پہنچے۔ آٹے کی بوری کندھے پر رکھے اور گھی کا ٹین ہاتھ میں پکڑے ہوئے اس خیمہ کی طرف بھاگے آرہے ہیں۔ راستہ میں غلام بار بار اصرار کر رہا ہے کہ یہ بوجھ میں اٹھالیتا ہوں لیکن امیر المومنین فرماتے ہیں کہ آج دنیا میں تو یہ بوجھ تو اٹھالے گا مگر کل قیامت کے روز میرے بوجھ کو کون اٹھائے گا؟ جب کہ واضح ارشاد ہے کُلُّ ذَا ذِرَّةٍ وَزُرَّةٍ اُخْرٰی اسی طرح ہانپتے کانپتے ال خیمہ میں پہنچے آگ خود جلائی، جلوہ بنا کر بچوں کو کھلایا۔ جب کھلا چکے تو پوچھنے لگے کہ اماں! اب تم عمر سے خوش ہو گئی ہو؟..... اس عورت نے جواب دیا کہ تم سے خوش ہوں خدا تم کو خلیفہ بنا دے۔ فرمانے لگے کہ تم نے اپنی حالت امیر المومنین کے پاس جا کر کیوں بیان نہیں کی؟ جواب میں کہا کہ یہ امیر المومنین کا فرض ہے کہ وہ خود دیکھے کہ اس کی مملکت میں کون بھوکا سو رہا ہے۔ اس گنگو کے بعد امیر المومنین چلے جاتے ہیں اور صبح کو اس کا روزینہ مقرر فرما دیتے ہیں۔

بچے کا روزینہ پیدائش کے روز سے ہی مقرر کر دیا گیا

اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں جو بتا رہے ہیں کہ حضرت عمرؓ میں جذبہ ہمدردی اس قدر بیدار ہو چکا تھا کہ ایک خیمہ سے بچے کے رونے کی آواز سنتے ہیں، اس کی مال سے پوچھتے ہیں کہ بچے کو کیوں رونے دیا جاتا ہے، اس کو دودھ کیوں نہیں پلاتی؟ عرض کرتی ہے کہ بچے کا دودھ چھڑوا دیا ہے کیونکہ اس بچے کا روزینہ خلافت کی طرف سے اس وقت تک مقرر ہو گا جب تک بچہ دودھ پینا نہ چھوڑ دے۔ بیٹن کر آپ کا نپ اٹھے کہ نامعلوم کتنے بچوں کے دودھ چھڑوانے کی ذمہ داری عمرؓ پر عائد ہوتی ہے دوسرے دن حکم نامہ جاری کر دیا کہ بچے کی پیدائش کے روز سے ہی اس کا روزینہ مقرر کر دیا جائے۔ ایک رات ایک خیمہ کے پاس سے گزرتے ہیں کہ ایک اعرابی پریشان حال بیٹھا ہے۔ دریافت کرتے ہیں کہ کیا بات ہے؟ کہنے لگا کہ میری بیوی درِ درہ میں مبتلا ہے کوئی اڑوس پڑوس میں امداد کے لیے نہیں ہے۔ آپ اسی وقت گھر جاتے ہیں اور رات کی تاریکی میں اپنی زوجہ محترمہ کو لے کر اس اعرابی کے خیمہ تک پہنچتے ہیں۔ زوجہ محترمہ کو اندر بھیج دیتے ہیں اور خود اس اعرابی کے پاس بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگ جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ کی زوجہ محترمہ کہتی ہیں کہ امیر المومنین! اپنے بھائی کو مبارک باد دو کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں لڑکا عطا کیا ہے۔ امیر المومنین کا لفظ سن کر اعرابی چونک پڑتا ہے اور بہت شرمندہ ہوتا ہے۔ آپ اپنی زوجہ محترمہ کو تھوڑی دیر کے بعد سمراہ لے کر چلے آتے ہیں اور اعرابی کہتے ہیں کہ صبح میرے پاس آنا بچے کا روزینہ مقرر کیا جائے گا۔

سینکڑوں ایسی مثالیں ہیں جو ثابت کرتی ہیں کہ امیر المومنینؑ نے کس حد تک انسانیت کی خدمت کرنا اپنا شعار بنا رکھا تھا۔ قحط سالی کے زمانہ میں آپ کی ہمدردی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ آپ نے گھوٹوں کی روٹی اور گھی کا استعمال ترک کر دیا تھا اور صرف زیتون اور جو کی روٹی پر ہی گزارا کرتے تھے اگرچہ یہ زیتون ان کو موافق نہ آتا تھا۔

قحط سالی کے موقع پر امیر المومنینؑ کا دستور العمل

یہ سختی اور محاسبہ اپنی ذات پر ہی نہ تھا بلکہ اہل و عیال پر بھی اس طرح محاسبہ فرمائے۔ ایک روز ایک گورنر نے آپ کے دسترخوان کو دیکھ کر فرمایا کہ اتنی سختی اپنے اوپر نہ فرمائیے۔ ہر شخص کو باقاعدہ کھانا مل رہا ہے۔ آپ اس گورنر سے پوچھتے ہیں کہ کیا میری ملکیت کے ہر فرد کو پیٹ بھر کر کھانا مل جاتا ہے؟ وہ گورنر کہنے لگا کہ ہر فرد کے بارے میں تو صیح طور پر بتایا نہیں جاسکتا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ جب تک سب کو پیٹ بھر کر کھانا نہیں ملے گا عمر کی یہی حالت رہے گی۔ جب آٹھ نومبر کے بعد قحط سالی دور ہوتی تو حضرت عمرؓ نے اپنے سابقہ معمول کے مطابق کھانا پینا شروع کر دیا پھر کہا کہ یہ ہے کہ قحط سالی کے دوران فاروقی دسترخوان پر بیٹھ کر امیر المومنینؑ بھی تمام لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے۔ کسی قسم کی کوئی تمیز نہ ہوتی کہ امیر المومنین کون ہیں؟

امیر المومنینؑ کا طاعون عمواس

کے موقع پر مناسب ہدایات دینا

اسی طرح طاعون عمواس کے موقع پر امیر المومنین ملک شام میں امداد کی غرض سے روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک مقام پر آکر رک گئے بعض صحابہ کرامؓ نے انہیں آگے بڑھنے سے روک دیا اس لیے کہ اگلا تمام علاقہ طاعون کی لپیٹ میں آچکا ہے۔ اتنے میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پیش کیا کہ جب تم کسی جگہ طاعون پھیلی ہوئی دیکھو تو وہاں نہ جاؤ اور اگر کسی شہر میں یہ وبا پھوٹ پڑے تو اس شہر سے باہر نہ نکلو۔ اس حدیث شریف کو سن کر آپ نے واپسی اختیار کی اور ساتھ ہی مناسب ہدایات پہنچا دیں کہ شکاریوں کو کھلی پر نضا جگہ میں منتقل کر دیا جائے۔

امیر المومنینؑ کا روز و شب کا دستور العمل

بہر حال امیر المومنین عمر فاروقؓ کا دور خلافت سرپا رحمت ہے۔ ان کے روزمرہ کا پروگرام اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اسکندریہ کی فتح کی خوشخبری لانے والے قاصد کو واضح الفاظ میں فرمایا کہ تمہیں میرے آرام کا خیال نہیں کرنا چاہیے بلکہ فوراً بلاتا خیر میرے پاس پہنچ جانا چاہیے تھا اس لیے کہ اگر میں دن کو آرام کروں تو عوام کا نقصان ہے اور اگر شب کو آرام کروں تو میرا اپنا نقصان ہے اسی پروگرام کے تحت ان کا ساڑھے دس سالہ خلافت کا زمانہ گزرا ہے جو انسانیت کے لیے سرپا رحمت ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود کے جامع الفاظ کا پھر اعادہ کر دیتا ہوں کہ حضرت عمرؓ کا اسلام لانا فتح اسلام ہے ان کی ہجرت اسلام کی نصرت ہے اور ان کا دور خلافت سرپا رحمت ہے۔

حضرت عمرؓ کا لباس

لباس کا یہ عالم تھا کہ جس وقت بیت المقدس پہنچتے ہیں تو جسم مبارک پر جو کپڑا تھا اس میں کئی جگہ پیوند لگے ہوئے تھے اور جب ان کو لباس تبدیل کرنے کے لیے کہا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہماری عزت لباس سے نہیں ہے بلکہ ہماری عزت اسلام کی وجہ سے ہے۔

بیت المقدس کا سفر کس شان سے کیا

پھر سلوگی اور عدل و انصاف کا یہ علم ہے کہ بیت المقدس پہنچنے میں تمام سفر غلام اور آقائے ایک ہی اونٹ پر باری باری کیا جس وقت بیت المقدس پہنچتے ہیں تو غلام اپنی باری کے تحت اونٹ پر سوار تھا اور امیر المومنین ایک ہمار پکڑے آگے آگے چل رہے تھے۔ یہ شان اس امیر المومنین کی ہے کہ جس کی فوجوں نے قیصر کسریٰ کی حکومتوں کو روند ڈالا تھا اور حضرت عمرؓ کا نام سنتے ہی ان قیصرہ اور اکاسرہ کے جسموں پر لکھی طاری ہو جایا کرتی تھی۔

حضرت عمرؓ پر خشیت الہی سے کا اثر

ان تمام اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ کا سرچشمہ خشیت الہی تھا اس بارے میں حضرت عمرؓ کا عالم یہ ہوتا تھا کہ بعض اوقات ساری ساری رات رکوع و سجود میں گزار دیتے۔ اللہ تعالیٰ کے جلال کی آیات

کو پڑھ کر اتنا دوتے کہ ہچکی بندھ جاتی۔ وصل کے وقت فرمانے لگے "کاش اسے عمر! تیری مال تجھے نہ منتی
کاش تو ایک اینٹ پتھر ہوتا۔"

انہیں ایام میں ایک موقعہ پر فرمایا کہ اگر برابر برابر بھی چھوٹ جاتیں نہ کچھ لیا جائے اور نہ کچھ دیا جائے
تب بھی بڑی بات ہے۔ خداوند تعالیٰ کے مواخذہ سے اتنا دوتے اور کہتے کہ اگر تمام لوگ سوئے ایک کے
جنت میں جائیں گے تب بھی مجھے خیال ہے کہ وہ بد نصیب شاید عمری ہو۔

ہر شخص کو قلب و فکر کی آزادی تھی

ہر شخص کو قلب و فکر کی آزادی تھی عوام جب کبھی کسی بات پر المؤمنین کو ٹوک دیا کرتے تو وہ برگشتہ خاطر
نہ ہوتے تھے بلکہ اپنی غلطی کا اعتراف بھری مجلس میں کر لیا کرتے اور غلطی سے آگاہ کرنے والے کا احترام
کرتے اور ہر شخص کو اس کا صحیح مقام دینے میں ہرگز تامل نہ کرتے۔

ایک عورت کی اپنے خاوند کے متعلق شکایت

ایک عورت امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے خاوند کے بارے میں عرض کرتی ہے
کہ اس کا خاوند دن کو روزہ سے رہتا ہے اور رات معطلی پر گزار دیتا ہے۔ آپ نے یہ کلمات سن کر فرمایا
کہ وہ تو بہت اچھا آدمی ہے دوبارہ نہ بدہ عرض کرنے کے بعد آپ نے اس کے خاوند کے بارے میں
یہ الفاظ دہرائے کہ بہت اچھا آدمی ہے۔ جب وہ عورت جانے لگی تو ایک انصاری جو آپ کی خدمت
بیٹھے ہوئے تھے عرض کرنے لگے کہ امیر المؤمنینؑ اس عورت کا یہ مطلب نہیں جو آپ سمجھ رہے ہیں۔ یہ تو اپنے
خاوند کی شکایت ہے کہ اس کا خاوند حق زد جیتا ادا نہیں کرتا۔ جب اس عورت سے پوچھا
تو اس نے اثبات میں جواب دیا۔ امیر المؤمنین نے اسی انصاری کو حکم دیا کہ چونکہ آپ معاملہ کی تہ کو پہنچ
چکے ہیں لہذا آپ ہی اس کا فیصلہ کر دیں انہوں نے عورت کے خاوند کو بلایا اور اس کو حکم دیا کہ تین راتیں
تم اللہ اللہ کیا کرو اور اپنی بیوی کے پاس چوتھی رات بیا کر دو۔ خاوند نے یہ فیصلہ سن کر اقرار کیا کہ وہ ایسا ہی کرے
گا۔ امیر المؤمنین نے اس انصاری سے دریافت کیا کہ ایسا فیصلہ دینے میں آپ نے کتاب اللہ کے کس
حکم کو حجت ٹھہرایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ امیر المؤمنینؑ قرآن پاک نے چار بیویوں تک کی اجازت دے
رکھی ہے، اگر اس کا خاوند تین اور عورتیں اپنے نکاح میں رکھے تو لامحالہ اس عورت کے حق میں چوتھا
روز آتا ہے۔ اس طرح اس کی حق تعلق بھی نہ ہوگی۔ اس فیصلہ کو سن کر امیر المؤمنین بہت زیادہ مسرور ہوئے۔

ادراس الضاری کو عراق کا قاضی بنا کر بھیج دیا۔

قلب و فکر کی دولت تمام ممالک محروسہ میں پھیلی ہوئی تھی

قلب و فکر کی آزادی صرف مدینہ منورہ یا مضافات میں ہی نہ تھی بلکہ اس دولت کو تمام ممالک محروسہ میں پھیلا دیا تھا۔ گورنروں کی تقرری کے وقت ان کے کردار کو پرکھا جاتا تھا اور ساتھ ہی پروانہ لکھ کر دیا جاتا تھا جس میں اس گورنر کے تمام اختیارات درج ہوتے تھے اور اس گورنر کو حکم ہوتا تھا کہ اس پروانہ کو عوام میں پڑھ کر سناتے تاکہ والی کے اختیارات کا ہر فرد کو علم ہو جائے اور والی کسی وقت بھی اپنے اختیارات سے تجاوز نہ کر پائے۔ جہاں کہیں تجاوز کی صورت پیدا ہوتی فوراً اس لوگ دیا جاتا۔ پھر جج کے موقع پر تمام والیان علاقہ کو بلایا جاتا اور مجمع عام میں ہر شخص کو کھلی اجازت تھی کہ شکایات سب کے سامنے پیش کرے کسی گورنر کو مجاہد نہ تھی کہ دم ملدے۔ جب تک شاکی مطمئن نہ ہوتا گورنر سے باز پرس ہوتی رہتی۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ گورنروں کی تقرری کے وقت جو پروانہ جاری ہوتا ہے وہ اتنا واضح ہوتا کہ کسی کو افہام و تفہیم کے معاملہ میں کبھی دقت نہ ہوتی۔

- i - ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا (تاکہ اس کی البیلی چال کو دیکھ کر دل میں تکبر اور غرور پیدا نہ ہو)
 - ii - باریک کپڑا نہیں پہنے گا۔
 - iii - چھٹنا ہوا آٹما نہ کھائے گا۔
 - iv - دروازہ پر دربان مقرر نہ کرے گا۔
 - v - شریعت کی پابندی ضروری کرے گا۔
 - vi - اپنا دروازہ حاجت مندوں کے لیے ہمیشہ کھلا رکھے گا۔
 - vii - کسی قسم کے ستائف و مول نہ کرے گا۔
 - viii - مسافروں کے کھانے پینے کا انتظام بیت المال سے کرے گا۔
- مندرجہ بالا ہدایات گورنروں کے لیے تھیں۔

ایک گورنر کے بارے میں لوگوں نے شکایت کی کہ فلاں دقت جب ہم ضرورت کے تحت اس کے مکان پر گئے تو دروازہ بند تھا۔ امیر المومنین نے اس گورنر سے جواب طلبی کی تو معلوم ہوا کہ اس والی کے پاس صرف ایک جوڑا کپڑے کا ہے جس کو ہفتہ میں ایک بار دھونا پڑتا ہے اور کپڑے دھونے کے وقت دروازہ کو بند رکھنا پڑتا ہے۔ غور تو کیجئے کہ امیر المومنین نے عوام کا کس قدر خیال رکھا

ہے کہ صوبے کے گورنر کا دروازہ کسی وقت بھی بند نہیں ہونا چاہیے تاکہ پبلک کو پریشانی نہ ہو اور پھر اس گورنر کی سادگی کو بھی ذہن میں رکھا جائے کہ جس کے پاس ایک ہی جوڑا پہننے کے لیے ہوا اور اسی کو ہفتہ میں دھو کر وہ پہنتا ہو.....

کسی عامل کی تقرری سے پہلے اس کی جائیداد کا حساب رکھا جاتا تھا جب وہ اپنی ملازمت سے فارغ ہو کر آتا تب بھی اس کی جائیداد کا حساب لیا جاتا۔ پھر اس پر طرہ یہ کہ حلالات کیسے ہی نازک ترین کیوں نہ ہوں، امیر المومنین کو باز پرس کرنے میں کسی تردد نہیں ہوا اور نہ ہی اس معاملہ میں کسی بڑی سے بڑی مصلحت بینی کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

گورنر اول اور سپہ سالاروں پر کڑی نگرانی

یرموک کے محاذ میں حضرت خالد بن ولید سپہ سالار اعظم کی تنزلی کے احکام اس وقت موصول ہوئے ہیں جب کہ فوجیں لڑ رہی ہیں۔ اس طرح ان کی معزولی کے احکام سلسلہ میں اس وقت پیش کیے جاتے ہیں جبکہ تمام سپہ و لشکر موجود ہے اور تعمیل احکام بھی اس انداز سے ہے کہ دنیا کی تاریخ ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس کی مفصل بحث گزشتہ صفحات پر گزر چکی ہے۔

اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص، فاتح ایران کو لوگوں کی شکایت پر کوفہ کی گورنری سے اس وقت معزول کیا جب کہ نہادند کا معرکہ ہونے والا تھا۔ ایرانی فوج پوری طرح کیل کاٹنے سے لیس ہو کر نہادند کے محاذ پر پہنچ چکی تھی۔ بغیر کسی تردد اور ہچکچاہٹ کے حضرت نعمان بن مقرن کو ان کی جگہ سپہ سالار مقرر کر دیا۔ اور کمال یہ ہے کہ پبلک کو اس رد و بدل سے ذرہ برابر تردد یا پریشانی نہ ہوئی۔

حضرت عمرو بن العاص فاتح مصر کو امور سلطنت کے بارے میں بار بار ہدایات بھیجیں کہ خزانہ کی رقم مصر سے تھوڑی مقدار میں کیوں بھیجی جا رہی ہے؟ جب کہ وہ ایک زرخیز علاقہ ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت امیر المومنین عمر فاروقؓ اور حضرت عمرو بن العاص کے درمیان خط و کتابت بھی جاری تھی۔ اگر امیر المومنین کی شہادت کا واقعہ رونما نہ ہوتا تو عمرو بن العاص کو بھی گورنری سے برطرف کر دیا جاتا۔ چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے ابتدائی دورِ خلافت میں حضرت عمرو بن العاص کے نظریہ سے اتفاق کرتے ہوئے حضرت عمرو بن العاص کو گورنری سے معزول کر دیا تھا اور ان کی بجائے عبداللہ بن ابی مرہم کو گورنر بنا دیا تھا۔

گورنر مصر کو ہدایت

پھر امیر المومنین کی کتنی دُور بین نگاہ تھی کہ اسکندریہ فتح کرنے کے بعد رزق اور اطرابلس کی طرف مسلمانوں کو مجبوراً بڑھنے دیا اور اس سے آگے بڑھنے سے روک دیا اور جس وقت حضرت عمرو بن العاص نے مصر کے دار الخلافہ کے بارے میں لکھا کہ اسکندریہ قائم سے مصر کا پایہ تخت چلا آ رہا ہے یہاں ہر طرح کی سہولتیں موجود ہیں اس لیے اس کو دار الخلافہ ہی رہنے دیا امیر المومنین نے منع فرمایا حضرت عمرو بن العاص نے باب لیون کو دار الخلافہ بنانے کی تجویز پیش کی۔ امیر المومنین نے لکھا کہ ایسی جگہ دار الخلافہ ہونا چاہیے جہاں میں آسانی سے آجاسکوں اور درمیان میں دریا کی طغیانی مجھے عوام تک پہنچنے میں مائع نہ ہو۔ اس بنا پر حضرت عمرو بن العاص نے فسطاط ایک نئے مقام پر دار الخلافہ بنانے کا حکم حاصل کیا جو دریائے نیل کے اس کنارے پر ہے..... فسطاط ایک نئی چٹیل جگہ تھی یہاں ہر طرح کی عمارت تیار ہونا تھی لیکن اسکندریہ اور باب لیون ہر دو مقام کو دار الخلافہ بنانے کی اجازت صرف اس لیے نہیں دی کہ ان ہر دو شہروں تک پہنچنے میں سمندر اور دریا حائل ہوتا تھا۔ جو سکتا ہے کہ گورنر سے کسی معاملہ میں باز پرس کرنے میں یا کسی مظلوم کی حق رسی کرنے میں سمندر یا دریا کی طغیانی حائل ہو جائے اور وہ مظلوم یوں ہی جان دے دے جس کی باز پرس اللہ تعالیٰ کے ہاں عمر سے ہو۔

امیر المومنین عمر فاروق کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سے کس قدر محبت تھی

حُبتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عالم تھا کہ بیت المال سے وظائف مقرر کرتے ہوئے امیر المومنین حضرت فاروق اعظم نے خیال رکھا کہ جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنی نسبت ہوتی وہ اسی نسبت سے وظیفہ مقرر فرمائے۔ سب سے زیادہ وظیفہ حضرت عباس بن عبد المطلب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کا تھا اس کے بعد اہمات المومنین کا..... اپنے بیٹے عبد اللہ بن عمر کا تین ہزار سلاخ مقرر کیا۔ حضرت اسلم بن زید کے وظیفہ مقرر کرنے پر حضرت عبد اللہ بن عمر نے اعتراض کیا تو جواب میں فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُسامہؓ کو سچھ سے اور اسامہؓ کے باپ کو تیرے باپ سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے.....

اسی طرح فتح مدائن کے سلسلہ میں جب مال غنیمت آیا تو امیر المومنین نے مسجد میں ڈھیر لگا دیا۔ سب سے پہلے ایک ایک ہزار حضرات حسینؑ کو دیئے اور پانچ سو درہم اپنے بیٹے عبداللہ کو دیئے تو اس تقسیم پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے قدمے اعتراض کیا اور عرض کی کہ وظیفہ مقرر کرتے وقت بھی آپ نے حضرات حسینؑ کا مجھ سے زیادہ وظیفہ مقرر کیا ہے اور اب مال غنیمت میں سے بھی ان کو زیادہ حصہ ملا ہے حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی میں جہاد میں شریک ہوا کرتا تھا جس وقت حضرات حسینؑ ابھی نپٹے تھے۔ اس کے جواب میں امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ ان کے والد علی المرتضیٰؑ ان کی والدہ حضرت فاطمہ الزہراءؑ میں ان کے نانا سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی نانی ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰؑ ہیں، ان کے چچا حضرت جعفر طیارؑ بن ابی طالب اور ماموں حضرت ابراہیمؑ بنت جگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کی خالائیں حضرت رقیہؑ اور حضرت ام کلثومؑ ہیں۔ ایسی پاکیزہ نسبت ہمیں کہاں نصیب ہے۔ آئندہ ان کی برابری کا خیال دل میں ہرگز نہ لانا۔

عدل و انصاف

عدل و انصاف تو آپ کا طرہ امتیاز تھا۔ فاروق کا لقب اسی لیے آپ کو ملا تھا کہ آپ حق و باطل میں بے لاگ تفریق کیا کرتے تھے کسی بڑے یا چھوٹے کا اس میں تذکرہ نہ تھا۔ ان کی خلافت کے دوران ایک دفعہ جبلہ بن راہم رتیس شام نے طواف کے موقع پر ایک اعرابی کے تھپڑ مار دیا۔ اعرابی نے بھی ویسا ہی تھپڑ اس کے مارا۔ اس کی شکایت جبلہ بن راہم نے امیر المومنینؑ کے پاس کی فرمایا کہ تو سزا کا مستحق ہے۔ حضرت عمر دبن العاص گورنر مصر کے بیٹے نے کسی کو بلا وجہ مارا۔ امیر المومنینؑ کو معلوم ہوا تو اس شخص سے گورنر کے بیٹے کو کوڑے لگوائے۔

اپنے اور غیر میں کسی طرح کی کوئی تمیز نہ تھی۔ اپنی ذات پر بھی احتساب قائم رکھتے۔ اگر نفس میں کبھی سرکشی پیدا ہوتی تو اس کا بھی فوراً علاج فرماتے ایک دفعہ منبر پر خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو فرمایا کہ ایک وقت تھا جبکہ میں مفلوک الحال تھا، لوگوں کو پانی پلایا کرتا تھا وہ مجھے اس کے عوض کچھ کھجوریں دیا کرتے جن کو کھا کر میں گزرا دقات کرتا۔ اسی طرح دوسرے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں اپنے باپ خطاب کے اونٹ چرایا کرتا تھا اور اونٹ چرانے بھی مجھے نہیں آتے تھے۔ اس میں جب کبھی کوتاہی کرتا تو میرے والد خطاب مجھے بیٹا کرتے تھے۔ لوگوں نے ہر دو موقع پر پوچھا کہ ان الفاظ کے ادا کرنے کا یہ کونسا وقت تھا۔ فرمایا کہ دل میں غم پیدا ہوا تھا کہ تو بہت بڑا آدمی ہے..... اس مرض کا علاج کیا ہے

فرض شناسی کا جذبہ

بیت المال کا حساب پورا پورا رکھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ غنیمت کے مال میں اونٹ آئے۔ ان میں سے چند ایک کو عارض کی وجہ سے زخم ہو گئے تھے۔ آپ بڑی محنت اور جفاکشی سے ان اونٹوں کے زخموں کو خود دھوتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی نے اپنے بات سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عرض کیا تھا کہ ایک شخص "قری الامین" ہے اسی طرح امیر المومنین آپ پر یہ الفاظ صادق آتے ہیں۔

بیت المال کے حسابت اچھی طرح رکھتے ایک دفعہ ایک فریبہ اونٹ بازار میں اچھی قیمت پر لپکا امیر المومنین کو معلوم ہوا کہ یہ اونٹ عبداللہ بن عمر کا ہے اور یہ اونٹ کچھ عرصہ بیت المال کی چراگاہ میں کسی وجہ سے چرتا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا اونٹ کی اصل قیمت ملک کر دی جائے اور منافع بیت المال میں جمع کر دیا جائے۔

بیت المال سے جو روزینہ ملا کرتا تھا، آپ اسی پر گزراوقات کرتے تھے۔ کسی قسم کا تعارف بیت المال کی اشیاء میں نہ کیا جاتا تھا اور فرمایا کرتے تھے جو شخص بیت المال سے ایک جہ بھی ناجائز خروج کرے گا وہ خلیفہ نہیں بادشاہ ہے۔

ایک دفعہ امیر المومنین کے سامنے ایک تجویز پیش ہوئی۔ اس پر شعبان کا مہینہ لکھا ہوا تھا اب سوال پیدا ہوا کہ کس سال کا شعبان کا مہینہ ہے۔

سن ہجری کا اجراء

اس فیصلہ کے لیے مجلس شوریٰ طلب کی گئی اور اس مسئلہ کو زیر بحث لایا گیا۔ اس مجلس میں ہرمزان سابق شاہ اہواز کو بھی دعوت دی گئی۔ بعض صحابہ کی رائے تھی کہ ایرانی سنین کی مطابقت کر لی جائے۔ ہرمزان نے بتایا کہ ہمارے ہاں سال نوروز سے شروع ہوتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تجویز پیش کی کہ سن ہجرت رسول اللہ علیہ وسلم سے شروع ہونا چاہیے جیسا کہ مسلمان اپنے گھروں میں یادداشت کے طور پر شمار کرتے ہیں۔ اس پر سب نے اتفاق کیا لیکن اور طلب یہ بات تھی کہ ہجرت نبوی بیع الاول سے شروع ہوتی ہے اور عربوں کا سال محرم سے شروع ہوتا ہے آخر اس بات پر سب کا فیصلہ ہوا کہ ہجرت نبوی کا پہلا سال نومبر کا بیع الاول سے شمار ہو، اور اگلا سال شروع محرم سے شمار کیا جائے۔ اس طرح ہر سال بدلہ

اہ کا ہو جاوے گا چنانچہ اس فیصلے کے مطابق تمام ممالک محروسہ میں سرکار جاری کر دیئے۔

امیر المومنین کا لقب

دوسرا اہم مسئلہ خلیفہ وقت کے لیے لفظ "امیر المومنین" کا اختیار کرنا تھا اس مجد و شرف کے لقب کو استعمال کرنے میں کسی تکلف یا تمنع کو دخل نہیں ہے بلکہ "امیر" کا لفظ عرب والے ہر اس شخص کے لیے بولتے تھے جو صاحب اقتدار ہوتا مثلاً امیر جماعت، امیر عسکر وغیرہ کفار، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو امیر مکہ کہا کرتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص جب کوفہ میں گورنر بن گئے تو اردگرد کے ایرانی اور رومی انہیں امیر المومنین کہہ پکارتے تھے یعنی مومنین کا سردار۔ حضرت عمر فاروقؓ کو مطلقاً اس بات کا علم نہ تھا ایک بار حضرت لیبید بن ریح اور حضرت عدی بن حاتم مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے کوفہ میں رہائش پذیر ہوئے کی وجہ سے کہنے لگے کہ "امیر المومنین" کو ہالے آنے کی اطلاع دی جائے، اسی طرح حضرت عمر بن العاص نے ایک موقع پر امیر المومنین کہہ کر پکارا۔ حضرت عمرؓ نے وجہ پوچھی تو انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص کا حوالہ دیا۔ حضرت عمرؓ کو بھی یہ لقب اپنے لیے پسند آیا، اس لیے کہ تمام لوگ مومنین ہیں اور آپ ان مومنین کے امیر ہیں۔ بعد میں یہ لقب خلیفہ وقت کے لیے مختص ہو گیا اس لیے کہ حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ رسول کھلاتے تھے اور حضرت عمرؓ حقیقت میں خلیفہ رسول کے خلیفہ ہیں اس طرح حضرت عمر فاروقؓ نے خیال کیا کہ آپ کے بعد آنے والے خلفاء کے لیے خلیفہ و خلیفہ رسول کی لمبی چوڑی اضافات میں حواہجہ الجھ کر رہ جائیں گے بدیں وجہ "امیر المومنین" کا لقب خلیفہ وقت کے لیے مختص کر دیا گیا اور تمام ممالک محروسہ میں اس بات کی اطلاع دے دی گئی۔

بیت المال سے وظائف مقرر کرتے

ہوئے مراتب اور مدارج کا خیال رکھا گیا

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے صحابہ کرامؓ اور اہمات المومنین کے بیت المال سے وظائف مقرر کرتے ہوئے مدارج اور مراتب کا خیال رکھا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور خلافت میں مراتب کا خیال نہیں رکھا گیا بلکہ غنیمت کے مال کو جب مساوی طور پر تقسیم کیا گیا تو کسی نے خلیفہ رسول کو تو بہ مراتب و مدارج کی طرف ذللان مہر حضرت صدیق اکبرؓ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ رزق کو مراتب

سے کیا تعلق؟ مجدد شرف ایک الگ وصف ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ صحابہؓ کے فضائل اور مراتب کے فائل ضرور تھے مگر ان کے مختصر سے عہد میں ماندرونی خلفتہ ختم ہونے کے بعد ہی فتوحات تو شروع ہو گئی تھیں لیکن غنائم کی کثرت و بہتات نہیں ہوئی تھی اس لیے ضرورت تھی کہ جو کچھ غنیمت میں آیا وہ مساوی طور پر سب کو تقسیم کر دیا جائے اس کے باوجود ان دورِ خلافت میں بیت الملل تیار ہو گیا تھا لیکن ان کے دمال لے وقت جب کھول کر دیکھا گیا تو اس میں کوئی مال نہیں تھا صرف ایک قفل لگا ہوا تھا اور بس۔

امیر المومنین حضرت فاروق اعظمؓ کے دورِ خلافت میں بے شمار مال غنیمت آنا شروع ہو گیا اور ہر شخص فارغ البال نظر آنے لگا۔ اس وقت امیر المومنین نے مناسب سمجھا کہ بیت الملل کا حساب و کتاب رکھا جائے اس سلسلہ میں مجلس شوریٰ بلانی گئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور چند دوسرے صحابہؓ کا خیال تھا کہ غنیمت کے مال کو فوراً تقسیم کر دیا جائے۔ لیکن حضرت عثمانؓ کی رائے تھی کہ اس کا باقاعدہ مدراج ہونا چاہیے اور اس میں فوج کے اخراجات پہلے لکال لیے جائیں اور باقی سب تقسیم کر دیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے اس تجویز کو پسند فرمایا۔ اخراجات کی ضروری ضروری مدت نکالنے کے بعد مناسب سمجھا گیا کہ مراتب اور مدارج کے لحاظ سے فہرست تیار کر لی جائے تاکہ اس کے مطابق سالانہ وظائف مقرر کیے جائیں۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت عمرؓ فاروقؓ طبعاً ہی تقسیم کے قائل تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ السابقون الاولون کے تحت وہ حضرات جو اسلام کی خدمات کے لحاظ سے عزت و احترام کے حق دار ہیں انہیں افضلیت کا موقع دیا جائے۔ قرآن مجید نے بھی اس بات کی وضاحت فرمائی ہے

فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا. دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً. وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا. ۵

یہ تو ویسے بھی ایک فطری بات ہے کہ ایک کی خدمات بے انتہا ہوں اور وہ شروع سے لے کر آخر دم تک ہر مقام پر اپنی جان و مال اور اولاد کو اسلام پر قربان کرتا رہا ہو۔ دوسرا فتح کے بعد اسلام کی شرکت اور فطرت کو دیکھ کر مسلمان ہوا ہو وہ دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟ "السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ" کی عزت انزال نہ ہو تو انسان کو سوچنے میں تردد ضرور پیدا ہوتا ہے قرآن مجید میں "يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا"

فرمایا ہے کہ اے دنیا کے باسیو! تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور نہیں قبیلوں اور

گروہوں میں بانٹ دیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو درنہ اللہ کے نزدیک قابل تکریم تو وہ ہے جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہے یعنی اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ.....
 عزت و شرف کا ایک پیمانہ مقرر فرمادیا ہے یعنی پیدائش سب کی ایک ہی عرین پر ہوتی ہے خواہ وہ بادشاہ وقت ہو یا نان شبینہ کا محتاج گدا بحیثیت انسان ہر دو برابر ہیں کوئی فرق نہیں ہے وجہ عزت و شرف ہے تو اس بات میں ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرے اور اس کے احکام کو احسن طریق سے بجالائے وہ زیادہ تکریم کے قابل ہے۔

امیر المؤمنین کوئی جاگیر دارانہ نظام چلانا نہیں چاہتے تھے

اندریں حالات حضرت عمر فاروقؓ نے شخصیت کو بھی بد نظر رکھا ہے لیکن ساتھ ساتھ ان کی خدمات اسلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی قرابت کا بھی خیال رکھا ہے تاکہ مناسب تکریم اور عزت افزائی ہوتی رہے۔ اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ موجودہ طرز کی طرح BEAURECACY یا ARIETOCRACY جو روکریسی یا اسٹورکریسی جاگیر دارانہ نظام کے چلانے کا خیال حضرت عمرؓ کے ذہن میں تھا..... اگر یہی ہوتا تو صحابہ کرام کی اولاد جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ان سے بھی وہی خاندانی امتیازی سلوک روا رکھتے لیکن ان صحابہ کی اولاد کے ساتھ وہی سلوک روا رکھا ہے جس کے وہ حقدار تھے

یہ خیال بھی دل میں نہیں آنا چاہیے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے وفات کے بارے میں اپنے جلیل القدر محترم پیشرو کی مخالفت کی ہے بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے روزِ خلافت میں مسلمانوں میں معیشت کا مسئلہ پورے طور پر حل نہیں ہوا تھا لیکن خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں معیشت کی طرف بہ حالی فارغ البالی میں تبدیل ہو چکی تھی کوئی ایسا فرد نہیں تھا جو ملک حجاز میں فاقول مر رہا ہو جتنی کہ مسافروں کے لیے مسافر خانے بنا رکھے تھے جہاں ہر مسافر کے لیے خوراک اور رہائش بند و بست ہو کرتا تھا۔ غلام کی کثرت کی وجہ سے ہر شخص فارغ البال نظر آتا تھا۔ اس لیے بیت اللہ سے تمام سرکاری اخراجات نکال کر باقی رقم کو مراتب کے تحت تقسیم کرنے کا مقصد یہ تھا کہ خدمت اللہ کی بنا پر ہر ایک کی تکریم و تعظیم کی جائے۔ اس طرح کسی کو کسی پر غلہ بھی نہیں ہو سکتا۔ مگر دشکوہ کا جواب حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کے ذمیفہ مقرر کرنے میں مفصل دے دیا ہے جس امر کو قائم کیا تھا اس کی ترویج گزری چکی ہے۔

عہد صدیقی میں مرتدین جو تائب ہو چکے تھے ان کو باہر جہاد پر نہیں بھیجا گیا

عہد فاروقی میں ان لوگوں سے بڑے بڑے کام لیے گئے ہیں

حضرت صدیق اکبرؓ نے تائب ہونے والے مرتدین کو ان کی توبہ کے باوجود اپنے دور خلافت میں باہر جہاد پر نہیں بھیجا لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں انہیں باہر محاذات جنگ پر جہاد کے لیے بھیج دیا تھا اور انہوں نے ایسے ایسے کارہائے نمایاں کر دکھائے جو تاریخ کے صفحات کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ظلم بن خویلد اسدی جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا اور گرفتار ہو کر تائب ہوا تھا اس نے عہد فاروقی میں نہاوند کے محاذ پر بہت بڑا کام سرانجام دیا۔ حلوان سے نہاوند تقریباً نوے میل ہے اور راستہ کڑھب اور پہاڑی ہے۔ اسی ظلیم بن خویلد نے جاسوس بن کر یہ سارا فاصلہ پیدل طے کرنے کے بعد سپہ سالارِ اعظم حضرت نعمان بن مقرن کو اطلاع دی کہ حلوان اور نہاوند کے درمیان کسی جگہ بھی دشمن کی فوج گھات میں بیٹھی ہوئی نہیں ہے۔ چنانچہ ان کی رپورٹ پر اسلامی لشکر بے خوف و خطر نہاوند پہنچ گیا اور معرکہ نہاوند میں بھی ان کی فوجی صلاحیتوں نے مسلمانوں کو فتحِ عظیم دلانے میں بہت بڑا حصہ لیا ہے اسی طرح مؤلفہ القلوب اور دیگر دورِ ارتداد کے متاثرین کو میدان جنگ میں بھیج کر امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے ان سے اسلامی خدمات لی ہیں حالانکہ خلیفہ اول حضرت صدیق اکبرؓ نے ان پر کلیتہً اعتماد نہیں کیا تھا۔

ایسے واقعات سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے محترم پیشرو کی لغت کی ہے۔ اس کا تو واضح اور روشن پہلو یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے مختصر سے دورِ خلافت میں ایسے متاثرین شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے ان پر کڑی نگرانی کے بعد فیصلہ کیا کہ ایسے حضرات کو باہر میدان جنگ میں جہاد کی عرض سے بھیج دیا جائے تاکہ اپنے سابقہ داغ ہائے سیاہ کو عملی طور پر دھو سکیں اور گزشتہ گناہوں کی تلافی کر سکیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ کا یہ اجتہاد کس قدر درستی پر مبنی ہے اور اس اجتہاد کی بدولت کتنے اچھے نتائج برآمد ہوئے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے صحابہ کبار کو باہر ملکوں میں جانے اور ان کو وہاں سکونت پذیر ہونے سے

روک دیا تھا کہ بسا ادا ان جلیل القدر صحابہؓ کی وجہ سے ذمی یا نو مسلم حضرت فتنہ میں پڑ جائیں گے اور وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور قرابت کی وجہ سے ان کی تعظیم و تکریم کے سلسلہ میں شریعت کی حد و دسے تجاوز کر جائیں۔ کیونکہ مشرک، مجوسی، زرتشتی، یہودی اور عیسائی عقائد میں بادشاہ وقت اور ان کے قرابت داروں کو بہت اہمیت کوئی جاتی تھی۔ اس لیے حضرت عمر فاروقؓ نے صحابہؓ کو مرکز سے دور نہ ہونے دیا۔ حضرت عمر کی یہ دور رس نگاہ تھی کہ انہوں نے فتنہ کو پیدا ہونے سے پہلے ہی بھانپ لیا تھا..... ایسی ہی پیشیندی تھی کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دورِ خلافت میں اس درخت کو حدیبیہ کے مقام سے کٹوا دیا تھا جس کے نیچے بیٹھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۵ میں بیتِ نواں صحابہؓ سے لی تھی اور اللہ تعالیٰ نے "لَقَدْ ذُفِيَ اللَّهُ عَنْ أَطْوَمِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ" کے روح افزا پیغام سے صحابہؓ کو نوازا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ کا حدیبیہ کے مقام سے اس درخت کے کٹوانے کا فعل ان کی نہایت دور اندیشی کا بین ثبوت ہے۔

نماز تراویح کو باجماعت ادا کرنے کا طریق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں نوافل میں قرآن پاک پڑھا کرتے تھے اور صحابہؓ بھی اقتدار میں قرآن پاک کو سنا کرتے تھے۔ شدہ شدہ زیادہ حضرات جمع ہونے شروع ہو گئے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز باجماعت کے سلسلہ کو منقطع کر دیا کہیں یہ نماز بھی مسلمانوں پر فرض نہ ہو جائے اور مسلمان یہ بوجھ نہ اٹھا سکیں۔ پھر ہی طریق کار عہدِ صدیقی میں بھی رہا کہ لوگ رمضان المبارک میں کبھی علیحدہ کبھی اکٹھے قرآن مجید کو نوافل میں پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اس فعل کو مستحسن سمجھا کہ اس طرح قرآن مجید کی تلاوت سے قرآن پاک بھی اچھی طرح یاد ہو جاوے گا اور نماز باجماعت ادا کرنے سے اجتماعی لذت اور سرور بھی پیدا ہوتا رہے گا جب کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی یہ مستحسن فعل شروع ہونے لگا تھا جب کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے بوجھ کے خیال سے تسلسل منقطع کر دیا تاکہ نبی کا فعل امت کے لیے فرضیت کا درجہ حاصل نہ کرے۔ بہر حال اس نماز تراویح پر امت کا اجماع ہو گیا اور تمام ممالک محروسہ میں اس کی تردید ہو گئی۔

نماز جنازہ کی چار تکبیرات پر امت کا اجماع

حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں نماز جنازہ کی تکبیرات پر امت کا اجماع ہو گیا اور تمام ممالک

مخبرہ میں اس کے احکام جاری کر دیئے گئے۔

شراب پینے کی سزا چالیس دوروں کی

بجائے اسی درہ مقرر کر دی گئی

شراب پینے کی سزا حضرت عبدالعزیز کے در خلافت میں چالیس درہ مقرر تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے چالیس کی بجائے اسی درہ کر دیئے تاکہ اس ام البنات سے لوگ بچتے رہیں۔ اس سزا کو فرامین کی صورت میں تمام مملکت میں جاری کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باوجود خوشحالی کے لوگوں کا اس طرف رجحان نہ ہوا۔

حمص والوں کو جزیرہ کی رقم واپس کر دی

جزیرہ کی رقم ذبیحوں کے حق الخدست میں وصول کی جاتی تھی۔ اس سلسلہ میں ذبیحوں کے جان و مال کی حفاظت کی جاتی تھی اور ایسا بھی اتفاق ہوا کہ جب سپہ سالار نے دیکھا کہ نازک حالات کے تحت ذبیحوں کے جان و مال کی حفاظت کا حقہ نہیں ہو سکتی تو ان کو جزیرہ کی وصول شدہ رقم واپس کر دی جاتی۔ چنانچہ حمص والوں کے ساتھ یہی طریق اختیار کیا گیا۔ یرموک کے محاذ پر ذبیحوں کی بے انتہا فوج دیکھ کر سپہ سالار حضرت ابو بکر بن الحجاج نے حمص سے بھی فوج کو بلا لیا اور ساتھ ہی جزیرہ سے لاکھوں روپے کی وصول شدہ رقم ان کو واپس کر دی کہ نازک ترین حالات کے تحت ان کے شہر کی کا حقہ، حفاظت نہیں کی جاسکتی۔

بسطام والوں کو جزیرہ کی بجائے فوجی خدمات لی گئیں

شہر بسطام اور اس کے مضافات میں صلح کے وقت یہ درخواست مفترج اقوام کی طرف سے پیش ہوئی کہ وہ جزیرہ کی رقم وادانہیں کریں گے بلکہ وہ فوجی خدمت دینے کے لیے تیار ہیں۔ چنانچہ ان کی یہ درخواست منظور ہو گئی۔ اسی طرح ملک مصر میں بھی ایک حکمران نے یہ درخواست رقم کی بجائے فوجی خدمات کی بجائے اس سے دو گنی سگنی باجگذاری کے طور پر وصول کر لی جائے۔ اس درخواست کو بھی امیر المومنین عمر فاروقؓ نے قبول فرمایا۔ بہر حال امیر المومنینؓ کا یہ ایسا اجتہاد ہے جو مبنی بر صواب ہے۔

زمانہ ارتداد میں مرتدین کے جو بچے غلام

بنائے گئے تھے ان کو آزاد کر دیا گیا

ارتداد کے زمانہ کے جو مرد، عورتیں اور بچے لڑائی میں پکڑے آئے تھے وہ غلام بنائے گئے تھے حضرت عمر فاروقؓ نے ارتداد کے زمانہ کے پکڑے ہوئے غلاموں کو آزاد کر دیا اور ساتھ ہی حکم دیا کہ عرب غلام نہیں ہو سکتا..... یہ سرکلر ممالک محروسہ میں جاری کر دیا گیا۔

غلاموں کے باپوں میں سرکلر کا اجراء

اسی طرح وہ لوہندی جو صاحب اولاد ہو جائے اس کی خرید و فروخت منع کر دی وہ ہر حالت میں آزاد ہے۔ مکاتبت کے سلسلہ میں حکم جاری کر دیا گیا کہ غلام ایک مقررہ رقم دے کر آزاد ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ذکر ہے: "فَكَاتَبُوا هُوَانَ عَلِمْتُمْ بِيَوْمِ ذِي قَعْدٍ" پہلے اس حکم کو جو جو بی قرار نہیں دیتے تھے لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے اس حکم کو جو جو بی قرار دیا یعنی پہلے یہ بھی منظور تھا کہ آقا چاہے تو غلام کی شرط آزادی کو قبول کرے خواہ نہ کرے۔

لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے غلامی کو ہٹانے کے لیے یہ اقدام اٹھایا کہ یہ امر جو جو بی قرار ہے ہر حالت میں اسے تسلیم کرنا ضروری ہے، چنانچہ حضرت انسؓ کے ایک غلام سیرین نامی نے امیر المومنین کے پاس شکایت کی کہ میں مکاتبت پر آزادی چاہتا ہوں مگر میرے آقا اس کو تسلیم نہیں کرتے۔ حضرت انسؓ کو بلا لیا گیا اور ان کو حکمنا مکاتبت کی شرط کو پورا کرنے کے لیے کہا گیا۔

غلاموں کے بارے میں ایک کہ یہ صورت یہ بھی تھی کہ باپ بیٹے سے، ماں بیٹی سے اور بھائی بھائی سے جدا ہو جاتے تھے، اس طرح کہ ہر ایک علیحدہ علیحدہ فروخت ہوتے اور اس کو قبیح نہیں سمجھا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ قرآن پاک میں ذکر آتا ہے: "وَلَا تَقْطَعُوا أَرْحَامَكُمْ" تم قطع رحمی نہ کرو۔ اس سے بڑھ کر اور قطع رحمی کیا ہو سکتی ہے اس لیے فرمان جاری کر دیا کہ باپ بیٹا، یا ماں بیٹی یا کنبہ کے افسردگان کے عزیز واقارب سے جدا نہ کیا جائے تاکہ جدائی کی مصیبت دو چند اور سہ چند نہ ہو جائے۔

گھوڑوں پر زکوٰۃ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گھوڑوں پر زکوٰۃ نہیں تھی۔ یہ جانور سواری کے لیے مخصوص تھا اور میدان جنگ میں کام آتا تھا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں بھی یہی طریقہ رائج رہا لیکن حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر کی گئی اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گھوڑوں کی تجارت نہیں ہوتی تھی نہ ہی خلیفہ اول کے زمانہ میں اس جانور کو تجارت کا مال سمجھا جاتا تھا، البتہ خلیفہ ثانی کے عہد میں مملکت وسیع ہونے کی وجہ سے گھوڑوں کی باقاعدہ تجارت ہونا شروع ہو گئی۔ اس لیے حضرت عمر فاروقؓ نے تجارت کے گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر کر دی۔ اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی نافرمانی نہیں تھی بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں گھوڑے کی جنس مراد لی تھی وہ سواری کے گھوڑے تھے۔ اس زمانہ میں لوگ گھوڑوں کو تجارت کی غرض سے نہ رکھتے تھے اور نہ ہی اس غرض سے خرید و فروخت کیا کرتے تھے اس لیے اس جانور کو مستثنیٰ قرار دے دیا تھا۔ اب حضرت عمرؓ نے گھوڑوں کو مل تجارت سمجھ کر اس پر زکوٰۃ مقرر کر دی۔

عشور

اسی طرح تجارت کا مال جو دوسرے ملکوں میں عرب لے جایا کرتے تھے اس پر عشر (ٹیکس) دس فیصد وصول کیا جاتا تھا۔ بعض ملکوں کے تاجروں نے حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں درخواست دی کہ ہمیں اسلامی مملکت میں تجارت کرنے کی اجازت دی جائے ہم عشر دینے کے لیے تیار ہیں۔ امیر المومنین نے ان کی درخواست کو منظور فرمایا۔ بعد میں ذمیوں اور مسلمانوں پر بھی عشر کا طریقہ رائج کر دیا۔ البتہ تھوڑا بہت فرق قائم رکھا یعنی

- i : حربیوں سے دس فیصد
- ii : ذمیوں سے پانچ فیصد
- iii : مسلمانوں سے اڑھائی فیصد۔

رفتہ رفتہ یہ عشر تمام مذاہب خرد میں جاری کر دیا گیا۔ البتہ عشر سال بھر کے لیے شمار ہوتا تھا یعنی کوئی تاجر سال بھر تک اسلامی مملکت میں جہاں چاہے اپنا مال لے جائے۔ اس سے صرف ایک بار عشر کی رقم وصول کی جاتی تھی اس میں رعایت یہاں تک دے رکھی تھی کہ دو صد درہم کی قیمت کے

مل پر مشورہ معاف ہوتا تھا اور عشر وصول کرنے والوں کو حکم تھا کہ جو مال سامنے موجود ہے اس پر عشر وصول کیا جائے جس کو چھپایا جائے اس کی تلاشی نہ لی جائے۔

امام اور مؤذن کی تنخواہیں مقرر کر دیں

امیر المومنین نے آئمہ مساجد اور مؤذنین کی تنخواہیں مقرر کر دیں کیونکہ دیکھا گیا کہ اس کے بغیر مسجد کی رونق نہیں ہو سکتی۔ اس طریق پر فقہاء کی تنخواہیں بھی مقرر کر دیں لیکن فقہانہ بننے کے لیے ہر کس و ناکس کو اجازت نہ تھی کہ فتویٰ دے۔

امیر المومنین ان فقہاء کا امتحان لیتے جو ان کے امتحان میں کامیاب ہو جاتا اس کو فقہانہ کہلانے کا حق ہوتا۔ اس کا مشاہرہ بیت الملل سے دیا جاتا۔ اس سلسلہ میں عدلیہ کا مقام بہت بلند کر دکھایا۔

مسجد نبوی میں توسیع

امیر المومنین نے مدینہ منورہ میں حرم شریف کی توسیع کا ارادہ کیا اور گرد کے مکانات خرید کر مسجد نبوی میں شامل کر دیئے۔ حضرت عباسؓ اپنا مکان کسی قیمت پر بھی دینے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ مجبوراً امیر المومنین نے حکومت کی طرف سے مقدمہ حضرت ابی بن کعب قاضی شہر کی عدالت میں دائر کر دیا۔ جس وقت امیر المومنین عدالت میں گئے تو حضرت ابی بن کعب نے حضرت عمرؓ کی تعظیم کرنا چاہی تو امیر المومنین نے سختی سے منع فرمادیا کہ یہ طریقہ عدلیہ کے اصول کے خلاف ہے انصاف کی نظر میں مدعی اور مدعی علیہ برابر ہیں خواہ فریقین کسی بھی حیثیت کے ہوں۔ حضرت ابی بن کعب نے فیصلہ دیا کہ حکومت زبردستی کسی کا مکان خرید نہیں سکتی اور حضرت عباسؓ کے حق میں فیصلہ صادر کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عباسؓ نے از خود برضا و رغبت بلا کسی قیمت کے عام مسلمانوں کے فائدہ کی خاطر مکان حکومت کو دے دیا۔ اصل میں بتانا یہ مقصود ہے کہ ہر شخص اپنے کام میں آزاد ہے۔ اسلام کسی پر جبر و تشدد نہیں سکھاتا۔

حرم شریف کی توسیع کی گئی اور

خانہ کعبہ کا غلاف مصر سے تیار کروایا گیا

جہاں مسجد نبوی کی توسیع ۱۱۰۰ھ میں ہوئی اس طرح مکہ معظمہ میں حرم شریف کی توسیع کی گئی اور

لوگوں کے مکانات خرید کر اس کی حدود کو وسیع کر دیا اور اس کے ارد گرد چار دیواری بنادی اور اس کی چار دیواری پر رات کو چراغاں کیا جاتا تھا۔ عہد جاہلیت میں بھی خانہ کعبہ پر غلاف چڑھائے جاتے تھے لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے نہایت عمدہ کپڑے کا مہر سے غلاف تیار کر دیا اور اس کو چڑھانے کا بندوبست بھی کیا۔

میقات کی حدود

میقات کی حدود پتھر کی برجیاں بنا کر ظاہر کی گئیں.....

قرآن مجید کے پڑھنے اور پڑھانے کا انتظام

قرآن مجید کے پڑھانے کا انتظام بہت بڑے پیمانے پر کیا گیا۔ قرار صحابہؓ کو ملک محروسہ میں تھوڑے تھوڑے عرصہ کے لیے بھیجا۔ مسلمانوں کے لیے قرآن مجید کا پڑھنا لازمی قرار دیا گیا۔ قرآن مجید کو بہت سی جگہوں میں نقل کیا گیا اور ان جگہوں کو دور دراز علاقہ جات میں بھیجا گیا۔ طلباء کے لیے وظائف مقرر کیے گئے۔

پرچہ نویسی کا حکم

تمام ممالک محروسہ میں نظم و ضبط قائم رکھنے کے لیے پرچہ نویسی مقرر کیے تاکہ وہ اپنے اپنے علاقہ میں لوگوں کی بود و باش اور طور و طریق کے علاوہ..... والیان علاقہ جات کے بارے میں رپورٹ باقاعدہ دارالخلافہ میں بھیجتے رہیں۔ یہ حکم اتنا زبردست منظم تھا کہ امیر المومنینؓ کو صحیح حالات کا اندازہ مدینہ منورہ میں بیٹھے بٹھائے ہوتا رہتا تھا۔ جہاں کہیں فتنہ و فساد ہونے یا کسی عامل کے جابرانہ رویہ سے عدل و انصاف کا سررشتہ ٹوٹنے یا پھوٹنے کا خطرہ ہوتا وہاں حفظ مآل تقدم کے طور پر اس کا پہلے ہی بندوبست کر لیا جاتا۔

فوج میں خاص طور پر پرچہ نویسی کا کام بہت اہمیت رکھتا تھا۔ حضرت خالد بن ولید کے واقعہ کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ امیر المومنینؓ نے ان کی باز پرس جس انداز سے کی ہے وہ بھی گزشتہ صفحات میں مذکور ہے۔ اسی طرح عمرو بن معدیکربؓ ایک جانب از اور بہادر سردار ایران کے محاذ جنگ میں شریک تھا اس نے اپنے سپہ سالار کو گستاخانہ الفاظ کہے۔ سپہ سالار تو یہ سمجھ کر چپدہا کہ عرصہ میں ایسے الفاظ

ادا ہوتے ہیں لیکن پرچہ نویس کے ذریعہ جب امیر المومنین کو اطلاع ملی تو انہوں نے عمرو بن معدی کرب کی ایسی جواب طلبی کی کہ آئندہ پھر کسی لشکر کی کو کبھی ایسی جرأت نہ ہوئی۔

امیر المومنین کے عدل و انصاف کی چند جھلکیاں

پرچہ نویس کی اطلاع غیر جانبدارانہ ہوتی تھی۔ امیر المومنین کو دور دراز بیٹھے بٹھائے ہوئے تمام حالات سے آگاہی ہو جایا کرتی اور اس بارے میں مناسب تدابیر کی جاتی تھیں۔ حاکم و محکوم کے معاملہ میں مساویانہ سلوک فرماتے تھے لیکن ساتھ ہی یہ بھی خیال رکھتے کہ ان کے یہ تعلقات حفظ مراتب کے تحت قائم رہیں۔ آپ بڑے سے بڑے معتمد علیہ اور قابل تکریم شخصیت پر بھی کڑی نگرانی رکھتے۔ حضرت ابی بن کعب بڑے پائے کے صحابی تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ ان کی بہت زیادہ عزت کرتے اور لوگ بھی ان کا بہت زیادہ احترام کرتے۔ ایک دفعہ کسی مجلس میں سے اٹھ کر آنے لگے تو تمام لوگ تعظیماً اٹھ کر کھڑے ہوئے۔ حضرت عمرؓ پاس سے گزرے تو سرزنش فرمائی۔ حضرت ابی بن کعب نے تعجب سے پوچھا کہ عمر! یہ کیا؟ جواب میں فرمایا کہ تم لوگوں کو فتنہ سے منع کیوں نہیں کرتے؟ یہ طریق تابع کے لیے ذلت اور متنبوع کے لیے فتنہ ہے۔

۱۱ حضرت عمرو بن العاصؓ جمع کے موقع پر مصر سے آئے ہیں اور ان کا لڑکا عبداللہ بھی ساتھ ہے۔ کسی نے اس مجلس میں امیر المومنینؓ سے شکایت کی کہ عمرؓ بن العاص کے لڑکے عبداللہ نے بلا وجہ میرے کوڑے مارے ہیں۔ امیر المومنینؓ نے جرم ثابت ہونے پر تمام مجلس کے روبرو اس بدعی سے گورنر مصر کے لڑکے کے کوڑے لگوائے جب کہ تمام صحابہؓ نے یہ نظارہ دیکھا۔ ۱۱

گورنر مصر کو بھی اپنے مدعی کو راضی کرنا پڑا

اسی طرح حضرت عمرؓ بن العاص کے خلاف کسی مصری نے ان کے تشدد کی شکایت کی۔ جرم ثابت ہونے پر اس سائل کو حکم دیا کہ اس مجلس میں اس کا انتقام عمرؓ بن العاص سے لے حضرت عمرؓ بن العاص نے عرض کی کہ اس طرح نظام سلطنت درہم برہم ہو جائے گا اور حکومت کا رعب اٹھ جائے گا۔ امیر المومنینؓ نے فرمایا کہ خواہ کچھ بھی ہو شکایت کرنے والے کی داد رسی ضرور ہوگی آخر بڑی مشکل سے حضرت عمرؓ بن العاص نے دو صد درہم دے کر سائل کو راضی کر لیا اور اس نے اپنی شکایت واپس لے لی۔ تاہم گورنر مصر کو تنبیہ فرمادی کہ آئندہ ایسی شکایت نہ آئے۔

ہر ایک کے ساتھ مساویانہ سلوک

جہاں وہ عدل و انصاف کے تحت بڑے بڑے گورنروں اور جلیل القدر صحابہ کا محاسبہ کیا کرتے تھے وہاں وہ اپنی ذات اور اہل و عیال کو بھی اس سے مستثنیٰ نہیں کرتے تھے۔ شام کے ملک سے واپسی کے وقت امیر المومنین کو ایک بڑھیا کی جھونپڑی نظر آئی۔ اس سے امیر المومنین نے پوچھا کہ عمر کا کیا حال ہے؟ بڑھیا نے جواب دیا اب ملک شام سے چل پڑا ہے، خدا اسے غارت کرے اب تک اس نے ایک جتہ مجھے روزینہ کے طور پر نہیں بھیجا!۔ آپ یہ سن کر کہنے لگے کہ یہ علاقہ بہت دور و راز کا ہے عمر بیچارہ کیا کرے؟ بڑھیا نے جواب دیا کہ اگر چیک نہیں کر سکتا تو ملک کو قبضہ میں کیوں رکھ چھوڑا ہے؟ یہ سن کر امیر المومنین کا نپ اٹھے اور اس علاقہ کا انتظام کرنے کا حکم دیا یہ علاقہ میدان کارزار بنا ہوا تھا)

امیر المومنین اپنے آپ کو بھی احتساب

سے بری الذمہ نہیں ٹھہراتے تھے

ایک دفعہ ایک اعرابی نے آکر اپنی تنگدستی کی حالت اشعار میں اس طرح بیان کی کہ اے عمر! اگر لطف ہے تو جنت کا، اے عمر! میری لڑکیوں کو کپڑا پہنا خدا کی قسم! تجھے یہ کرنا ہوگا۔ امیر المومنین نے سن کر یہ فرمایا کہ اگر میں تمہارا کہنا نہ مانوں کیا ہوگا؟ اعرابی نے کہا کہ تجھ سے میرے بارے میں قیامت کے روز سوال ہوگا اور تو ہتکالبتہ جا رہے گا پھر تجھے دوزخ کی طرف بلاشبہ جانا ہوگا یہ سن کر امیر المومنین دھاڑے مار مار کر رونے لگے اور اس قدر روئے کہ داڑھی مبارک تر ہو گئی۔ اس کے بعد غلام کو فرمایا کہ اس کو میرا کرتہ دے دو اس وقت اس کے سوا میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ (المفردق از شبلی نعمانی)

بہر حال امیر المومنین کا سارا دور خلافت عدل و انصاف کے واقعات سے بھرا ہوا ہے۔ کوئی مثال ایسی نہیں آتی جہاں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنے نفس کو احتساب سے بچا لیا ہو۔ تلب و فکر کی آزادی کی وجہ سے ہر ایک سے بہت کچھ سنتے اور خندہ پیشانی کے ساتھ اس کی باتیں سن کر اپنی اصلاح فرماتے۔ منبر پر بیٹھ کر کسی بار اپنے نفس کی اصلاح فرمائی ہے۔ ہر ایک کو اجازت تھی کہ ان کی صورت و جلوت کی مجلس میں جہاں کہیں ان کی غلطی دیکھیں ان کو ٹوک دیا کریں امیر المومنین اس ٹوکنے والے کی بہت قدر و منزلت فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ اتنی بڑی سلطنت میں کسی ایک کو بھی اجازت نہ تھی کہ

قانون کی خلاف ورزی ادنیٰ سے ادنیٰ معاملہ میں بھی کر دکھائے۔ یہ مساویانہ اور روادارانہ سلوک تھا جس نے لوگوں کو اسلام کا گرویدہ بنا دیا تھا۔ ذمّی، باجگذاہر اور غلام کثرت سے مسلمان ہونا شروع ہو گئے اور اس اسلامی حکومت کو ایک رحمت سمجھنے لگے۔

حضرت عمر فاروق نے اپنے دورِ خلافت میں لوگوں کے اخلاقی، سماجی، معاشرتی اور اقتصادی حالات کو اچھی طرح صحیح مقام پر منطبق (SET) کر دیا تھا جس کی نظیر رہتی دنیا تک نہیں مل سکتی۔ ایسا کیوں نہ ہو جبکہ امیر المومنینؓ بار بار اعلان کر چکے ہیں کہ ان کی مملکت میں دریائے نیل کے کنارے پر کوئی بھوکا اونٹ دم توڑ رہا ہے تو اس کا جواب دہ قیامت کے دن عمر ہے ہوگا۔

امیر المومنینؓ کی طرزِ حکومت دنیائے عالم

کے حکمرانوں کے لیے ایک چیلنج ہے

اب مجھے ان کی طرزِ حکومت کو پیش کرنا ہے جو تا قیام قیامت ہر حکومت کے لیے ایک روشنی کا پینار ہے۔ شاید افرنگ زدہ مسلمان یہ باور کرنے میں متردد ہوں کہ ایک گلیم پوش، فقیر منش انسان جس نے کسی یونیورسٹی سے لار (Law) کی ڈگری حاصل نہ کی ہو، اور جس نے کسی فوجی انٹیٹیوٹ سے ڈپلوما نہ لیا ہو اور جو کسی یونیورسٹی کے ابتدائی درجوں میں بھی متعلم کی حیثیت سے نہ رہا ہو وہ دنیائے عالم کے ریفارمروں، سیاستدانوں، قانون دانوں، سپہ سالاروں، ڈکٹیٹروں اور جمہوریت کے دعویداروں کو بانگِ ڈہل اپنے عمل سے اعلان کر رہا ہے کہ میرے اپنائے ہوئے طریق کو اختیار کر دو تو دنیا میں امن و امان قائم رہ سکتا ہے ورنہ دنیا تباہی اور بربادی کے گہرے غار میں جا گرے گی.....

ان حضرات کے لیے صرف اتنا ہی لکھ دینا کافی ہے کہ اس گلیم پوش، صاحب بصیرت انسان نے ۱۳ نبوی میں آستانہ نبوت پر حاضری دی ہے اور اس وقت سے لے کر ۱۳۰۰ تک پورے اٹھارہ سال اس اقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دلبان نبوت میں بیٹھ کر تمام علوم و فنون کی تکمیل کر لی اور اس کے بعد سوادِ سال تک اپنے محترم پیشرو و خلیفہ اول کی رفاقت کا التزام کر کے عملی طور پر جہانگیری اور جہانبانی کے اصول کے تجربات حاصل کر لیے اور ۱۳۰۰ سے لے کر ۱۳۰۰ تک پورے ساڑھے دس سال میں انہیں حاصل کردہ اصولوں کو عملی زندگی میں پیش کر دکھایا ہے۔ اس لیے کہنا پڑتا ہے کہ جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ معجزہ ہے، ان پر نازل شدہ کتاب قرآن مجید معجزہ ہے۔ اس امی رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کی تعلیم معجزہ ہے وہاں خلفائے راشدین کا دور خلافت دنیا کے حکمرانوں کے لیے اعجاز سے کم نہیں ہے جس نے نہایت مختصر سے عرصہ کے اندر تمام داخلی اور خارجی فتنوں کو کچلنے کے بعد علی منہاج نبوت ایک عظیم الشان سلطنت قائم کر دکھائی ہے، بالخصوص حضرت عمر فاروقؓ کا باڑھے دس سالہ دور خلافت تو دنیا کو ہمیشہ بحیرت میں ڈالتا رہے گا اور دنیا کے حکمران شعوری یا لاشعوری طور پر ان کے وضع کردہ اصول جمانگری اور جمانبانی سے مستفید ہوتے رہیں گے۔ آئندہ صفحات میں آپ مطالعہ کریں گے کہ حکمرانی اور سیاستدان کا کونسا ایسا شعبہ ہے جس میں حضرت عمر فاروقؓ کو اولیت نہیں ہے۔ ان کا دور خلافت بیانگ ذہل زبان حال سے حق کا اعلان کر رہا ہے

ۛ اگر خیریت دنیا و عقبی آرزو داری
بدرگاہش یاد ہر خچرے خواہی تمنا کن

خلافت راشدہ کا نظام حکومت

خلافت راشدہ کا نظام حکومت نہ تو برطانوی پارلیمانی کی طرح ہے جہاں برطانوی بادشاہ گاڑی کا پانچوال پیہہ سمجھا جاتا ہے جس میں بادشاہ کبھی غلطی نہیں کر سکتا ہے اور نہ ہی اس حکومت کے نزدیک بادشاہ کبھی مرتا ہے، جس کے ملک پر ملکہ راج کرتی مگر حکم نہیں چلاتی۔

خلافت راشدہ کا نظام حکومت نہ ہی مدلتی اور وفاقی ہے جو ہمیشہ سے ہر مقام پر ترامیم کا محتاج رہتا ہے جہاں نسلی امتیازات کا پھر اس قدر واضح ہے کہ اس متمدن دور کے اندر بھی انسانیت سمجھتے ہوئے دم توڑتی نظر آتی ہے اور ایک بہت بڑے لافا کے پھٹنے کی نشاندہی کر رہی ہے۔

خلافت راشدہ کا نظام حکومت نہ ہی سوستانی (سوزر لینڈ کا جمہوری نظام) نظام ہے جس میں ستائیس لاکھ عوام کے بلا واسطہ تسلط کو تو تسلیم کیا گیا ہے تاہم عوام کی قانون میں عدم واقفیت اس جمہوری نظام کے نافذ ہونے میں غیر معمولی تاخیر کا سبب بنتی رہتی ہے پھر معیشت کو ہی انسانیت کی تکمیل کا سبب سمجھا گیا ہے۔

خلافت راشدہ کا اسلامی نظام حکومت نہ ہی اشتراکی ہے جو سوویٹ روس اور جمہوریہ چین میں اس وقت رائج ہے جہاں مزدور اور کسان کو روٹی کا چکھہ دے کر اس کے مذہب اور اخلاق پر بے دریغ دست درازی کی جاتی ہے۔ جہاں چلتے پھرتے ذی روح انسان کو لوہے کی مشینوں کا پرزہ سمجھ کر اس سے کام لیا جاتا ہے۔

بے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

خلافتِ راشدہ کا اسلامی نظام حکومت نازی حکومت کی طرح آمرانہ بھی نہیں ہے جس میں فردِ واحد کی رائے قانون کا ماخذ بن کر لوگوں کی قسمتوں کا فیصلہ کرتی ہے۔
خلافتِ راشدہ سے مراد ایسی امارت شرعیہ ہے جو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں ان کے متصلاً علیٰ منہاج نبوت ظہور پذیر ہوئی ہو.....

اسلامی دستور و قوانین کا ماخذ

اس کے آئین و دستور کا ماخذ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس کی دو
شقیں ہیں :-

- i (ا) ایسے احکام جن کی صراحت کتاب اللہ میں بطور ادا امر و نواہی موجود ہے۔
 - (ب) ایسے احکام جو احادیث صحیحہ میں سنتِ رسول اکرم کی صورت میں پائے جائیں اور ان کے بارے میں حکم صادر ہو۔
 - ii ایسے احکام جو امتِ مسلمہ کو بصورتِ فرد و قوم صراحتاً کتاب و سنت میں نہ مل سکیں مگر کتاب و سنت کی روشنی میں ان کا جائزہ لیا جاسکے۔
- پہلی صورت میں جب کہ احکام کتاب و سنت میں موجود ہوں خلیفہ وقت اس میں ہرگز رد و بدل نہیں کر سکتا۔

دوسری صورت میں وہ احکام جو صراحتاً کتاب و سنت میں نہ مل سکیں خلیفہ وقت جو فقیہ بھی ہو ان احکام کا کتاب و سنت میں جائزہ لے کر کسی نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں کتاب و سنت کی روشنی میں استنباط و استخراج کلی یا جزوی طور پر خلیفہ وقت سے نہ ہو سکے تو وہ اس مسئلہ کو مخصوص افراد کی مجلس شوریٰ میں رکھ دیتا ہے۔ اگر وہ مجلس شوریٰ بحث و تمحیص کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچ کر مطمئن ہو جاتے تو بہتر ورنہ اس مسئلہ کو عوام کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے جو کتاب و سنت کی روشنی میں مسئلہ کا حل تلاش کرتے ہیں۔

مشاور
کلیشن
بادشاہ
ان کے آ
سے لیکیں
ہونے کے

سلا می طرز حکومت کا طریق اور اس کا ماخذ

یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات نقل کر دینے ضروری ہیں جو انہوں نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجتے ہوئے فرمائے تھے اور ان کا امتحان بھی اس معاملہ میں لیا تھا تاکہ امت کے لیے اس سلسلہ میں ایک دستور العمل پیش کر دیا جائے۔

”بِمَا تَحْكُمُ يَا مَعَاذُ؟“ اے معاذ! تمہارا طریق حکومت کیا ہوگا؟

حضرت معاذؓ نے عرض کی :-

”أَحْكُمُ بِكِتَابِ اللَّهِ“ میں اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

”قَالَ لَمْ تَجِدْ فِي كِتَابِ اللَّهِ“ اگر تو کتاب اللہ میں نہ پائے؟

حضرت معاذؓ نے عرض کیا :-

”فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ“ سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں تلاش کروں گا۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

”قَالَ لَمْ تَجِدْ فِي سُنَّتِي“ اگر تو میری سنت میں نہ پائے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ نے عرض کی :-

”أَحْكُمُ بِرَأْيِي“ اپنی فکر و صوابیہ سے فیصلہ کروں گا۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”الحمد لله“ اس نے اللہ کے رسول کے پیامبر کو صحیح

راستہ دکھایا۔

خلفائے راشدین کے سی سالہ دور خلافت میں انہیں مندرجہ بالا اصولوں کے تحت امور

متنازعہ فیہ طے ہوتے رہے ہیں۔ جو ترمذی شریف کی حدیث کے مطابق ”الْخِلاَفَةُ لِعَبْدِي

تَلَاثُونَ سَنَةً ثُمَّ مَلَكَ بَعْدَ ذَلِكَ“ یعنی میرے بعد تیس سال خلافت ہوگی پھر

بادشاہت ہو جاوے گی۔ یہ تصریح اس مقام پر اس لیے کی گئی ہے کہ دنیوی سلطنتیں جو موجود ہیں

ان کے آئین کا ماخذ صرف انسانی دماغ ہے اور سب کا منتہائے مقصد صرف معیشت ہے اور

بس۔ لیکن خلافت راشدہ جو منہاج نبوت پر قائم ہے کا ماخذ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس پر عمل پیرا

ہونے کے لیے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیس سالہ حیات طیبہ ہے۔

اس طرز حکومت میں معاش و معاد دونوں کا حل موجود ہے

اس خلافت میں معاش کے علاوہ معاد کے مسائل بھی حل کیے ہیں۔ سیدھے اور صاف الفاظ میں یوں سمجھ لیا جائے کہ جسم و جان کی بالیدگی اور حفاظت کے بارے میں جہاں قوانین موجود ہیں وہاں قلب و روح کے لیے بھی غذا کا سامان ہر کس و ناکس کے لیے مہیا ہے اور اصل بات تو یہ ہے کہ انسانی شرف کا تمغہ اور اثر و المخلوقات کہلانے کا حق اس صورت میں ہے کہ حضرت انسان اس کائنات میں اخلاقی اور روحانی قدروں کا مجسمہ نظر آئے اور وہ تب ہی ہو سکتا ہے جب کہ انسان اپنے خالق و مالک کے احکام کی بجا آوری عقل کی پیچ در پیچ وادیوں سے ہٹ کر ہدایتِ وحی کی روشنی میں کرے اور اپنے شب و روز اس کی اطاعت میں گزار دے۔

اسلامی حکومت میں ہر سو برکت ہی برکت ہوگی

خلیفہ راشد جب ہدایتِ وحی سے مستفیض ہو کر معاشرہ میں قدم رکھے گا تو اس معاشرہ میں چار سو خیر و برکت ہی نظر آئے گی۔ اس کے برعکس اگر حکمران اور اس کے میسر اپنی انسانی عقل کے بل بوتے پر نظامِ حکومت چلانے کا خیال رکھتے ہوں تو وہ کتنا ہی درد و خلوص اپنے دل میں اپنے ابنائے جنس کے بارے میں لیے بیٹھے ہوں لیکن ان کا اپنا حل اس اندھے کی طرح ہوگا جو اپنا راستہ ٹامک ٹوٹیا کے طور پر طے کر رہا ہو اور اگر حکمران اور اس کے میسر وزیرے جنس شریعت چنان کے طور و طریق پر تمام کے تمام ایک حمام میں ننگے ہوں اور ذاتی عناد کی خاطر قوم کو قربان کرنے کے لیے تلے ہوئے ہوں تو اس معاشرہ میں فساد برپا نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا؟

اب مجھے خلیفہ راشد امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کے نظامِ حکومت کا خاکہ پیش کرنا

ہے جس سے

قیاس کن ننگستان من بہار مرا

کا صحیح اندازہ ہو سکے گا کہ اتنی وسیع و عریض سلطنت کو کس طریق سے چلایا جاتا تھا۔ ہزاروں میل بیٹھے ہوئے خلیفہ وقت کو عوام اور عمدہ داروں کے بارے میں پوری پوری اطلاع ملتی رہتی تھی یہ اس زمانے کا ذکر ہے جبکہ ذرائع آمد و رفت بہت ناقص تھے۔ ادنیٰ اور گھوڑوں پر سفر ہوتا تھا اس کے باوجود جہاں کہیں اس حکومت کے کل پرزے میں تھوڑا بہت نقص واقع ہوا فوراً

پرزہ کی بجائے دوسرا پرزہ فٹ کر دیا گیا۔

ممالکِ محروسہ کے صوبہ جات

- ۱ - مکہ مکرمہ
- ۲ - مدینہ منورہ
- ۳ - مصر
- ۴ - فلسطین
- ۵ - شام
- ۶ - بصرہ
- ۷ - کوفہ
- ۸ - الجزیرہ
- ۹ - اصفہان
- ۱۰ - آذربائیجان
- ۱۱ - فارس

ان صوبہ جات میں بعض بہت بڑے بڑے صوبہ تھے جن کو ضرورت کے تحت دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا مثلاً فلسطین، مصر اور شام وغیرہ۔

ہر صوبہ میں عہدیداران کا تقرر

ہر صوبہ میں ذیل کے عہدیداران کی تقرری عمل میں آیا کرتی تھی۔

- ۱ - والی (گورنر)
- ۲ - کاتب (چیف سیکرٹری)
- ۳ - کاتب دلیوان (فوج کا میرمنشی)
- ۴ - صاحب الخزانج (کلکٹر)
- ۵ - صاحب اعداٹ (سپرنٹنڈنٹ پولیس)
- ۶ - صاحب بیت المال (افسر خزانہ)

۷۔ قاضی القضاة (چیف جسٹس)

ہر صوبہ میں بہت سے ضلع ہوا کرتے تھے۔

صاحب المزاج (کلکٹر) صاحب اعداٹ (سپرٹنڈنٹ پولیس) صاحب بیت المال (انسٹرنڈنٹ) اور قاضی کا تقرر ضلع میں بھی ہوا کرتا تھا۔

صوبہ کے یہی عہدیداران صوبائی نظام حکومت میں اپنے نمکے کے انچارج مقرر ہوتے تھے جو ضلع کے کام کی بھی دیکھ بھال کیا کرتے تھے۔

گورنروں کی تقرری کے وقت ان کی سابقہ خدمات کا خیال رکھا جاتا تھا

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ ان عہدیداروں کی تقرری بہت غور و فکر سے کیا کرتے تھے بعض اوقات ان کے امتحان بھی لیا کرتے تھے۔ والیوں (گورنروں) کی تقرری میں امیر المومنین ان کی سابقہ خدمات کو مد نظر رکھتے اور کوشش کرتے کہ جلیل القدر صحابہؓ میں سے ہوں جن کی دیانت و شجاعت اور تدبیر پر پورا بھروسہ ہوتا اور مقرر کرتے وقت ایک پروانہ ان کو دیا جاتا جس میں ان کے اختیارات درج ہوتے اور ان کو حکم ہوتا ہے کہ مجمع عام میں کھڑے ہو کر ان پروانہ جات کو پڑھ سنائیں تاکہ پبلک بھی ان کا محاسبہ ہر وقت کر سکے جب کہ وہ کسی معاملہ میں اپنے اختیارات سے تجاوز کرتے نظر آئیں۔

امیر المومنین کے دور خلافت کے گورنرز

امیر المومنین عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں حسب ذیل گورنرز تھے:

- | | | |
|-----------------------------|-------------------------|------------------------|
| ۱۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح | ۲۔ یزید بن سفیان | ۳۔ امیر معاویہ |
| ۴۔ عمرو بن العاص | ۵۔ حضرت سعد بن ابی وقاص | ۶۔ عتبہ بن غزوان |
| ۷۔ البرموسی اشعری | ۸۔ مغیرہ بن شعبہ | ۹۔ عتاب بن ولید |
| ۱۰۔ نافع بن عبد الحارث | ۱۱۔ خالد بن العاص | ۱۲۔ عثمان بن ابی العاص |
| ۱۳۔ یعلیٰ بن امیہ | ۱۴۔ علاء بن المحضری | ۱۵۔ عیاض بن غنم |
| ۱۶۔ عمرو بن سعد | ۱۷۔ خدیفہ بن ایمان | ۱۸۔ عتبہ بن ولید |

رضون اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ان والیان تک کے اسماء گرامی کو سرسری نظر سے دیکھا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دو تودو

میں سے ہیں اور بقیہ قریب قریب جلیل القدر صحابہؓ ہیں۔ فاروقیؓ انتخاب کی دلدینی چاہیے کہ ان گورنروں کی تعزری کرنے میں نہایت دوراندیشی سے کام لیا گیا ہے، وہی صوبہ جات من کے سپرد کیے گئے، جہاں ان کی فطری صلاحیتیں ملک و ملت کے لیے مفید ثابت ہوتی رہیں مثلاً ملک مصر کو جب عمر بن العاص نے نہایت تدبر اور سمجھ داری سے تھوڑے عرصہ میں فتح کیا تو امیر المومنینؓ نے انہیں وہاں کا گورنر بنا دیا کیونکہ حضرت عمر بن العاص جہاں ملک مصر کی چیمپ چیپ زمین سے واقفیت رکھتے تھے وہاں مصریوں کے تمدن اور بود و باش کے طریقہ سے بھی اچھی طرح واقف تھے۔ ملک گیری کے بعد جب امیر المومنینؓ کے حکم سے ملک دہلی کے اصولوں پر وہ ملک مصر پر حکومت کرنے لگے تو پتہ پتہ ان کے گن گانے لگا اور اسلام بہت جلد وہاں پھیلنے لگا۔

نہر سوئز کی تیاری کے بارے میں

چند خدشات کے تحت اجازت نہ دی

رفاہ عامہ کے کاموں میں بیشتر رقم خرچ ہوتی تھی۔ نہر امیر المومنین دریا ئے نیل سے نکالی گئی۔ اس طرح سوئز نہر کی تیاری کے بارے میں حضرت عمر بن العاص نے امیر المومنینؓ سے اجازت طلب کی کہ بحیرہ روم اور بحیرہ کلزم کو ملا دیا جائے اور اس کو ملانے کا کام فرما کے مقام پر تجویز کیا گیا جہاں بحیرہ روم اور بحیرہ کلزم کا باہم فاصلہ صرف ستر میل رہ جاتا ہے۔ امیر المومنین نے اس نہر کی اجازت صرف اس لیے نہیں دی کہ یونانی اس دریا ئی راستہ سے آکر حاجیوں کے قافلہ کو نقصان پہنچائیں گے اور بحری راستہ سے اپنے وطن واپس پہنچ جایا کریں گے۔ یہ خطرہ المومنین کا اس وقت کے لحاظ سے حقیقت پر مبنی تھا اس لیے کہ عربوں نے سمندر میں جہاز رانی کی مشق ابھی حاصل نہیں کی تھی اور بحری جنگ کے لیے عرب ابھی تیار نہیں ہوئے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے بھی بار بار جزیرہ سائبرس (قبرص) کو فتح کرنے کی اجازت طلب کی لیکن امیر المومنینؓ نے فرمایا کہ مسلمانوں کو سمندری خطرہ میں نہ ڈالا جائے۔ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ فترحات کے دامن کو پھیلانے کی بجائے سمیٹا جائے۔ اسی طرح عمر بن العاص کو برقہ اور طرابلس سے آگے جنوبی افریقہ کی طرف بڑھنے کی اجازت نہیں دی۔ پبلک کے فائدے کے لیے مصر کے دو حصے کر دیئے گئے ایک حصہ پر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو گورنر بنا دیا اور دوسرے حصہ پر دوسرا والی مقرر کر دیا اور حضرت عمر بن العاص کو گورنر جنرل مقرر کر دیا۔ امیر المومنین کے پیش نظر عدل و انصاف کی بنا پر

جہانبانی تھی محض جہانگیری نہ تھی۔

شام کی گورنری

اسی طرح ملک شام میں پہلے یزید بن ابوسفیان کو گورنر بنایا پھر ان کی وفات پر ان کے بھائی امیر معاویہ کو شام کی گورنری عطا کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یزید بن ابی سفیان اور ان کے بھائی امیر معاویہ بہترین جنگی صلاحیتوں کے مالک تھے اور اصول جہانداری کو خوب سمجھتے تھے چونکہ وہ ان علاقوں میں بطور نائب پہلے سالار فتوحات میں حصہ لیتے رہے ہیں اس لیے ان کو (امیر معاویہ) وہاں کا گورنر بنا دیا گیا۔

اس کے علاوہ شام کا ملک بہت زرخیز تھا جہاں یہودی اور عیسائی قومیں آباد تھیں اور یہ شام کا ملک ایشیائی اور یورپین اقوام کی گزرگاہ تھا۔ عرب کی تاریخ نے میسرہ بن شعبہ، عمرو بن العاص اور امیر معاویہ کے دماغ کی ہمیشہ داد دی ہے۔ ملک شام کی حدود ملک حجاز سے ملتی ہے اس لیے حضرت عمر فاروق نے حضرت امیر معاویہ کو شام جیسے ملک میں والی مقرر کر کے روم اور اسپین کی سرحدات کا خاطر خواہ انتظام فرمایا تھا اس کے باوجود حضرت عمر فاروق کی صولت اور دبدبہ کا یہ عالم ہوتا کہ جب کبھی امیر المومنین کی طرف سے والی شام کو حکمنامہ پہنچتا تو ان کے جسم پر کپچی طاری ہو جاتی اور کسی حکم کی بجا آوری میں توقف ہرگز نہ ہونے پاتا تھا۔

کوفہ کی گورنری

حضرت سعد بن ابی وقاص عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ملک ایران کی فتح میں ان کا نمایاں حصہ ہے جنگ قادسیہ میں انہوں نے ایرانی قوت کو کچل کر رکھ دیا تھا۔ فتح قادسیہ کے بعد انہیں پہلے مدائن کا پھر کوفہ کا گورنر بنا دیا گیا۔ لیکن معرکہ نہاوند کے موقع پر چند لوگوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص کے خلاف کچھ شکایات کیں۔ امیر المومنین نے تمام حالات سے بے نیاز ہو کر حضرت سعد بن ابی وقاص کو دار الخلافہ طلب کر لیا اور ان کی بجائے عبداللہ بن ایمان کو گورنر بنا دیا اور حضرت نعمان بن مقرن کو کوفہ کا مقرر فرما کر حکم دیا کہ وہ انہرز پہاڑی کی طرف بڑھیں اور نہاوند کے مقام پر پڑاؤ ڈال دیں ہر حال امیر المومنین والیوں کے تقرر کے بارے میں پوری طرح تحقیق فرمالتے اور جہاں کہیں کوتاہی پائی جاتی اس کو دور فرماتے اور اس گورنر کو معزول کر دیتے اور ایسا کرنے میں بڑے سے بڑے خطرہ کو مول لے لیا کہ جس وقت ان کے پیش نظر عوام کی بہبودی تھی اور بس۔

قاضیوں کی تقرری

قاضیوں کی تقرری کے بارے میں خاص طور پر امیر المومنینؑ جانچ پڑتال کرتے بعض اوقات ان کا امتحان بھی لیتے۔ قاضی شریح کی تقرری کے بارے میں امیر المومنینؑ کا ایک واقعہ معنی خیز ہے کہ امیر المومنین نے ایک گھوڑا خرید کیا اور کسی سوار کو دے دیا۔ گھوڑا سواری میں چوٹ کھا کر داغدار ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے گھوڑے کو واپس کرنا چاہا۔ گھوڑے کے مالک نے انکار کر دیا۔ قاضی شریح سے اس کا فیصلہ لینا چاہا۔ قاضی شریح نے فیصلہ دیا کہ اگر گھوڑے کے مالک سے اجازت لے کر سواری کی گئی ہے تو وہ واپس کیا جا سکتا ہے ورنہ نہیں..... امیر المومنینؑ نے فیصلہ سن کر خوشی کا اظہار کیا اور اس کے بعد انہیں کوثر کا قاضی مقرر کر دیا۔

رشوت کا انسداد

رشوت کو ختم کرنے کے لیے عہدیداران کی تنخواہیں بیش بہا تھیں۔ دالی کی تنخواہ ایک ہزار درہم ماہوار تھی۔ قاضی کی تنخواہ پانچ سو درہم ماہوار تھی۔

امیر المومنینؑ نے جہاں گورنروں کو سادہ زندگی گزارنے کی تلقین فرماتے وہاں ان کی تنخواہوں کا بھی خیال رکھتے تھے اور ان کو معقول مشاہرہ دیتے تاکہ بحیثیت عامل کسی سے معمولی سے معمولی چیز بھی تحفہ کے طور پر وصول نہ کرنے پابندی اور کوئی دکاندار ان کو صوبہ کا مالی سمجھ کر بازار کے نرخ سے کم قیمت پر کوئی چیز انہیں نہ دے۔ قاعدہ ہے کہ عہدہ داروں کی سادگی دیکھ کر عوام میں بھی ان کی تقلید کا خیال پیدا ہو جاتا ہے، اس طرح ملک اقتصادی سحران سے دوچار نہیں ہوتا۔

یوں تو امیر المومنینؑ کو پرچہ نولیسوں کے ذریعہ ہر صوبہ کی اطلاع ہوتی رہتی اور جہاں کہیں ضرورت ہوتی اس کی اصلاح فرمادینے لیکن بعض اوقات پرچہ نولیسوں کی مہم رپورٹ کے تحت اچھے صالح لوگوں پر مشتمل ایک کمیشن بھیج دیا جاتا اور پھر ان کی جائز رپورٹ پر امیر المومنینؑ فیصلہ فرماتے۔ اس کے بعد بھی گنجائش ہوتی کہ معتوب علیہ لکھا ہے تو اپنی صفائی پیش کر سکتا ہے۔

صوبہ عراق کی پیمائش

صوبہ کی آمدنی بڑھانے کے لیے حضرت امیر المومنینؑ نے عراق کے صوبہ کی پیمائش کر دانی۔ اس

علاقہ کی پیمائش کا خیال سب سے پہلے اس لیے ہوا کہ امیر المومنینؑ نے ارادہ کیا کہ منترجہ علاقہ کی زمین ان کے سابقہ کاشتکاروں کو دے دی جائے اور زمین کی تہائی آمدنی ان سے لے لی جائے۔ صحابہؓ بار بار اس بارے میں مخالفت کرنے لگے۔ ان کو امرار تھا کہ بن مجاہدین کی تلواروں نے علاقہ کو فتح کیا انہیں میں یہ زمین تقسیم کر دینی چاہیے اور وہاں کے لوگوں کو ان کا غلام بنا دیا جائے۔ امیر المومنینؑ کے سامنے خیر کی مثال تھی، وہ چاہتے تھے کہ عراق کی زمین بھی وہاں کے اصلی کاشتکاروں کے سپرد کر دی جائے اور ان سے اس زمین کی تہائی آمدنی لے لی جائے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف اور چند حضرات کو یہ امرار تھا کہ زمین کو مجاہدین میں تقسیم کر دینا چاہیے کیونکہ ان کی تلواروں نے ان علاقوں کو فتح کیا ہے۔

اس سلسلہ میں امیر المومنینؑ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو فہ کے گورنر کو لکھا کہ عراق کی پہلے مردم شماری کروائی جائے تاکہ صحیح اندازہ ہو سکے کہ زمین کے بدلے میں کیا کیا جائے؟ مردم شماری کی گئی تو یہ ادسٹنٹلی کہ ہر مجاہد کے حصہ میں تین تین غلام آئیں گے اور اسی نسبت سے زمین آئے گی۔

عراق کی زمین کاشتکاروں کو دی گئی

مجلس شوریٰ بلائی گئی۔ سب سے پہلا سوال یہ تھا کہ اگر مجاہدین میں زمین تقسیم کر دی گئی تو آئندہ فوج وغیرہ کے اخراجات کہاں سے پورے ہوں۔ امیر المومنینؑ نے قرآن مجید کی آیت سے استدلال کیا کہ "لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ اخْرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ" اگر مجاہدین میں زمین تقسیم کر دی گئی تو وہاں کی بسنے والی قوموں کے ورثہ کے لیے کچھ باقی نہ رہے گا۔ اس نص قطعی کی روشنی میں اصول قائم کیا گیا کہ جو ممالک منترجہ ہوں گے ان کی ارا مئی فوج میں تقسیم نہ ہوگی بلکہ تمام علاقہ حکومت کے قبضہ میں رہے گا اور پہلے قابضین کو بے دخل نہیں کیا جائے گا۔ اس اصول کے تحت عراق کا بندوبست کروایا گیا۔

عثمان بن حنیف اور حذیفہ بن الیمان نے پوری پوری پیمائش کی۔ قابل کاشت زمین کا رقبہ تعین کر ڈر ساٹھ لاکھ جریب ہوا، اس سے اوقاف، شاہی خاندان کی جاگیریں، جنگل، دریا برد اور طرکوں وغیرہ کی درستی میں آنے والے قریبی رقبہ جات کو خالصہ قرار دیا گیا۔ جس کی سالانہ آمدنی ستر لاکھ تھی۔ یہ تمام رقم رفاہ عامہ کے کاموں میں صرف کرنے کے لیے مختص کر دی گئی۔ بقیہ زمین کاشتکاروں کے قبضہ میں رہنے دی اور اس پر جس وار لگان کی شرح مقرر کی گئی :-

شرح لگان	فی بیگھ	نام جنس
دس درہم سالانہ	ایک بیگھ	انگور، کھجور
چھ درہم سالانہ	"	نیشکر (گنا)
پانچ درہم سالانہ	"	کپاس
دو درہم سالانہ	"	گیہوں
ایک درہم سالانہ	"	بجور

عراق کی کل آمدنی

اس طرح عشر وغیرہ سے عراق کی کل آمدنی پہلے آٹھ کروڑ ساٹھ لاکھ سالانہ تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ کی نرم پالیسی کے باوجود عراق کی مالگزاری دس کروڑ اٹھائیس لاکھ درہم وصول ہوئی۔ زیادہ کے زمانہ میں دس کروڑ پانچ لاکھ سالانہ درہم۔ جماع بن یوسف کے زمانہ میں دو کروڑ آٹھ لاکھ سالانہ درہم۔ مامون المرشید کے زمانہ میں پانچ کروڑ اڑتالیس لاکھ سالانہ درہم سے زیادہ نہیں ہوئی۔

دفا تر کی زبان وہی رہنے دی جو پہلے تھی

عراق کے علاوہ امیر المومنین نے کسی اور علاقہ کی بیعت نہیں کروائی بلکہ سابقہ بندوبست کو ہی قائم رہنے دیا اور دفا تر کی زبان وہی رہنے دی جو پہلے تھی یعنی عراق اور ایران کا دفتر فارسی زبان میں، شام کا رومی زبان میں اور مصر کا قبطی زبان میں رہنے دیا۔ قبطی، پارسی اور یونانی لوگ جو ملازم تھے ان کو ان کی جگہوں پر برقرار رکھا البتہ جہاں غلطی معلوم ہوئی ان کی اصلاح کر دی۔

محکمہ آب پاشی

افتادہ زمین کو قابل کاشت بنانے کے لیے نہریں کھدوائی گئیں، بند باندھے گئے، تالاب تیار کروائے گئے اور محکمہ آب پاشی مستقل طور پر قائم کر دیا گیا۔ آب پاشی کے لیے سو بوجات میں جو نہریں تیار کروائی گئیں، ان میں نہر امیر المومنین "مصر میں قابل ذکر

ہے جس کے تیار کر دانے کے لیے ایک لاکھ پتیس ہزار مزدور سال بھر تک کام کرتے رہے۔ اس کا تمام خرچ بیت المال سے ادا ہوتا تھا۔ اس طرح خوزستان اور آہواز کے علاقہ جات میں آبپاشی کے لیے بہت سی نہریں کھدوائی گئیں۔ بڑی بڑی نہروں کے علاوہ بہت سی چھوٹی چھوٹی نہریں پیٹھے پانی کی غرض سے تیار کی گئیں۔

نہر ابو موسیٰ

بصرہ کے لوگوں کا وفد امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ بصرہ کا علاقہ شور اور کلر ہونے کی وجہ سے ویران ہو رہا ہے۔ پینے کا پانی بہت دور سے لانا پڑتا تھا۔ اس کا خاطر خواہ انتظام ہونا چاہیے امیر المومنینؑ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ دجلہ سے لو میل لمبی کاٹ کر بصرہ میں پہنچانی جائے چنانچہ یہ نہر ابو موسیٰ کے نام سے تیار ہوئی جس کی وجہ سے بصرہ میں پانی گھر گھر پہنچ گیا۔

نہر معقل

یہ نہر دریائے دجلہ سے نکالی گئی۔ چونکہ اس نہر کی تیاری حضرت معقلؓ ایک صحابی نے کروائی تھی اس لیے اس کا نام نہر معقل پڑ گیا۔

نہر سعد

انبار والوں نے اس نہر کے کھدوانے کے بارے میں یزدجرد شاہ ایران کے پاس درخواست دی تھی لیکن علاقہ مفتوح ہونے کے بعد انبار والوں نے یہی درخواست حضرت سعد بن ابی وقاص کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے امیر المومنینؑ کے حکم سے سعد بن عمرو کو متعین کیا کہ اس نہر کو کھدوایا جائے۔ پہلی راستہ میں آگئی جس کی وجہ سے کھدوائی کا کام قدرے رُک گیا۔ اس کی تکمیل حجاج بن یوسف کے عہد ولایت میں ہوئی تاہم اس کا نام نہر سعد ہی رہا۔

یہ وہ نہریں ہیں جو آبپاشی کی وجہ سے تیار کی گئیں۔ ویسے کنوئیں، مہلاب بند اور جو ہڑوں کے ذریعہ سے بھی آبپاشی ہوتی تھی اور جہاں کہیں آسانی سے مقامی طور پر نہر نکال کر آبپاشی کے فوائد متصور ہوتے اس کی اجازت دینے میں امیر المومنینؑ نے کبھی دریغ نہیں کیا۔ کھیتی باڑی کی طرف توجہ دینے سے ملک کی آمدنی میں معتد بہ اضافہ ہوا۔

آمدنی کی مددات

اس خراجی زمین کے علاوہ عشری زمین سے بھی بہت آمدنی ہوتی ہے۔

عشری زمین کی تین قسمیں سمجھی جاتی تھیں۔

- ۱ - وہ زمین جس کے قابض شروع سے اسلام لے آئے جیسا کہ مکہ، مدینہ اور طائف کی زمین۔
- ۲ - وہ زمین جو کسی ذمی کے قبضہ سے نکل کر مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی ہو اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

• مالک و اراعی کے لاوارث ہونے کی وجہ سے

• حکومت نے اراعی اس کی بغاوت کی وجہ سے ضبط کر لی ہو۔

• اسلامی سلطنت کو چھوڑ کر خود ہی چلا گیا ہو۔

• اپنی مرضی سے زمین کسی کے حق میں چھوڑ دی ہو۔

- ۳ - افتادہ زمین جو دیران ہونے کی وجہ سے کسی کی ملکیت نہ ہوئی تھی اس کو مسلمان نے آباد کر لیا ہو۔

مندرجہ بالا ہر قسم آئینہ عشری زمین کی تعریف میں آتے ہیں۔

عشری زمین پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فصل کا دسواں حصہ مقرر کر دیا تھا جو زکوٰۃ کی مد میں شمار ہوتا تھا۔ عشری طریق پر زمین کا بہت سا دیران علاقہ آباد ہو گیا اور حکومت کے خزانہ میں اضافہ ہو گیا۔ ان مددات کے علاوہ آمدنی کے اور ذرائع بھی تھے۔ عشر، غنیمت کا مل خمس، زکوٰۃ وغیرہ بالخصوص عشر کی وجہ سے ملکی اور غیر ملکی تجارت کے مال کی بہت جگہ منڈیاں قائم ہو گئی تھیں، تجارت کے گھوڑوں پر بھی زکوٰۃ لگادی تھی جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

اخراجات کی مددات

- ۱ - فوج کے اخراجات
- ۲ - پولیس کے اخراجات
- ۳ - عدلہ قضاة کی تنخواہیں
- ۴ - والیان ملک اور ان کے عدلہ کی تنخواہیں۔
- ۵ - وظائف
- ۶ - روزینہ

۷ - متفرقات

۸ - نظارت نافع ریپبلک ڈیپارٹمنٹ کے تحت حسب ذیل عمارات تقسیم ہوا کرتی تھیں :-

i - سرکاری عمارات

ii - نئریں

iii - سڑکیں

iv - پل

v - شفاخانہ

vi - چوکیاں ، مسافر خانہ ، کینویں اور تلاب وغیرہ۔

vii - نئے شہروں کا آباد کرنا

محکمہ دفاع

دفاع میں اچھی خامی رقم خرچ ہوتی تھی۔ امیر المومنین نے اس محکمہ کی طرف خاص توجہ فرمائی۔

فوجی صدر مقامات

ممالک محروسہ میں فوجی صدر مقامات بنا دیئے گئے۔

۱ - مدینہ منورہ

۲ - کوفہ

۳ - بصرہ

۴ - موصل

۵ - فسطاط

۶ - دمشق

۷ - حمص

۸ - اردن

۹ - فلسطین

فوجی چوکیاں

ان فوجی صدر مقامات پر بڑی بڑی چھاؤنیاں تھیں جو فوجی نقطہ نگاہ کے تحت بنائی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ ضرورت کے تحت فوجی چوکیاں بے شمار تھیں۔ بعض صوبوں میں کثرت سے چھاؤنیاں بنائی گئیں مثلاً خوزستان کے علاقہ میں تھوڑے تھوڑے مقام پر چھاؤنیاں اور چوکیاں بنائی گئیں جو منطقی ضروریات کے تقاضا کو پورا کرتی تھیں۔ ان کے لیے صحت افزا مقام کا ہونا نہایت ضروری تھا اور گرمی، سردی کے موسم کے مطابق فوج کشی کا حکم دیا جاتا تھا۔ گرم ملکوں میں سردیوں میں اور سرد ملکوں میں گرمیوں میں فوج کشی کی جاتی تھی۔

سپاہی کی ٹریننگ

سپاہی کو پانچ باتوں کی ٹریننگ ضروری تھی۔

- ۱۔ تیراکی
- ۲۔ تیراندازی
- ۳۔ شمشیر زنی
- ۴۔ شہ سواری
- ۵۔ پیدل چلنا

سپاہیوں کی چھٹیوں کا انتظام

تنخواہ باقاعدہ ہر سپاہی کو ماہوار ملتی رہتی۔ راشن اور بھتہ کا بھی مستقل انتظام تھا۔ باہر جنگی محاذات پر جو فوجیں ہوتیں ان کو سال بھر میں دو بار گھر آنے کے لیے چھٹی ملا کرتی۔ اس طرح اس کے بیوی بچوں کا بھی خیال رکھا جاتا اچھی کارکردگی پر ان کو انعام بھی ملتا اور ترقی بھی ہوتی۔

ہر کلمہ گو سپاہی ہے

اسلام نے چونکہ تمام مسلمانوں کو جہاد کی وجہ سے فوجی بنا رکھا ہے اور کوئی کلمہ گو اپنے آپ کو جہاد سے بری الذمہ نہیں ٹھہرا سکتا۔

اسلامی فوج کی قسمیں

اس لیے اسلامی فوج کی دو قسمیں ہیں :-

۱۔ مستقل فوج

۲۔ ریزرو فوج

شروع شروع میں حضرت ابوہریرہؓ حاکم بحرین پانچ لاکھ درہم خراج کی صورت میں مدینہ منورہ لے کر آئے تو اس بارے میں تردد ہوا کہ کیا طریقی اختیار کیا جائے۔ بحث و تمحیص کے بعد فیصلہ ہوا کہ تمام مہاجرین اور انصار کے نام رجسٹر میں درج کیے جائیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کی کا خیال رکھا جائے۔ چنانچہ رجسٹر میں نام درج ہوئے اور امیر المؤمنینؓ نے وظائف کی شرح مقرر فرمائی۔

بہر شمار	وظیفہ حاصل کرنے والے کس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں	سالانہ رقم بطور وظیفہ
۱۔	غزوہ بدر میں شریک ہونے والے	پانچ ہزار درہم سالانہ فی کس
۲۔	ہجرت حبشہ اور غزوہ احد میں شریک ہونے والے	چار " " "
۳۔	فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہونے والے	تین " " "
۴۔	فتح مکہ کے وقت مسلمان ہونے والے	دو " " "
۵۔	قادسیہ یا یرموک کی جنگ میں شریک ہونے والے	" " " "
۶۔	اہل سینہ	چار سو درہم سالانہ فی کس
۷۔	قادسیہ اور یرموک کے بعد کے مجاہدین	تین سو " " "
۸۔	بلا امتیاز مذاہب	دو صد " " "
۹۔	مہاجرین اور انصار کے اہل و عیال	دو صد تا چار صد " " "
۱۰۔	شترکار۔ بدر کے اہل و عیال کے وظائف	دو ہزار درہم سالانہ فی کس
۱۱۔	غلاموں کے وظائف اسی نسبت سے مقرر ہوئے جس گروہ سے ان کے آقاؤں کی نسبت تھی	

یعنی آقا اور غلام میں کوئی فرق نہ تھا۔

اس طریق پر فوجی چھاؤنیوں میں رجسٹرات تیار کیے گئے اس طرح ان کی تنخواہوں کا مسئلہ حل ہو گیا ہر سال فوج میں نئی بھرتی تیس ہزار کے قریب ہوتی۔ فوج میں عرب تو تھے ہی ان کے علاوہ رومی شامی، ایرانی اور ہندوستان کے نڈر (جاٹ) بھی فوج میں شامل ہوتے تھے۔

مندرجہ ذیل محکمہ جات فوج سے منسلک تھے :-

- ۱ - پریچ نوٹری کا محکمہ
 - ۲ - سفر مینا کا محکمہ
 - ۳ - رسد وغیرہ انتظام کرنے والوں کا محکمہ
- ان ہر سہ محکمہ جات کا تعلق محکمہ دفاع سے ہوتا تھا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں تمام ممالک محروسہ کی فوج آٹھ لاکھ کے قریب تھی۔

شہری انتظامات کے لیے پولیس کا محکمہ

شہری انتظامات کے لیے احداث کا محکمہ وجود میں آیا جن کا کام شہروں اور علاقہ جات میں لوگوں کے جہان و مل کی حفاظت کرنا اور انکی امداد کرنا تھا۔ صوبہ میں بھی ان کا بڑا افسر ہوتا جس کو صاحب احداث کہتے اور اصلاح میں بھی یہ محکمہ پھیلا ہوا تھا۔ تاکہ حوام امن و امان کی زندگی بسر کریں۔ اس محکمہ پر بھی خاصا خرچ ہوتا تھا۔

محکمہ قضاة

امیر المومنین نے عدلیہ میں عدل و انصاف کی اصل روح کو بیدار کیا۔ قاضی کا امتحان بھی لیا کرتے تھے جہاں کہیں مدعی یا مدعی علیہ کی نسبت تھوڑی بہت طرف داری کا خیال محسوس کرتے وہیں قاضی کو ٹوک دیا کرتے تھے اور ان کی اصلاح فرمادیا کرتے تھے۔ قاضی سے توقع رکھتے کہ قاضی فریقین مقدمہ کو انصاف کی نظر سے دیکھے خواہ فریقین مقدمہ میں سے ایک فریق خلیفہ وقت ہی کیوں نہ ہوں محکمہ قضاة کی شاخیں ہر ضلع میں پھیلی ہوئی تھیں اور ان کی تنخواہ بھی معقول ہوتی۔ مکانات وغیرہ کی بھی انہیں سہولت ہوتی۔ انہیں کے تحت جیل خانہ جات بھی ہوا کرتے تھے عدلیہ اور انتظامیہ کو لوگوں کے مقدمات وغیرہ میں دقت نہ ہو۔ اور مناسب انتظام وقت پر ہو جایا کرے۔ عادی مجرموں کو جیل خانوں میں کچھ عرصہ کے لیے بند رکھا جاتا تھا تا آنکہ وہ اپنے مجرم کی سزا نہ بھگت لیں۔ ہر صوبہ اور ہر ضلع میں ایسی عمارات تھیں جن کو مجرموں کی سزا کے لیے بنایا گیا تھا۔

مارکیٹ کمیٹی

اشیاء خوردنی، پوشیدنی اور دیگر اشیاء صرف کی خرید و فروخت کے بارے میں چیکنگ کے

لیے محکمہ بنا ہوا تھا جو دکانداروں کے ہاٹ پیمانہ جات اور نرخ وغیرہ کو صحیح طور پر جانچ پڑتال کرتا تھا۔

محکمہ انسداد بے رحمی جانوروں

ایک اور محکمہ ہر ضلع میں ہوتا جو جانوروں پر زیادتی کرنے والوں کو اور ان پر زیادہ بوجھ لادنے والوں کو چیک کرتا تھا۔

وظائف کی تقسیم کا محکمہ

وظائف کی تقسیم کے سلسلہ میں اپناج، معذور، نگرے، ٹولے لوگوں کو وظیفہ ملتا تھا اور ان کا باقاعدہ ریکارڈ ہوتا تھا۔

پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ

عشور، زکوٰۃ اور صدقات وغیرہ کی وصولی کے لیے اگرچہ صاحب الخراج کا محکمہ تھا تاہم انتظامیہ کے تعاون سے ہی یہ محکمہ اپنے فرائض سے عمدہ برآ ہو سکتا تھا۔

فوج یا فوج کے لگ بھگ جس محکمہ کے اخراجات تھے وہ نظارت نافعہ (پی ڈبلیو ڈی) کا محکمہ تھا اس محکمہ کی سپردگی میں مندرجہ ذیل کام تھے جو مختلف مدت کے تحت آتے تھے۔

عمارات

- ۱۔ مذہبی عمارات مثلاً مساجد اور مکاتب وغیرہ کا تعمیر کرنا
- ۲۔ فوجی عمارات — قلعہ جات، چھاؤنیاں، بارکیں وغیرہ تیار کرنا
- ۳۔ ملکی عمارات بنانا۔

(۱) صوبہ میں دارالامارت کے عملہ کے لیے رہائشی مکانات بنانا اور ضلع میں سرکاری عمارات تیار کرنا۔

(ب) نریں کھدوانا اور ان کے ہیڈ تیار کرنا

(ج) سڑکیں — شاہراہیں اور شہر کے گلی کوچے کو تیار کرنا

(د) دریا اور نہروں پر پل وغیرہ کا انتظام

(ر) فوجی چوکیاں — مسافر خانہ، کوئٹے، تالاب اور بند وغیرہ تیار کرنا۔

(ص) شفاخانہ یا پبلک کی عمارت کا بنوانا
(ص) نئے شہروں کا تیار کر دانا اور آباد کر دانا

مساجد کی تعمیر

مساجد کی تعمیر کا سلسلہ حضرت فاروقؓ نے بڑے وسیع پیمانہ پر کیا۔ کوفہ اور بصرہ کے شہر آباد کرنے کے لیے جب حکم دیا تو اس میں خاص طور پر ہدایت جاری کی کہ شہر کے مرکز میں ایک عظیم الشان مسجد بنائی جائے جہاں کم از کم چالیس سو پچاس ہزار نمازی نماز ادا کر سکیں۔ پھر حکم دیا کہ ان ہر دو شہروں میں جہاں جہاں عرب قبائل آباد کیے جائیں وہاں ان کے محلوں میں مساجد تعمیر کی جاویں۔ اسی طرح فسطاط کے شہر میں بھی مساجد تعمیر کی گئیں۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں قبائل جو ق در جو ق مسلمان ہو رہے تھے مسلمان ہونے کے بعد جس چیز کی سخت ضرورت ہے وہ مسجد ہے۔ چنانچہ سرکاری خرچ سے بہت سی مساجد تیار ہوئیں۔ پبلک نے بھی اپنی ضرورت کے تحت خود مساجد بنائیں۔ چنانچہ سرکاری خرچ سے جو مساجد تیار کی گئیں ان کی تعداد چار ہزار بتائی جاتی ہے۔

مکاتب کی عمارت بنائی گئیں

مکاتب کی عمارت جہاں جہاں ضرورت تھی وہاں بنادی گئیں، مذہبی عمارت کا کام بھی نظارت نافعہ کے سپرد تھا۔ شروع شروع میں فوجی چھاؤنیوں گھاس بھوس کی ہوتی تھیں جن کو بدستور رہنے دیا۔ لیکن بصرہ کی چھاؤنی میں آگ لگ جانے کی وجہ سے عامہ میں تمام عمارتیں قریب قریب پختہ بنا دی گئیں۔ قلعہ جات پرانے ہی رہنے دیئے لیکن جہاں ضرورت ہوئی وہاں از سر نو تعمیر کر دیئے گئے یا حسب ضرورت ان کی مرمت کر دی گئی۔ گھوڑوں کے لیے اصطبل بنا دیئے گئے۔

عمارت کی دیکھ بھال کا کام بھی محکمہ نظارت نافعہ کے سپرد تھا تاکہ عمارت ضائع نہ ہوں۔ نہریں، پل، فوجی چوکیاں، سڑکیں اور رفاہ عامہ کی عمارت کی دیکھ بھال محکمہ نظارت نافعہ کے سپرد تھی۔

محکمہ زراعت اور آب پاشی

محکمہ زراعت کی ترقی کے سلسلہ میں نہروں کی کھدوائی اور تالاب وغیرہ کی تیاری میں بیت المال سے

اچھی خاصی رقم صرف ہوتی رہتی تھی۔ اس کے لیے سال بھر کا تخمینہ خرچ لگایا جاتا تھا۔

تعلیم اور اشاعت اسلام

دور دراز بستیوں میں قرآن پاک کی تعلیم کو ترویج دینے کے لیے مساجد اور مکاتب کو استعمال کیا جاتا تھا۔ معلمین کی تنخواہیں مقرر تھیں۔ ذہین طلباء کو وظائف بھی ملا کرتے تھے وہ لوگ جو اپنے بچوں کو تعلیم نہیں دلاتے ان پر سختی بھی ہوتی تھی۔ قرآن مجید کی تعلیم دینے میں خاص طور پر خیال رکھا جاتا تھا کہ صحیح طور پر پڑھایا جائے اور اعراب کی غلطی نہ ہونے پائے جو شخص لغت عرب سے واقف نہ ہوتا اس کو قرآن مجید کی تعلیم دینے کا حق نہیں ہوتا تھا۔

صحابہؓ میں پانچ قرار مشہور ہیں

مدینہ منورہ میں پانچ صحابہؓ مشہور قرار کی حیثیت سے معروف تھے۔

۱ - حضرت ابی بن کعب

۲ - حضرت ابو ایوب انصاری

۳ - حضرت معاذ بن جبل

۴ - حضرت عبادہ بن صامت

۵ - حضرت ابوالدرداء

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی ہے تین قرار کو حمص، دمشق اور فلسطین کی طرف تعلیم کی غرض سے بھیج دیا تھا۔ حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بوجہ بیماری باہر جانے سے معذرت پیش کر دی تھی۔ چنانچہ ہر سہ قرار کو مندرجہ ذیل مقامات پر بغرض تعلیم بھیجا۔

۱ - حضرت معاذ بن جبل کو فلسطین بھیجا گیا۔

۲ - حضرت عبادہ بن صامت کو حمص روانہ کر دیا۔

۳ - حضرت ابوالدرداء کو دمشق بھیج گئے۔

یہ حضرات وہیں مقیم ہو گئے۔ فجر کی نماز کے بعد تعلیم دیا کرتے۔ ایک بار حضرت عبادہ بن صامت نے حمص

نیں شاگردوں کا شمار کیا تو ایک ہزار پچھ سو تھے۔

فوج میں بھی قرآن مجید کی تعلیم کا بندوبست کیا گیا

فوج میں بھی سرکار جاری کر دیا گیا کہ سپاہیوں اور ان کے بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دی جلتے۔ ایک دفعہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے امیر المومنینؓ کو لکھ بھیجا کہ میری فوج میں تین سو حفاظ ہیں اور ناظرہ سب پڑھ سکتے ہیں۔

امیر المومنینؓ نے سپہ سالاروں اور والیان کو لکھا کہ ہر عہدیدار اور اہلکار کو سورۃ بقرہ، الف، مائدہ حج اور نور سورتیں حفظ یاد ہونی چاہیے۔

علم و ادب کی تعلیم

علم و ادب کی تعلیم بھی لوگوں میں عام پھیلا دی تھی تاکہ قرآن فہمی میں سہولت پیدا ہو سکے لیکن شعراء کو سوقیانہ اشعار پڑھنے سے منع کر دیا تھا ساسی طرح شعراء کو ہمد قدیم کے طریق کے خلاف حکم دیا تھا کہ تشبیب لکھتے وقت عورتوں کے نام اور ان کے معاشرے کے ذکر سے اجتناب کیا کریں۔

حدیث کی تعلیم

حدیث شریف کی تعلیم کے لیے بہت سے مرکز کھول رکھے تھے لیکن ہر شخص کو حدیث بیان کرنے کی اجازت نہیں تھی تا وقتیکہ وہ دو گواہ نہ لائے۔

فقہ کی تعلیم

فقہ کے بارے میں خال خال کو اجازت تھی کہ وہ فقہ کی تعلیم دیں۔ ویسے تو جمعہ کے روز بہت سے فقہی مسائل امیر المومنینؓ خود بیان کر دیا کرتے تھے اور اہم مسائل کے بارے میں سرکار جاری کر دیے جاتے تھے۔ بعض اوقات جب کسی مسئلہ میں الجھن پیدا ہو جاتی تو منتخب صحابہؓ کو دعوت دی جاتی، اگر وہ اس مسئلہ کو حل نہ کر سکیں تو جنرل اسمبلی میں اس کو رکھ دیا جاتا تاکہ کتاب و سنت کی روشنی میں متفقہ طور پر اس کا حل تلاش کیا جائے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عراق کی زمین کے بارے میں یہ صورت پیدا ہو گئی کہ زمین کو بامدین میں تقسیم کر دیا جائے یا ان ذمیوں کے پاس ہی رہنے دیا جائے جو پہلے سے کاشت کار چلے آ رہے ہیں۔ اجلہ صحابہؓ نے جب امیر المومنین کی مخالفت کی تو انہوں نے اس مسئلہ کو جنرل اسمبلی میں رکھ دیا چنانچہ

متفقہ طور پر یہ قانون پاس ہوا کہ عراق کی زمین کو سابقہ قابضین کے قبضہ میں رہنے دیا جائے۔

ترسیل ڈاک

ڈاک کی ترسیل کا خاطر خواہ انتظام تھا۔ پرچہ نولیسوں کے ذریعے عوام کے نجی خطوط کے بھیجنے کا بھی بندوبست تھا اور مدینہ پاک میں تو بعض دفعہ امیر المومنینؑ لوگوں کے گھروں میں جا کر خطوط دے آتے اور ان کے جواب بھی خود لکھ دیا کرتے۔

انتظامیہ کے ہر کام میں امیر المومنین

حضرت عمر فاروقؓ کو اولیت کا حق پہنچتا ہے

اسی طرح دو دراز کے علاقوں میں بھی نجی خطوط وغیرہ سرکاری فرامین کے ساتھ آتے جلتے رہتے امیر المومنینؑ کے نظام سلطنت کے بارے میں سطور ہالا کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ عہدِ حاضرہ کا کونسا ایسا محکمہ ہے جس کی داغ بیل حضرت عمر فاروقؓ نے نہیں ڈالی۔ ملکی، صوبائی اور ضلعی انتظامات میں کونسی غامی رہ گئی ہے جس پر موجودہ تمدن دور کا انسان انگلی رکھ سکتا ہے کہ یہ محکمہ اس زمانہ میں نہیں تھا۔ مقتنہ، عدلیہ اور انتظامیہ کی کون سی ایسی شق ہے جس میں امیر المومنینؑ حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت کو اولیت کا حق نہیں پہنچتا ہے۔ مقتنہ کے بارے میں تو وضاحت ہو چکی ہے کہ اس کا ماخذ کتاب السنہ اور سنت رسول ہے اور اس کی روشنی میں بعض نئے مسائل کا حل تلاش کیا جاتا ہے اگر حل گیا تو نبھا اور نہ مخصوص صحابہ کی مجلس میں وہ مسائل رکھے جاتے ہیں پھر اگر وہاں بھی تسلی و تسفی نہ ہو سکے تو جنرل اسمبلی میں عوام کے سامنے مسائل رکھ کر کتاب و سنت کی روشنی میں ان کا حل تلاش کر لیا جاتا ہے اور وہی اجماع امت کہلاتا ہے امیر المومنینؑ نے عدلیہ کو اس قدر آزاد رکھا تھا کہ وہ اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتے تھے کہ کسی عدالت میں اگر وہ خود فریق مقدمہ بن کر جائیں تو ان کے ساتھ امتیازی سلوک رکھا جائے۔

انتظامیہ کے معاملہ میں کسی شہر یا اس کے مضافات میں کونسا ایسا شعبہ ہے جو آج عوام کے فائدہ کے تحت قائم کیا ہو اور اس کی ابتداء امیر المومنینؑ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت میں نہ ہوتی ہو صوبائی اور ضلعی انتظامیہ کے دفاتر رفاہ عامہ کے محکمہ جات، آبپاشی، نظارتِ نافعہ، السداد بے رحمی جائزہاں، مارکیٹ کمیٹی، ڈاک خانہ جات، شفا خانہ جات اور تعلیم و تدریس وغیرہ کے کون کون سے

ایسے محکمہ جات ہیں جن کا قائم کرنا دورِ حاضرہ کی متمکن اقوام نے ضروری سمجھا ہوا اور اس کی اصل امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے ساڑھے دس سالہ دورِ خلافت میں نہ ملتی ہو۔

شاید کسی کے دل میں یہ خیال چٹکیاں لے رہا ہو کہ ان کے زمانہ میں ذرائع آمدورفت میں بڑی دقت ہو کرتی تھی لیکن اب سہولتیں ہی سہولتیں ہیں۔ اس بارے میں یہ کہہ دینا ہی کافی ہے کہ دنیا میں اسٹیم سے کام پندرھویں صدی عیسوی سے لیا گیا ہے ورنہ اس سے پہلے دنیا کے کسی حصہ میں بھی اسٹیم انجن وغیرہ کا وجود نہ تھا۔ تاہم ذرائع آمدورفت میں جن سہولتوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ تمام مسافروں کو ہیا تھیں۔ کھانے پینے اور رہائش کے لیے خاطر خواہ انتظام ہوا کرتا تھا۔ جیب کٹرول لیٹروں اور ڈاکروں کا وجود نہیں تھا۔ لیکن آج اس متمکن دنیا کے اندر یہ گروہ مسافر کے ساتھ سیلے کی طرح متحرک ہے۔

شاید یہ خیال بھی پیدا ہو کہ سینما، جیم خانہ، کلب اور لیٹورنٹ اس زمانہ میں نہیں تھے جہاں مسافر کو تفریحی مشاغل کا موقع مل سکے۔ مسلمان نہ سہی غیر مسلم اور ذمیوں کے لیے تو ان باتوں کی یا بندی نہیں ہو سکتی جس معاشرہ کا ذکر ہو رہا ہے اس زمانہ میں خدا خوفی کا یہ عالم تھا کہ ایک مسلم نوجوان لڑکی اپنی ماں کو شام کے چھٹے میں کہہ رہی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی طرف سے حکم جاری ہوا ہے کہ کوئی شخص دودھ میں پانی ملا کر فروخت نہ کرے اس لیے دودھ میں ہمیں پانی نہیں ملانا چاہیے اس کی بوڑھی ماں نہ معلوم کس نظریہ سے کہتی ہے کہ اس وقت امیر المومنینؓ تو دیکھ نہیں رہے۔ نوجوان لڑکی کتنا سیدھا، سادہ اور صاف جواب دیتی ہے کہ امیر المومنینؓ تو نہیں دیکھ رہے مگر اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے۔ اتفاقاً امیر المومنینؓ باہر کھڑے ہوئے یہ گفتگو سن لیتے ہیں جب کہ وہ اس خیمہ کے قریب گشت کی صورت میں پہنچے ہوئے تھے۔ خیمہ کا بھرنوٹ کر لیا۔ صبح کو اس کی ماں سے اس لڑکی کا رشتہ اپنے لڑکے کے لیے طلب کرتے ہیں اس لیے کہ وہ لڑکی کی دیانت سے بہت متاثر ہو چکے تھے۔ آخر نکاح ہو جاتا ہے کچھ مدت کے بعد اسی لڑکی کا تواسہ عمر بن عبدالعزیزؓ اموی خلیفہ کی حیثیت سے مسندِ خلافت پر متمکن ہوتا ہے جس نے اپنی سوادِ سالہ دورِ خلافت میں ملوکیت کی تمام اختراعی رسم و رواج کو توڑ کر از سر نو خلافتِ راشدہ کے اصول و بنج پر حکمرانی کی۔ تاریخ نے ان کے نیک اعمال اور نیک مقاصد کو کبھی فراموش نہیں کیا اور ان کا نام ہمیشہ خلیفہ راشد کی حیثیت سے لیا ہے۔

رہا ذمیوں اور غیر مسلموں کا مسئلہ کہ ان کے لیے تفریحی مشاغل کا ہونا کہاں تک ضروری ہے؟ حضرت عمر فاروقؓ کو ایک گورنر نے لکھا کہ اس صوبہ میں غیر مسلم کی اکثریت ہے اور وہ سوز اور شراب

کا استعمال کرتے ہیں ان کو منع کر دیا جائے۔ آپ نے اس کے جواب میں لکھا کہ یہ ان کے کھانے پینے کی اشیاء ہیں البتہ ان سے کہا جائے کہ خفیہ طور پر ان کا استعمال کریں، مذہبی معاملات میں بھی ان کی عبادت گاہوں میں کسی کو دخل دینے کی اجازت نہیں تھی۔ گانا بجانا وغیرہ تو شاید ان کی عبادت گاہ ہی حصہ ہے.....

یوں تو امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے اخلاقی اور روحانی اثرات تھے جس کی وجہ سے بڑے سے بڑا ظالم اور فتنہ پرداز انسان بھی ان کے سامنے دم نہیں مار سکتا تھا، شکل دیکھ کر اتنی ہیبت طاری ہوتی کہ بُرائیوں سے توبہ کر لیتا۔ بعض اوقات محض شکل دیکھ کر ہی مسلمان ہو جاتا النَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مَلُوْکِهِمْ کے تحت صدق و صفا، دیانت و پاکیزگی اس دور کے معاشرہ کے خدو خال تھے جو آج عنقا ہیں۔

اندریں حالات دانشگاہ الفاظ میں کہا جاتا ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت سلاطین و حکمرانوں کی خلافت جملہ قسم کی سیاسی، ملکی، سماجی، اقتصادی، معاشرتی اور تمدنی ضروریات کے تقاضوں کو باحسن و جہد پورا کر رہی تھی بلکہ ان کا نظام حکومت ہر راہ و منزل کے لیے ایک روشنی کا مینار ہے جس کی روشنی میں چل بکھر ہی شرفِ انسانیت حاصل کیا جاسکتا ہے۔

گزشتہ صفحات میں امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے نظامِ حکومت کے بارے میں بحث آچکی ہے لیکن ان حقائق کے باوجود مخالفین اسلام کو جو ان طبقہ کو بالخصوص اور عوام الناس کو بالعموم یہ تاثر دے رہے ہیں کہ.....

اسلام صرف اعتقادات، عبادات اور متقشفانہ طرز زندگی کا دوس دیتا ہے اس میں معاملات کا بہت تھوڑا حصہ ہے وہ بھی جو ہمسایہ کے حقوق کی نگہداشت وغیرہ تک محدود ہے اور اس میں ملکی سیاسیات کا جزو مفقود ہے۔ اگر ہے بھی تو کتابوں کی زینت ہے اور بس۔ اس میں ملکی آئین بننے کی صلاحیت نہیں ہے جو زمانہ کے بڑھتے ہوئے تقاضوں کو پورا کر سکے۔ اس لیے مسلمانوں کو مجبوراً دنیائے عالم کے مروجہ آئین کی طرف نظر اٹھانا پڑتی ہے۔ اگر اسلام میں بھی ملکی سیاست کا وجود ہوتا تو صدارتی، وفاقی، پارلیمانی، اشتراکی اور سوسٹانی نظام ہائے حکومت کی طرف لپجانی نگاہوں سے کیوں دیکھا جاتا؟..... اور ان کے دروازوں پر بھکاری بن کر مسلمانوں کو کیوں جانا پڑا؟.....

مخالفین اسلام کے ہتھکنڈے

ایسی ہی بے شمار فضول اور لالچینی قسم کی باتیں ہیں جو آتے دن مسلمانوں کے دل و دماغ پر مسلط کرنے کے لیے پراپیگنڈا کی صورت میں پیش کی جاتی ہیں جس کی بنا پر کہنا پڑتا ہے

داستانِ عہدِ گلِ رابشنوازِ مرغِ چمن

زاغمائے آشفقت کے دانہاں افسانہ را

اصل میں اسلام کے مخالفین نے اس بات کا ٹھیکہ لے رکھا ہے کہ اسلام کے خلاف جہاں تک ممکن ہو سکے زہریلے جراثیم پھیلاتے رہیں اس طرح مسلمان نوجوانوں کو اسلام سے نفرت دلائی جائے۔ گزشتہ کئی صدیوں سے استحقاقِ خلافت کے مسئلہ میں لوگوں کو الجھاتے رکھا حالانکہ صحابہ کرامؓ نے چند گھنٹوں میں اس اہم مسئلہ کو حل کر لیا تھا، لیکن کتنے افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان قوم آج تک اسی طرح خلفشار میں الجھی ہوئی ہے جس طرح مخالفین اسلام نے ان کے ذہنوں میں یہ الجھن ڈال رکھی ہے۔ اس سلسلہ میں بدر ہاقیل و قائل سے گزر کر تلوار بھی میدان سے باہر آتی لیکن معاملہ جوں کا توں ہی رہا۔

سپہ سالار کی تلوار میں وہ کاٹ نہیں ہے

جو ایک مفتی کے قلم میں ہے

واقعات گزر جاتے ہیں لیکن منظم سازشوں کے اثرات نسلاً بعد نسل قائم رہتے ہیں۔ میدانِ جنگ میں شکست کھانے کے بعد فاتحین اقوام سے انتقام لینے کا بہترین طریق یہ سمجھا گیا ہے کہ ان کے خلاف کثرت سے بغض و عناد کے طومار کھڑے کر دیئے جائیں اور ان کے صمغ کر دار کو کرہیہ صورت میں پیش کر کے تحریرات کو علمی سرمایہ کی شکل میں اس طور پر چھوڑ دیا جائے کہ آنے والی نسلیں ان واقعات کی صحت اور عدم صحت کے بارے میں متدین صرف کر دیں لیکن معاملہ میں نرمی کی بجائے شدت ہی پیدا ہوتی جائے۔ کسی بہت بڑے دانشور نے یہ سچ کہا ہے کہ سپہ سالار کی تلوار میدانِ جنگ میں وہ کاٹ نہیں کر دکھاتی جو کسی مفتی کا قلم گھر بیٹھے بٹھائے خوشچکانی کرتا رہتا ہے۔

استحقاقِ خلافت کے بارے میں تا بڑ توڑ جملے ابھی ہو رہے ہیں کہ مغرب کے راستہ سے

المحادیث اور دھرمیت کا امتداد ہوا سیلاب ریسرچ کی صورت میں بڑھتا ہوا آرہا ہے۔ اس ریسرچ کا مقصد تحقیقِ حلال نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کو اپنے مذہب سے متنفر کرنا ہے۔ اسلام پر استعماری غلامت کے سلسلہ میں پہلا دلہر ذاتی اور ملی انتقام کے لیے کیا گیا تھا لیکن مغرب کی طرف سے جو حملہ ہو رہا ہے وہ براہِ راست اسلام پر نہیں کیا جا رہا بلکہ اساطینِ اسلام کو ایک ایک کر کے گرانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اس طرح اسلام کی چھت خود بخود نیچے آسے گی

ادھر تو تاک میں میاں دا اور ادھر بکلی

میں اپنی غیر مناظر کہ آشیانہ کی

پہلے حملہ آوروں نے اصحابِ ثلاثہؓ کو ہدفِ طعن و تشنیع بنایا تھا اب شیخین کو اپنی جگہ پر پہنچا دیا ہے لیکن خلیفہ ثالث کی ذاتِ گرامی کو تشنیت و افتراق کا واحد سبب ٹھہرایا جا رہا ہے اور ایسا مترشح ہو رہا ہے کہ اگر ریسرچ کی یہی حالت رہی تو خلیفہ ثانی کو ہی محور قرار دیا جائے گا۔ وہ بھی کسی مذہبی عقیدت کے تحت نہیں بلکہ اس لیے کہ اس اقتصادی بحران میں محققین کے پاس اس جلیل القدر خلیفہ کے نظامِ حکومت کو اپنی مدافعت میں پیش کرنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مشرق اور مغرب کی ان یلغاروں سے ہمارے لیٹائوں کو بچائے اور صحیح سمجھ بوجھ عطا کرے! (آمین)

امیر المومنین کا نظامِ حکومت محض تجرباتی عمل نہیں تھا

راہ چلتے چلتے ان عوامل کی نشاندہی کی گئی ہے جو ایک سیدھے سادھے مسلمان کو راہِ مستقیم سے ہٹانے کی کوشش کر رہے ہیں ورنہ اصل موضوع امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کا دورِ خلافت ہے جس کے بارے میں بعض کوناد بین حضرات یہ سمجھ رہے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ کا دورِ خلافت محض تجرباتی عمل ہے جو ایک امیر نے ایک مختصر سی قوم اور محدود علاقہ کے اندر کر دکھایا ہے۔۔۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کا نظامِ حکومت تجرباتی عمل نہیں تھا بلکہ روزِ روشن کی طرح سارے بائیس لاکھ مربع میل زمین پر مختلف عقیدہ اور مختلف تہذیب و تمدن کے کروڑوں انسانوں میں جاری و ساری تھا۔

کاش اس نظامِ حکومت کا عشرِ عشر بھی اس دکھیا دنیا کو نصیب ہو جائے تو یہی دنیا بہشت بن جائے۔

اے تصور پھر دکھا دے وہ صبح و شام تو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو

غیر مسلم میدان جنگ میں مسلمانوں کے کردار کو دیکھ کر مسلمان ہو جایا کرتے تھے

دورِ خلافت میں سب سے نمایاں وصف یہ ہے کہ فتوحات کے ساتھ ساتھ اسلام کی اصل اور حقیقی روح کو قائم رکھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عین..... میدانِ جنگ میں بھی بہت سے سردار مسلمان ہو جایا کرتے تھے اور ان کی وجہ سے ان کی تمام فوج حلقہ بگوشِ اسلام ہو جایا کرتی تھی۔ ملکِ شام کے عرب قبائل فوج کے کردار کو دیکھ کر ہزاروں کی تعداد میں مسلمان ہو گئے۔ اس طرح ملکِ مصر میں قبطیوں نے مسلمانوں کے فوجی کردار کو دیکھ کر اسلام قبول کر لیا۔

یزدجرد شاہِ ایران کی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہر مقام پر اس کی فوج ٹکرتی رہی تاہم ہزاروں کی تعداد میں مجوسی مسلمان ہو گئے۔ وہ کام جو ایک تلوار میدانِ جنگ میں نہیں کر سکتی وہ فوج کے اخلاق نے آن واحد میں کر دکھایا۔ خاقان ترک نے جب یزدجرد شاہِ ایران کی التجا پر مسلمانوں پر فوج کشی کا ارادہ کیا تو سب سے پہلے اس نے خفیہ طور پر مسلمانوں کے اخلاق کے بارے میں اطلاعات حاصل کیں۔ خاقان ترک کو جب مسلمان سپاہیوں کے متعلق معلوم ہوا تو کہنے لگا کہ ایسی قوم سے لڑنا بے کار ہے۔ اسی طرح ایک محاذ میں ایک بہادر ایرانی سردار اسلامی لشکر سے شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ ایرانی سپہ سالار اس کو پکڑ کر سزا دینا چاہتا تھا۔ اس ایرانی سردار نے اپنے تیر کو ایک پتھر پر مار کر اس پتھر کے دو ٹکڑے کر دیئے اور کہنے لگا جس قوم پر یہ ہمارے تیر کچھ اثر نہیں کر سکتے اور اس قوم کے اپنے تیر جو محض لوہے کے تیلکے ہیں انہوں نے بڑے بڑے سورماؤں کے سینے چھید کر رکھ دیئے ہیں ایسی قوم کے ساتھ اللہ کی امداد ہے اس قوم سے لڑنا بے فائدہ ہے۔

یوں تو آپ نے گزشتہ صفحات میں پڑھا ہو گا کہ رستم وزیرِ دفاع کے دربار میں ایک صحابی سفیر بن کر جاتے ہیں، اس کی جرأت اے پروائی اور بے باکی کو دیکھ کر تمام دربار سناٹے میں آجاتا ہے۔ رستم اس صحابی سے پوچھتا ہے تم اس ملک میں کیوں آئے ہو؟ بھرے دربار میں وہ صحابی اسلام کی تبلیغ کرتا ہے اور اپنا موقف پیش کرتا ہے..... اس کے بعد رستم اس کے تیر کو دیکھ کر ازراہِ تسخر کہتا ہے کہ یہ لوہے کے تیلکے میدانِ جنگ میں کیا کام آتے ہوں گے؟ جواب میں وہ صحابی فرمانے لگے کہ دشمن کے سینہ میں ٹھیک پیوست ہو جاتے ہیں۔ پھر نیزے کی آئی دیکھ کر رستم نے کہا کہ لڑائی میں

یہ کیا کام آئے گی؟ جواب دیا کہ دشمن کے سینے کو چھید دیتی ہے.....

بہر حال ہر مقام پر فوج کے کردار کو دیکھ کر لوگ حیران ہو جاتے تھے..... کردار کی بلندی کا خیال کیجئے کہ بیک محاذ میں شاہ متوس کی بیٹی قیدیوں کے ساتھ گرفتار ہو کر آتی ہے۔ وہ قیصر روم کے لڑکے قسطنطین سے بیاہی گئی تھی اور اب تمام کردار کے ساتھ اپنے نئے گھر میں جا رہی تھی کہ راتہ میں قلعہ بلبیس (مصر) کے محاصرہ کے ٹوٹنے پر وہ بھی گرفتار ہو جاتی ہے پھر حضرت عمرو بن العاص پر سالار کے سامنے ایسے جنگ کی حیثیت سے پیش کی جاتی ہے۔

لوبے کی تلوار سے نہیں بلکہ اخلاق کی

تلوار سے اسلام پھیلا ہے

پر سالار اسلام کیا کام کرتا ہے؟ اس لڑکی اور ماں کو نہایت احترام کے ساتھ بموعہ سازد سامان اس کے باپ شاہ مقوقس کے پاس پہنچا دیتا ہے۔ پھر وہ باپ اگر پر سالار اسلام اور فوج کے حسن اخلاق سے متاثر ہو کر مسلمانوں سے لڑنے کی بجائے ان سے صلح کر لیتا ہے اور ان کا معادن بن جاتا ہے تو وہ کون سی سیاسی غلطی کر بیٹھتا ہے؟ اس کی رعایا اگر ہر مقام پر مسلمان فوجوں کے اخلاق کو دیکھ کر اسلام قبول کر لیتی ہے تو اسلام کے مخالفین "اسلام تلوار سے پھیلا ہے" کہہ کر کیا اپنے بغض کا ثبوت پیش نہیں کر رہے ہیں؟

ان واقعات کو دیکھ کر اقرار کیوں نہیں کر لیتے کہ "اسلام اخلاق کی تلوار سے پھیلا ہے"۔ لوبے کی تلوار سے نہیں پھیلا" وہ شاید اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ لوبے کی تلوار جسم کے ٹکڑے کر سکتی ہے دل کو فتح نہیں کر سکتی اور اخلاق کی تلوار جسم و قلب دونوں کو مفتوح کر لیتی ہے۔

دام ہر کس کے بگیرد در بیابان وحش دطیر
دست اعجاز محبت گردن آہو گرفت

مسلمان سپاہی میدان جنگ میں بھی اپنے

قول و فعل سے سراپا تبلیغ ہوتا ہے

حقیقت میں اسلام کے مجاہد جو میدان جنگ میں جایا کرتے تھے وہ اپنے قول و فعل سے

سراپا تبلیغ تھے، جہاں وہ گئے ان کی بدولت اسلام گھر گھر پھیلتا رہا۔ ہر مقام پر اڑنے سے پہلے پہ سالار کو ہدایت ہوتی تھی کہ وہ دعوتِ اسلام پیش کرے، اگر اس سے انکار ہو تو ذمی ہو کر رہنے کی شرط کو پیش کیا جاتا تھا، اگر یہ شرط بھی قابل قبول نہ ہو تو تلوار فیصلہ کے لیے میلن سے باہر آتی تھی۔ پھر لڑائی میں بھی بچوں، بوڑھوں، ابا بھوں، راہبوں اور عورتوں پر کسی وقت بھی دست درازی نہ کی جاتی تھی حتیٰ کہ جانوروں کو بھی بلاوجہ ذبح نہیں کیا جاتا تھا۔ پھل دار درخت نہ کاٹا جاتا، کسی کے معبد کو نہ گرایا جاتا تھا، ان کے رسم و رواج میں مداخلت نہ کی جاتی تھی۔ ان باتوں میں اگر تجاوز ہوتا یا عہد پورا کرنے میں کوتاہی ہوتی تو فوراً امیر المومنین کی طرف سے باز پرس ہوتی اور وہ باز پرس اتنی سخت ہوتی کہ بڑے بڑے جیالے اور نڈر سپہ سالار جی چھوڑ بیٹھتے اور ان کو امیر المومنین کے حکم کے سامنے تسلیم خم کرنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہوتا ایسے بے شمار واقعات تھے جن سے متاثر ہو کر لوگ جوق در جوق حلقہ بگوشِ اسلام ہو رہے تھے۔

میدان جنگ میں مجاہدین کی تعداد کفار

کے مقابلہ میں ہمیشہ بہت کم ہوا کرتی تھی

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے فتوحات کے باب کو مقرر لکھا ہے..... تفصیلات اور جزئیات میں جانے کی کوشش نہیں کی اس لیے نہیں کہ مجاہدین کے واقعات کو کم اہمیت دی جائے اور اس کی بجائے امور سلطنت پر زیادہ بحث کی جائے بلکہ اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد رسالت سے لے کر حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت تک اور مابعد کے خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی کون سی ایسی جنگ لڑی گئی ہے جس میں مسلمان فوج کی تعداد کفار لشکر کے برابر ہی رہی ہو۔ مسلمان فوج اور کفار کے لشکر کی تعداد میں اکثر ایک، دس کی نسبت رہی ہے ایسا تو کوئی محاذ جنگ پایا ہی نہیں گیا جہاں مسلمان فوج کی تعداد کفار کے مقابلہ میں تہائی سے تجاوز کر گئی ہو۔

پھر ساز و سامان اور اسلحہ کے لحاظ سے کفار کے ساز و سامان سے بھی مسلمانوں کی کوئی نسبت نہیں رہی۔ بھوکے پیاسے صحابہؓ نے تلکے جیسے تیروں سے دیوہیکل پہلو انوں کو ان کی سر زمین میں خاک و خون میں تڑپا دیا ہے۔

عراق، شام اور ملک مصر میں کُل جنگیں

۳۰ / ۳۵ کے قریب ہیں

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں سب سے زیادہ عراق، عجم اور ایران میں اس سے کم ملک شام میں اور سب سے کم ملک مصر میں جنگیں لڑی گئی ہیں۔ ان تمام جنگوں کی تعداد کو شمار کیا جائے تو تیس، پینتیس سے زائد نہیں ہیں جو ان ہر سر ممالک کو فتح کرنے کے لیے عہد فاروقی میں مجاہدین کو لڑنا پڑی ہیں۔ یوں تو جب دشمن کے ملک میں فوجیں گھس جائیں تو ہر مقام پر اور ہر قدم پر جنگ ہوتی ہے..... آگے رستہ لینے کے لیے رسد اور سفر مینا کے انتظامات کے سلسلہ میں، اور مفتوح علاقہ کو قبضہ میں رکھنے کے لیے ہر محاذ پر فاتحین کو جو کس رہنا پڑتا ہے، اگر ایسی اتفاقی، حادثاتی اور مدافعاتی جنگوں کو بھی شامل کر لیا جائے تو تعداد سینکڑوں تک پہنچ جائے گی لیکن اصل جنگیں جو باقاعدہ الٹی میٹم دے کر لڑی گئیں ہیں ان کی جانچ پڑتال کی جائے تو تعداد.... بہت کم رہ جاتی ہے مثلاً ملک عراق اور فارس میں بویب، قادسیہ، بہرہ، شمر، مدائن، جلولار، الجزیرہ، آہواز، نہادند وغیرہ مقامات پر ایسی جنگیں لڑی گئی ہیں جہاں دشمن نے اپنی طاقت کا پورا پورا مظاہرہ کیا ہے۔ ایک ایک لاکھ کے لگ بھگ دشمن کی فوج ہر محاذ جنگ پر ہوتی تھی۔ قادسیہ، جلولار اور نہادند کے مقامات پر تو دشمن نے دو، دو، تین، تین لاکھ فوج کیل کانٹے سے لیس کر کے مسلمانوں کے مقابلہ میں بھیجی تھی اور اس کے علاوہ ملک ہر مقام پر باقاعدہ پہنچ رہی تھی۔ ادھر مسلمان فوج ہر محاذ پر تیس چالیس ہزار سے متجاوز نہیں ہوتی تھی۔ عام حالات میں تو آٹھ دس ہزار یا پندرہ بیس ہزار کی تعداد کو ہی کافی سمجھا گیا ہے۔

پھر مسلمان فوج کے پاس مقابلہ کے لیے ہتھیار کون سے ہیں؟ یہی نا، تلوار، نیزہ، تیر اور وہ بھی پرانی طرز کے اور اکثر زنگ آلود، تیر ہیں تو بے ڈھنگے سے جیسے چرخے کے ٹکے ہوتے ہیں.... گھوڑے اور اونٹ جنگ میں سواری یا سفر مینا اور رسد وغیرہ پہنچانے کے لیے ہوتے تھے۔ البتہ عربی گھوڑے عربوں کا قیمتی سرمایہ ہوتا تھا جو جنگ میں اپنے مالک کا پورا ساتھ دیتا تھا۔ اول تو دشمن کی فوج ہی زرہ پوش ہوتی پھر دیو پیکر جنگی ہاتھیوں کی مکمل قطاریں بھی میدان جنگ میں لاکھڑی کی جاتی تھیں۔ ان مہیب اور وحشت خیز جانوروں کو دیکھ کر عربی گھوڑے بھی بدگ بدگ

جایا کرتے تھے۔ عربوں کو ان وحشی جانوروں کے دیکھنے کا اتفاق ہی میدان جنگ میں ہوا کرتا تھا اگر نہ اس سے پہلے تو عربوں نے انہیں دیکھا بھی نہ تھا۔ اس پر مستزاد یہ ہے کہ ملک عربوں کا اپنا نہ ہوتا تھا جس کے خفیہ راستوں اور گھاٹوں سے مسلمان سپاہی واقف ہوں۔

عربوں کے مقابلہ میں ایرانی لشکر کو ہر طرح کی سہولت ملتی

فریقین میں قلت و کثرت کا فرق ہر محاذ پر نمایاں تھا۔ اس کے علاوہ عربوں کے مقابلہ میں وہ لوگ تھے جو قوت کے نشہ میں سرشار تھے اور صدیوں سے حکمران چلے آ رہے تھے۔ جس نے پندرہ سال پہلے رومیوں کو ناک چنے چبوا دیئے تھے پھر کچھ عرصہ کے بعد تاج و تخت کی تبدیلیوں کی وجہ سے رومیوں سے مار کھا کر ان سے مصالحانہ رویہ اختیار کر چکے تھے۔ تاہم کیانی اور ساسانی خاندان کی عظمت اور شہرت نے بڑے بڑے دیوپیکر جنگجو اور بہادر سپہ سالار پیدا کر دکھائے تھے، ان کے مقابلہ میں عرب بادیہ نشین ہونے کے علاوہ فنون سپہ گری کے اصولوں سے ناواقف تھے۔۔۔۔۔ ہاں اگر انہوں نے کچھ واقفیت بھی حاصل کی تھی تو یہی کہ میدان جنگ میں ایسا کوئی موقعہ آگیا تو فوراً اس کا توڑ سوج لیا اور بس۔

پھر یہ بھی تو ایک حقیقت ہے کہ ان عربوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خیانت طیبہ میں بھی دنیا کی جنگ آزمودہ فوج سے لانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ ان تمام مادی قوتوں کے فقدان کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ کسی محاذ جنگ میں بھی عربوں نے شکست نہیں کھائی۔ اس کے مقابلہ میں کسری طاقت اور کسری اقتدار ملیا میٹ ہو گیا۔ لکھو کھما انسانوں کے خون سے زمین لالہ زار ہو گئی۔

ان تمام فاسقانہ برتری کے باوجود مجاہدین اسلام کی ایک مثل بھی تاریخ میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتی جہاں دشمن سے معاہدہ کر چکنے کے بعد یا علاقہ کو مفتوح کر لینے کے بعد انہوں نے عہد شکنی کی ہو یا حربی دشمنوں کے علاوہ کسی بوڑھے، بچے، اپاہج، راہب اور عورت کو قتل کیا ہو حتیٰ کہ پھل دار درخت کو بھی نہیں کاٹا گیا، ایسا تو ہوا کہ سپہ سالار جابلان کو نمارق کے محاذ پر ایک مجاہد حضرت مطرب بن نضہ

نہ جنگ جسز شہان سلمہ میں ہونے پر شکست نہیں تھی بلکہ سپہ سالار اور مجاہدین کے دل میں جذبہ شہادت کارفرما تھا اور لہن۔ یہی جذبہ جنگ موتہ ۶۲۵ء میں سپہ سالار کو اور مجاہدین کو رومیوں کے مقابلہ میں لے گیا تھا۔

زندہ گرفتار کر لیا۔ پہ سالار جابان دھوکے سے اپنے بدلے میں دو غلام دے کر اس مجاہد سے
 آمان حاصل کر لیتا ہے اور وہ پہ سالار آزاد ہو کر جا رہا ہے کہ دوسرا مجاہد اس پہ سالار کو پہچان کر
 اپنے پہ سالار ابو عبیدہ بن مسعود ثقفی کے پاس نے جاتا ہے۔ پہ سالار جابان کہتا ہے کہ آپ کے سپاہی
 نے مجھے آمان دے دی ہے اور آپ کے ہاں عہد شکنی نہیں ہے۔ حضرت مطر بن نضہ کو بلایا گیا انہوں
 نے کہا کہ واقعی میں نے اسے آمان دے دی ہے۔ مسلمان پہ سالار نہ صرف دشمن کی فوج کے پہ سالار
 کو چھوڑ دیتا ہے بلکہ بحفاظت تمام اس کو اس کے کیمپ میں پہنچا دیتا ہے۔ ایسی مثال ایک بھی نہیں
 ملتی جہاں پہ سالار تو درکنار آمان کے معاملہ میں ادنیٰ سپاہی نے بھی عہد شکنی کی ہو۔ اگرچہ ایسا کرنے
 سے مسلمانوں کو قومی نقصان ہی کیوں نہ ہوتا ہو۔

مسلمانوں کے دو ہتھیار حوصلہ اور اخلاق کی بلندی

اخلاق کی بلندی ان بادیہ نشینوں میں کہاں سے پیدا ہو گئی اور اس قدر جرأت اور دلیری یہ
 سادھے مسلمانوں میں کہاں سے آگئی؟ یہ ایک سوال ہے جو ہر کس دناکس کے ذہن میں
 شور می یا لاشعوری طور پر ابھرتا۔ اس کا تسلی بخش جواب تو آپ آئندہ سطور میں مطالعہ فرمائیں گے
 یہاں تو یہ بتانا ہے کہ مسلمان فوج کے پاس لمحے اور فولاد کے بنے ہوئے ہتھیاروں کے علاوہ دو ہتھیار
 اور بھی تھے، حوصلہ اور اخلاق کی بلندی۔

دشمن کی فوج کے پاس ہر قسم کی مادی قوت تھی لیکن حوصلہ بالعموم اور اخلاق کی بلندی بالخصوص
 یہ دو ہتھیار نہیں تھے وگرنہ تعداد کی کثرت، اسلحہ کی فراوانی اور قومی عصبیت کا جذبہ یہ تمام باتیں ان
 میں موجود تھیں اس کے باوجود وہ میدان جنگ سے یہ کہہ کر بھاگ جلتے کہ دیواں آمدندہ
 دیواں آمدندہ.....

بہر حال حوصلہ اور اخلاق کی بلندی کے دو ہتھیار مسلمان مجاہد کے پاس ہر وقت موجود رہتے
 تھے اور ان دونوں ہتھیاروں سے ہر وقت کام لیتا تھا۔

حوصلہ سب ہتھیاروں سے بڑا ہتھیار ہے

کتے ہیں کہ اکبر بادشاہ (شہنشاہ ہند) باوجود ان پڑھ ہونے کے چھوٹی چھوٹی باتوں میں ہمیشہ غور
 کیا کرتا تھا جو اس کو ملک گیری اور ملک داری کے معاملہ میں کام دیتی تھیں۔ ایک دن وہ آگرہ قلعہ میں بیٹھا

ہوا تھا ایک وزیر سے بات چل نکلی کہ ہتھیاروں میں سب سے بڑا اور کام آنے والا ہتھیار کون سا ہے؟ وزیر نے سوچ کر عرض کی کہ حوصلہ سب سے بڑا ہتھیار ہے جو وقت پر ہمیشہ کام آتا ہے۔ بادشاہ کے لیے یہ جواب تسلی بخش ثابت نہ ہوا۔ بادشاہ نے بات تو سن لی لیکن اس کی عملی صورت دیکھنے کے لیے ایک تدبیر نکالی۔ وزیر دو گھنٹے کے بعد جب رخصت ہو کر گھر جانے لگا تو شاہی لیل خانہ کے ایک مست ہاتھی کی زنجیر کھلوا دی اور جوہنی وزیر قلعہ سے نکل کر گھر جا رہا تھا، سامنے وہ مست ہاتھی اس وزیر پر حملہ آور ہوا۔ وزیر کے ہوش بجائے اور حوصلہ قائم تھا، وہ بھاگنے کی بجائے وہیں رک گیا۔ ادھر ادھر دیکھنے لگا کہ کس چیز سے مدافعت کی جائے۔ قریب ہی گتے کا ایک پلا سویا پڑا تھا وزیر نے ٹانگ سے پکڑ کر ہاتھی کی سونڈ پر دے مارا۔ پٹے نے پہلے چلانا اور بھونکنا شروع کر دیا اور اب جو ہاتھی کی سونڈ پر لگا تو اونہ زیادہ کرہیہ آواز سے بھونکنے لگا۔ مست ہاتھی نے اس آواز کو سنا اور ناگہانی حملہ کو دیکھ کر اپنا پیچھا چھڑانا چاہا۔ جس راستہ سے آیا تھا اسی راستہ سے چنگارتا ہوا فیل خانہ کی طرف بھاگ گیا۔ اکبر بادشاہ یہ تمام نظارہ قلعہ کے جھروکے سے دیکھ رہا تھا۔ وزیر نے اسی وقت بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ حضور نے دیکھا کہ اس وقت میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا صرف حوصلہ کا ہتھیار تھا اسی میں نے اپنی مدافعت اور بچاؤ کی صورت نکالی ہے۔

حوصلہ، اخلاق کی بلندی، ایمان و ایقان

کی دولت مجاہد کے پاس ہو کر تھی

اس واقعہ کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حوصلہ بہت زبردست ہتھیار ہے اور جب اس حوصلہ کے ساتھ کردار کی بلندی شامل ہو جائے اور ایمان و ایقان کی دولت مسلمان مجاہد کے پاس ہزرت ہر آن موجود رہے تو دنیا کی کوئی طاقت ہے جو اس مجاہد پر غالب آسکتی ہے؟ اور ایسا کونسا محاذ ہے جو یہ مجاہد سر نہ کر سکے؟ اور ایسا کونسا دل ہے جس کو یہ چند منٹوں میں جیت نہ لے؟ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ حوصلہ اور اخلاق کی بلندی اور ایمان و ایقان کی دولت اس مجاہد کو کہاں سے میسر آئی ہے؟

آیا کہاں سے نالہ نے میں سرور سے؟

اصل اس کی نے نواز کا دل ہے یا چوب نے؟

عراق اور ایران کی طرح سے ملک شام میں یرموک، دمشق، بلیان، حمص، النطاکیہ، حلب،

اجنادین، بیت المقدس وغیرہ مقامات پر مسلمانوں کو عہد فاروقی میں جنگیں لڑنا پڑیں اور اگر دیکھا جائے تو یرموک، دمشق، انطاکیہ، اجنادین میں دشمن نے بے انتہا فوج میدان ہائے کارزار میں مقابلہ کے لیے بھیج رکھی تھی جس کی تعداد بعض مقامات پر دو تین لاکھ تک پہنچ جایا کرتی تھی، ان کے مقابلہ میں مسلمان بمشکل تمام پچیس تیس ہزار ہوتے لیکن نتیجہ وہی برآمد ہوتا جو قدرت کو منظور ہوتا۔

اخلاق کی بلندی مسلمانوں کو ہر مقام پر فتح دلواتی رہی

رومی ایرانیوں کی نسبت تدبیر اور سیاست میں ماہر تھے۔ قلعہ بند ہو کر لڑنا خوب جانتے تھے مگر محاصرہ خواہ دو ماہ رہے یا چار ماہ آخر جب بھی رومی میدان میں نکل کر حملہ آور ہوتے تو عبرتناک شکست کھاتے، لاکھوں انسانوں کو خاک و خون میں تڑپا کر معاہدہ کر لیتے۔ ایرانیوں کی نسبت رومیوں نے بہت جلد اپنی شکست کو تسلیم کر لیا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ حبیب ہر قتل نے مسلمان مجاہدین کے اوصاف اپنے کسی جاسوس کی زبان سے سنے کہ مسلمان سپاہی دن کو گھوڑوں کی پٹھیوں پر ہوتے ہیں اور رات معطلی پر عبادت میں گزارتے ہیں۔ تو اس نے کہا کہ اگر ان کی حالت یہ ہے تو وہ عنقریب اس جگہ پر بھی قابض ہو جاویں گے۔

دیے دمشق کی فتح میں رومیوں نے دیکھ لیا تھا کہ سارے شہر کو صلح کے ذریعہ مفتوح سمجھا گیا ہے کسی کے جان و مال سے تعرض نہیں کیا۔ اسی طرح کی بلندی ان کو اس فیصلہ سے سمجھ آگئی جبکہ اہل حمص کو جزیہ کی لاکھوں روپے کی وصول شدہ رقم صرف اس لیے واپس کر دی گئی کہ مسلمان اس وقت اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ ذمیوں کے جان و مال کی حفاظت کما حقہ کر سکیں۔

اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جو مسلمان مجاہدین کے اخلاق کی بلندی کو ظاہر کر رہے ہیں اور ان کے اس اخلاق سے متاثر ہو کر تمام ملک شام مفتوح ہو گیا اور فلسطین بغیر کشت و خون کے مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔

فوجیوں کے کردار سے متاثر ہو کر مصر لوگ جلد مسلمان ہو گئے

ملک مصر میں فرما، بلبیس، باب لبون، کریون اور اسکندریہ کے مقامات پر مسلمانوں کو جنگیں لڑنا پڑیں۔ اس میں باب لیون، کریون اور اسکندریہ کی جنگوں میں دشمن نے پوری طاقت سے حملہ کیا، جہاں تعداد میں بعض محاذات پر دشمن نے دو تین لاکھ سے مدافعت کی۔ مسلمان

فوج مقابلہ میں بیس پچیس ہزار کے لگ بھگ ہوتی لیکن ہر مقام پر فیصلہ کن شکست رومیوں کو ہی ہوا کرتی تھی۔ برقعہ اور طرابلس کی طرف پیش قدمی کرنے میں بھی مسلمانوں کو کوئی دقت پیش نہ آئی۔

حوصلہ اور اخلاق کی بلندی کہاں سے حاصل ہوتی ہے؟

ان تمام جنگوں کا تجزیہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مسلمانوں کا مقابلہ ہر مقام پر اپنے سے کئی گنا زیادہ طاقت رکھنے والے دشمن سے ہوتا رہا جو مسلح ہونے کے علاوہ اپنے ملک میں بیٹھے ہوئے ہر طرح ملک اور رسد وغیرہ کی ہولتوں سے بہرہ ور ہوتے رہتے تھے، اس کے برعکس مسلمان ہزاروں میل کا سفر طے کر کے پہنچتے، راستہ کی صعوبتوں اور ان گنت دشواریوں میں مالی اور جانی نقصان اٹھاتے تاہم فتح اور نصرت ان کے قدم جو متی، مصری، شامی، قبلی، مجوسی ان بادیہ نشین دور افتادہ عربوں کے آگے گھٹنے ٹیک دینے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہ دیکھتے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مادی قوت کے علاوہ ان عربوں کے پاس حوصلہ اور اخلاق کی بلندی کے نہ ٹوٹنے والے ہتھیار ہوتے اور ایمان و ایقان کی دولت کے خزانہ ان کے جلو میں ہوا کرتے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان عربوں نے اس دولت کو کہاں سے حاصل کیا؟ حوصلہ اور اخلاق کی بلندی کے ہر دو ہتھیار ان کو کس فیکٹری سے دستیاب ہوئے ہیں؟ جن کی کاشت کے سامنے بڑے سے بڑا ٹڈی دل شکر بھی مولی گا جو کہ طرح کٹ کر ختم ہو جاتا تھا، اور جب دشمن اخلاق کی بلندی کے ہتھیار سے ان کے چوکھی وار کو دیکھتا تو اپنے آپ کو بے اختیار پکاراں کا دل دھان سے گردیدہ ہو جاتا ہے اور پھر معاجزت کے شرف سے ایسا متاثر ہوتا کہ اپنی چال ڈھال کو ان عربوں کے سامنے میں ڈھال کر فخر محسوس کرتا یہ دونوں ہتھیار جس فیکٹری سے تیار ہوتے ہیں اور ایمان و ایقان کی دولت جس خزانہ سے دستیاب ہوتی ہے اس کے نام و نشان سے تو آپ واقف ہو چکے ہونگے۔

دنیا کی تمام بُرائیاں سمٹ کر عربوں میں جمع ہو گئی تھیں

مجھے تو زہ زہ کران عرب بادیہ نشینوں کی ابتدائی زندگی پر تعجب ہوتا ہے کہ دنیا کی تمام بُرائیاں سمٹ کر جزیرہ نمائے عرب کے بسنے والوں کے رگ دریشہ میں سرایت کر گئی تھیں۔ عورت کو ایک بکا مال سمجھا جاتا تھا، کھلے بندوں اس کی تشہیر کی جاتی، قصائد کی تشبیہ میں ان کے معاشقے کا ذکر نام لے کر کیا جاتا اور پھر اس پر بھی فخر کیا جاتا..... رز کی کسی کے گھر میں پیدا ہو جائے جب تک اس کو زندہ درگور نہ کر لیتے پمیں سے نہ بیٹھتے تھے اور ایسا بھی ہوا کہ ماں نے ماتا کے تحت خاندان کی عدم موجودگی میں اس نو مولود بچی

کو کسی پڑوس کے ہاں تربیت اور پرورش کے لیے چھوڑ دیا اور جب وہ سن بلوغ کو پہنچتی تو راز کھلنے پر باپ کو غیرتِ قومی مجبور کرتی کہ وہ اسے تنہا جنگل میں لے جا کر گرا گڑھا کھودے اور اس میں اپنی نوخیز بیٹی کو شامتِ اعداء کی وجہ سے دھکا دے اور پھر منوں مٹی اپنے ہاتھوں سے اس پر ڈالتا ہے اور وہ معصوم بچی اپنے باپ کو پلے منہ سے فریاد ہی بن کر لو پھٹے کر لے میرے آبا! کس جرم کی پاداش میں تو مجھے زندہ دفن کر رہا ہے **وَإِذَا السَّمُودُ وَذُرِّيَّتُهَا كَانُوا إِذِيذًا عَدُوًّا لِّبَنِي إِدْرِيسَ** " ایسے دل خراش مشاغل سے دل بہلانا ان لوگوں کا عام طریقہ ہو گیا ہو، جہاں مال کے ساتھ بھی بیٹا نکاح کر سکتا ہو اور سگی بہنوں کو بیک وقت نکاح میں رکھ لینا ان کا روزمرہ کا معمول ہے اپنے ادنیٰ کو سب سے پہلے پانی پلانے پر اگر جھگڑا کھڑا ہو جائے تو صدیوں تک خاندانوں میں تلوار چلتی رہے اور زمین ان نوجوانوں کے خون سے لالہ زار ہو جائے اور پھر وہ جنگ بھی تو باقاعدہ جم کر نہ لڑی جاتی جو ایک دوسرے کے کس بل دیکھ کر خود بخود ٹھنڈی ہو جاوے۔ انتقام کو بطور وصیت اولاد کے ذمہ لگایا جاتا ہے اور ایسے فخر و مباہات کو قومی شعار سمجھ کر بڑے بڑے میلوں اور اجتماعات میں شعرا بیان کر کے از سر نو جنگ کی آگ بھڑکاتے رہتے ہوں..... زنا، شراب، جوار، پانسہ اور ڈکیتی کو کوئی عیب نہ سمجھا جاتا ہو بلکہ اس پر فخر کیا جاتا ہو آزادی اور خود سری کا یہ عالم کہ تمام عرب کو نہ کشور کشائی کا کبھی موقع ملا ہوا اور نہ ہی ایک جھنڈے تلے جمع ہونے کی انہیں سعادت نصیب ہوئی ہو، ہاں ایک بات میں ان کا اتفاق ہو جاتا ہے کہ رجب، ذی قعدہ، ذوالحجہ اور محرم الحرام کے مہینوں کا احترام کرتے۔ یہ چار ماہ حج کے اہتمام میں گزر جاتے کیونکہ وہ لوگ اپنے آپ کو خانہ کعبہ کے متولی سمجھتے تھے اس لیے وہ موسم گرما اور سرما میں مختلف ممالک میں بے خوف و خطر تجارت کے لیے نکل کھڑے ہوتے۔ شام، مصر، فلسطین اور عراق کے لوگ ان متولیان کعبہ کی عزت کرتے، ان کو اپنے ہاں پناہ دیتے ایسے ہی اوصاف تھے جو ان پٹیل پہاڑوں کے دامن میں بسنے والے لوگوں میں پائے جاتے تھے۔

صلی اللہ علیہ وسلم

ایسے علاقہ میں نبی آخر الزمان مبعوث ہوئے

پھر اللہ کی شان ہے کہ ایسی سرزمین میں ایک نبی آخر الزمان محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے، جن کی پاکیزہ تعلیم سے تیس سال کے عرصہ میں آیتہ آیتہ جزیرہ العرب مشرف باسلام ہو گیا۔ اس تیس سال کے عرصہ میں بالتدریج حسب ضرورت قرآن پاک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ انہوں نے اپنی حیاتِ طیبہ میں قرآن پاک کا درس اپنے قول و فعل سے دیا۔ ان کی پاک صحبت میں

رہ کر وہ لوگ ایسے بدل گئے کہ اب لڑکیوں کو قتل کرنے والے لڑکیوں کو جائیداد میں حصہ دینے والے، چوز اور ڈاکو انسانیت کے رکھوٹے، بد کردار اور بدکار عفت اور عصمت کے محافظ بن گئے۔ بلکہ یوں سمجھا جائے کہ انسان کے روپ میں وہ فرشتے نظر آنے لگے۔ چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سونا جاگنا، مرنا جینا سب کچھ ان کا اللہ کے حکم کی بجا آوری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور رضا کے تابع ہو گیا، ان کی اپنی کوئی مرضی نہ تھی جہاں بٹھایا بٹھو گئے، جہاں کھڑا کیا کھڑے ہو گئے، لڑنے کے لیے کہا تو لڑ پڑے اور جب صلح کے لیے کہا تو صلح کر لی یعنی ان کا ہر لمحہ اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت، خوشنودی اور رضا جوئی میں گزرتا تھا۔ بیوی بچوں سے تعلقات قائم کرنے کے لیے حکم دیا تو تعلقات قائم ہو گئے، جب ان سے تعلقات منقطع کرنے کا حکم دیا تو منقطع ہو گئے۔ بہر حال اس تیس سالہ زندگی میں ایسی قوم پیدا ہو گئی جس کے سامنے کتاب اللہ اور سنت رسول کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری صحابہ کرام کا مقصد جیسا تھا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کی وجہ سے روحانیت میں اتنا بلند مقام حاصل ہو گیا کہ دنیوی اور مادی اشیاء ان کی نظر میں پرکاش کی حیثیت نہ رکھتی تھی۔ سر میں سودا ہے تو یہی کہ دین کی سر بلندی ہو، خیال ہے تو یہی کہ اشاعت دین اور تبلیغ اسلام کا کام سر انجام ہو، آرزو ہے تو یہی کہ موت آئے تو شہادت کی ہو۔

ہر وقت توجہ الی اللہ، عبادت میں استغراق، خشوع و خضوع، صفائی قلب اور قطع علالت کے اوصاف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہ کر حاصل کرتے رہے پھر قرآن پاک کی تعلیم دل و جان سے قبول کرتے اور اس پر عمل کرتے۔ سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں وقت گزارتے..... اطاعت گزار ہی کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ **لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تَحِبُّونَ** " کی آیت مبارکہ کو سن کر ایک صحابی نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! مجھے میرا باغ بہت پسند ہے اب میں اس کو اللہ کی راہ میں وقف کرتا ہوں۔ اللہ کے رسول نے جب کبھی اپیل کی ہے تو استطاعت سے بڑھ کر حصہ لیا۔ ایک نے نصف مال لاکر پیش کر دیا، دوسرے نے ایک تہائی فزح کا خرچ برداشت کیا اور ہزار سُرُخِ دینار لاکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ڈال دیئے، تیسرے نے گھر کا تمام اثاثہ خدمتِ اقدس میں لاکر ڈھیر کر دیا۔ کسی نے سوچا کہ میں اس معاملہ

میں کیوں پیچھے رہوں۔ وہ رات بھر کسی کے کھیت میں آبیاری کرتا رہا۔ صبح کو حق الخدمت کے عوض کچھ کھجوریں ملیں وہی چھپا کر پیش کرنے کی کوشش کی صرف اس خیال سے کہ حقیر شے ہے لیکن قبول کرنے والے نے کس شان سے اس کی پیش کش کو نوازا کہ سب سے اونچی جگہ پر ان کھجوروں کو رکھا۔ حتیٰ تو یہ ہے کہ اس کے ہاں خلوص کی قیمت ہے اور بس۔

عورتوں میں یہ تبدیلی پیدا کر دی کہ ایک عورت کو بتایا جاتا ہے کہ تیرا بھائی غزوہ اُحد میں شہید ہو گیا ہے۔ وہ سن کر پوچھتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ اہل ساتھ ہی اُحد پہاڑ کی طرف بھاگی جا رہی ہے کہ راستہ میں اسے بتایا گیا کہ تیرا باپ شہید ہو گیا ہے۔ وہ بیقراری میں بھاگی جا رہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ تھوڑی دیر کے بعد کچھ لوگ آتے ہیں اور اس کو بتاتے ہیں کہ تیرا لڑکا شہید ہو گیا ہے۔ وہ بے قراری میں پوچھتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ اتنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے اور پر اس کی نظر پڑتی ہے، دیکھنے ہی کہتی ہے کہ الحمد للہ! اب سارے دکھ دور ہو گئے اور رنج و غم جاتا رہا۔

يَا رِبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلَى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كَلِمًا

(غزوہ بدر میں دو کسمن بچوں کا کارنامہ)

بارہ بارہ، تیرہ تیرہ سال کے دو نچے جنگ بدر میں شریک ہوتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو چھوٹے کسمن سمجھ کر میدان جنگ میں نہیں لے جاتے۔ ان میں سے ایک لڑکا اپنے بچوں کے بل تن کر کھڑا ہو گیا۔ اس طرح اس کا تھوڑا بڑا معلوم ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس بچہ کو بھرتی کر لیتے ہیں لیکن دوسرا بچہ لبضد تھا کہ اسے بھی جنگ میں شریک ہونے کی اجازت فرمائی جائے نہیں تو میری اس لڑکے سے کشتی لڑوادی جائے جس کو ابھی ابھی جنگ میں شریک ہونے کی اجازت دی ہے۔ اگر میں اس کو پچھاڑوں تو مجھے بھی جنگ میں شریک ہونے کی اجازت دی جائے۔ دونوں میں کشتی ہوتی ہے۔ کشتی میں بعد کا لڑکا پہلے منتخب لڑکے کو پچھاڑ لیتا ہے۔ آخر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو کو جنگ میں شریک کر لیتے ہیں۔

جنگ شروع ہوتی ہے تو وہی دونوں لڑکے ایک صحابی سے پوچھتے ہیں کہ ابو جہل کونسا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گتافی سے پیش آیا کرتا تھا انہوں نے اشارہ سے بتایا، فوراً دونوں

لڑکے باز کی طرح ابو جہل پر چھپتے ہیں اور اس کو مار گراتے ہیں اگرچہ ان میں سے ایک خود بھی اس جنگ میں جہاد شہادت نوش کر جاتا ہے لیکن جذبہ محبت اور عشق رسول کے قربان جاتے کہ اس آہن پوش دشمن اسلام کو قتل کر کے ہی دم لیتے ہیں۔ یہ عشق و محبت کے جذبات اس لیے پیدا ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ نے صاف لفظوں میں فرمایا ہے :-

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ
بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ دُوسری جگہ فرمایا ہے کہ قَدْ اِنْتِ كَانِ
آبَاءُكُمْ دَابِئُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ غَيْرَ تَكْفٍ وَأَمْوَالُكُمْ
إِن تَرَفْتُمْ مَادَّ بَخَارَةً تَتَخْتَوْنَ ۚ كَذَٰلِكَ وَأَمْوَالُكُمْ تَرْضَوْنَهَا
أَحْبَبَ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرْتَجِبُونَ
حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ ۚ فَاحْتَدُوا لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

یعنی اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو کھول کر بیان کر دیکھے کہ اگر تمہیں اپنے باپ اپنے بیٹے، اپنے بھائی اور اپنی بیویاں اور تمہارے اپنے گننے کے لوگ اور مال و متاع جس کو تم جمع کرتے ہو اور تجارت جن کے خسارہ سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے اپنے مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو یہ تمام خوشیوں اقارب اور تمام اشیاء جن کا ذکر ابھی باجھی گزرا ہے نہیں اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور اس کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ پسند ہیں تو پھر کچھ دیر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں قطعی حکم صادر فرمائے اور اللہ تعالیٰ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا ہے۔

اس واضح حکم کے نزول کے بعد جو کوئی مسلمان جس کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں اور اس کے راستے میں جہاد کرنے سے دنیاوی علائق مانع ہو سکیں اور رکاوٹ پیدا کریں تو قرآن پاک کے الفاظ میں ایسے لوگوں کو اللہ کی ناراضگی کے احکام سننے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

پھر جو شخص میدان جنگ سے بھاگے اس پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے اور ساتھ ہی فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہو جاتا ہے انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں اس بات کا شعور نہیں ہے۔ دوسری جگہ فرمایا کہ شہداء زندہ ہیں اور ان کو رزق پہنچایا جاتا ہے لیکن تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے۔

پھر مقابلہ کے لیے تو واضح طور پر فرمادیا کہ قلت و کثرت کا خیال نہیں رکھنا چاہیے اور بعض
دفعہ قلیل تعداد کثیر تعداد پر غالب آجاتی ہے الہ کے حکم سے۔

جہاد کی ترغیب

سورۃ الفال میں کھلے الفاظ میں فرمادیا ہے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّسْ
الْمُؤْمِنِينَ خَلْفَ الْخِطَابِ إِنَّ نِيَكُونَ مِثْلَكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ
يَغْلِبُوا مِثْلِينَ وَإِنَّ نِيَكُونَ مِثْلَكُمْ مِائَةً يُغْلِبُوا أَلْفَ مِنَ
الْمُتَدِينِ كَعَدَدِ أَبِي نَهْشَةَ شَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ هَ الْفَنَ خَشْتَانَهُ عَفْنَهُ
وَعَسْرَاتٍ فَيْكُؤُا ضَعْفَاءَ فَإِن يَكُنْ مِثْلَكَ مَا
صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِثْلِينَ : إِنَّ نِيَكُونَ مِثْلَكُمْ أَلْفَ يَغْلِبُوا مِثْلِينَ
بِأَذْنِ اللَّهِ : مِنْهُ مَعَ الصَّابِرِينَ

یعنی اے نبی! شوق دلا مسلمانوں کو لڑائی کا اگر ہوں تم میں سے بیس شخص ثابت قدم غالب
ہوں دو سو پر، اگر ہوں تم میں سے سو آدمی تو غالب ہوں ہزار کافروں پر اس واسطے کہ وہ لوگ سمجھ
نہیں رکھتے۔ اب تیرا جھہلکا کیا اللہ نے تم پر اور جانا کہ تم میں سستی ہے سو اگر ہوں تم میں سے سو
آدمی غالب ہوں دو سو پر، اگر ہوں تم میں سے ہزار آدمی غالب ہوں دو ہزار پر اللہ کے حکم سے ^{تعالیٰ} اللہ
صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اسی طرح کی بے شمار آیات ہیں جن میں جہاد کے بارے میں تاکید فرمائی۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی زندگی
کے تیرہ سال تک صبر اور جفاکشی کی تعلیم دی مصیبت، دکھ اور ظلم و ستم کو برداشت کرنے کا عملی درس
دیا۔ آخر ہجرت کا حکم ہو جاتا ہے اس وقت دس سالہ مدنی زندگی میں کفار سے لڑنے کی
اجازت مل جاتی ہے۔

شوق شہادت کا جذبہ ہر صحابی میں پایا جاتا تھا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں صحابہ کرام غزوات میں شہرت کرتے رہے۔ مادی
سامان یعنی اسلحہ وغیرہ تو ان کے پاس منحصر سا ہوتا ہے لیکن ایمان و ایقان کی دولت نے انہیں

شہادت کی موت مرنے کا شوق پیدا کر دیا۔ لکھو کھھا ایسے واقعات ہیں کہ شوق شہادت میں صحابہ کرامؓ نے کبھی قلت و کثرت کا خیال نہیں کیا بلکہ عراق کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی اسلامی سپہ سالار نے وہاں کے حکم الزوں کو کیا خوب الفاظ لکھ بھیجے کہ اسلام قبول کر لو تم ہمارے بھائی ہو اور تم ذمہ کی حیثیت سے اپنے آپ کو پیش کرو۔ اگر ایسا نہیں ہے تو میں ایک ایسی قوم لے کر آیا ہوں جو موت کو ایسا ہی پسند کرتی ہے جیسے تم جیسے تم شراب کو پسند کرتے ہو۔۔۔۔۔

کیا ان الفاظ میں حقیقت نہیں ہے؟

یوں تو جو شخص یا قوم مرنے سے نہیں ڈرتی اس کا مقابلہ کوئی نہیں کرتا۔ و زمرہ کے واقعات میں ہم دیکھتے ہیں کہ جو سر ہتھیلی پر رکھ لیتا ہے وہ گر گزرتا ہے جو چاہتا ہے یہی مرنے کا سبق جب شوق شہادت کی شکل میں پیش کیا جائے تو بڑی سے بڑی طاقت مقابلہ میں نہیں ٹٹھہر سکتی۔ پھر اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تو مقام ہی کچھ اور ہے، اس لیے یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ خلفائے راشدینؓ کے دورِ خلافت میں جتنی جنگیں لڑی گئی ہیں ان میں دشمن کی فوج کئی گنا ہوتی اور پورے طور پر کیل کلنٹے سے بھی لیس ہوتی۔ مسلمان مقابلہ میں ایک اور دس کی نسبت سے ہوتے پھر بھی فتح مسلمانوں کو ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمادیا کہ میں ثابت قدم مسلمان دو سو کفار پر غالب آئیں گے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے، اور سزا ثابت قدم مسلمان ایک ہزار کفار پر غالب آئیں گے اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ پھر صحابہؓ کا تو معاملہ ہی کچھ اور ہے، وہ تو یقیناً کے اس درجہ تک پہنچے ہوتے تھے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو جنتی ہونے کی بشارت دیتے ہیں تو وہ جنت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ پاتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو سن

کر صحابہ کرامؓ کو یقین کی دولت ہاتھ آجاتی تھی

ایک صحابیؓ ایک غزوہ میں کھجوریں لاپرواہی سے کھا رہا تھا اتنے میں وہ نوجوان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتا ہے کہ اگر میں لڑ کر مر جاؤں تو مجھے جنت مل جائے گی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ اس نوجوان نے ہاتھ سے بغیر کھجوریں پھینک دیں اور تلوار دست کر میدان جنگ میں کود پڑا اور دشمنوں سے لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔ گو یا حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر ہی جنت اسے نظر آگئی۔ جو اس کا انتظار کر رہی ہے۔ اس لیے اس نے بلا توقف لڑ کر جان دے دی۔

یہ تو میدان جنگ کا حال ہے عام مجالس میں بھی صحابہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو آنکھوں دیکھا سمجھتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے اور اس کی عقل اس کو باور کرے یا نہ کرے لیکن صحابہ کے دل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرمان کو قبول کرتے تھے۔ ایک صحابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتا ہے کہ یا رسول اللہ! مجھے جنت کیسے مل سکتی ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کلمہ توحید پڑھ، پانچ وقت نماز ادا کر، رمضان المبارک کے روزے رکھ، زکوٰۃ کی ہمت ہے تو زکوٰۃ دے اور حج کرنے کی استطاعت ہے تو حج کر۔ وہ صحابی دوبارہ عرض کرتا ہے کہ یا رسول اللہ! ایسا کرنے سے میں جنت میں چلا جاؤں گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "ہاں" وہ صحابی کہنے لگا کہ خدا کی قسم! نہ میں اس سے زیادہ کروں گا اور نہ کم۔ یہ جواب سن کر حضور اکرم فرمانے لگے کہ جس نے جنت کو دیکھا ہو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔ یہ جملہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سن کر فرط مسرت سے بے قابو ہو گیا۔ نعرہ تکبیر اللہ اکبر کہہ کر جان بحق ہو گیا یقینات کا مقام اس سے بڑا اور کون سا ہو سکتا ہے؟

صحابہ کو قلت و کثرت سے کوئی واسطہ نہیں ہے

اس لیے ایسی قوم جو صحابہ کے نام سے پکاری جاتی ہے وہ اگر قادیسیہ، نہادند، جلولاہ، یرموک، النطاکیہ، دمشق، باب لیون، کرین اور اسکندریہ کے جنگی محاذات میں اپنے سے ذہ چند زیادہ افواج سے بے سرد سامانی کے باوجود لڑ کر فتح یاب ہو جاتی ہے تو کونسی پھینے کی بات ہے؟ ایسی قوم سے تو دنیا کی کوئی قوم بھی ٹکر نہیں لے سکتی۔ اس بارے میں تعداد کی قلت و کثرت کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔

صحابہ میدان جنگ کے سپاہی نہیں تھے بلکہ ایسا

معلوم ہوتا تھا کہ فرشتے آسمان سے اتر آئے ہیں

اسلام لانے سے پہلے عرب کیا تھے؟ اعرابی، غیر مہذب، بھیڑ بکریاں اور ادنیٰ کو چرانے

وائے نخلستان کی تلاش میں در بدر مارے مارے پھرتے لیکن اسلام لانے کے بعد دنیائے عالم کے
متمدن ترین انسان اور زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کرنے والے ہو جاتے۔

یہی وجہ ہے کہ صحابیت نے ان کے مقام کو بہت بلند کر دکھایا۔ ان عربوں کے اخلاق میں
بلندی پیدا ہو گئی تھی اور شوق شہادت کے جذبے انہیں بے پناہ جرات اور حوصلہ پیدا کر دیا تھا یہی
وجہ ہے کہ میدان جنگ میں وہ مجاہد ہی نہ تھے بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان سے فرشتے اتر آئے
ہیں جو ملکوں میں امن و آمان قائم کر رہے ہیں۔

اب اصل موضوع کی طرف لوٹتا ہوں کہ

اگر حضرت عمرؓ کا ملکوں کو فتح کرنے کا ہی منصوبہ پیش نظر ہوتا اور تاریخ میں فاتح عالم بننے کا انہیں
خیال ہوتا تو حضرت خالد بن ولید کو اپنی اسی لغزش پر پہلے نائب سپہ سالار اور پھر معزول کر کے انہیں گھر
کیوں بٹھا دیا ہوتا؟

تاریخ نے آج تک حضرت خالد بن ولید ایسا سپہ سالار نہیں دیکھا جس کا نام ہی بڑے بڑے
سورماؤں اور بہادروں کے جسموں میں کپکپی پیدا کر دیا کرتا تھا، ان کے ہاتھ میں کمان کا ہونا دشمن کی موت
تھی، دعوتِ مہذبیت میں بڑے سے بڑا سورما اور بہادر اپنی جان بچا کر واپس اپنے کیمپ میں
نہیں جاسکتا تھا۔

سیف اللہ حضرت خالد بن ولید کا رعب اس قدر تھا کہ دشمن فوج کا سپہ سالار اپنے فوجیوں
کا دل اس طرح سے بڑھایا کرتا تھا کہ اب کمان خالد بن ولید کے ہاتھ میں نہیں ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ ایسی تلوار (سیف اللہ) کے ذریعہ فاتح عالم کہلانے کے لیے
عہد فاروقی میں اسے ہمیشہ کے لیے بے نیام رکھتے لیکن ہوتا کیا ہے؟ کہ مسندِ خلافت پر
بٹھنے کے ساتھ ہی پہلا کام امیر المومنینؓ نے یہ کیا کہ عین محاذِ جنگ میں حکم بھیجا جاتا ہے کہ خالد بن ولید
کو نائب سپہ سالار بنا دیا جائے۔ اور ان کی بجائے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو سپہ سالار مقرر کیا جاتا ہے۔

امیر المومنینؓ محض فاتح نہیں تھے بلکہ

فوج کے سوریل کو بلند کرنے والے تھے

یہ اس لیے کیا گیا تھا کہ امیر المومنینؓ فوج میں بھی کردار کی بختگی اور اخلاق کی بلندی کا درس عملی طور پر

دینا چاہتے تھے۔ امیر المومنینؑ کے پیش نظر فتوحات نہ تھیں بلکہ اسلام کا اخلاقی آئیڈیل (IDEAL) تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کلاہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کو معزول کر کے گھر بٹھا دیا گیا تاکہ فوج کا موڈیل (MORALE) نہ گرنے پائے۔ اس کی مفصل بحث صفحات گزشتہ میں گزر چکی ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فاتح ایران کو اس وقت معزول کیا جب کہ نہادند کافر بنن معرکہ ہونے والا تھا۔ مغیرہ بن شعبہ، ابو موسیٰ اشعری اور عمار بن یاسر کو ایسی ہی وجوہات کی بنا پر ان کو فرائض منجسی سے سبکدوش کیا گیا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ فاتح مصر کے بارے میں حضرت عمر فاروقؓ کا خیال تھا کہ ان کو معزول کر دیا جائے، اپنی شہادت کی وجہ سے وہ ایسا نہ کر سکے اگرچہ بعد میں حضرت عثمان غنیؓ حلیفہ ثالث نے فاروقی منشار کے مطابق انہیں معزول کر دیا تھا۔

امیر المومنینؑ کا اسکندر باپ جنگیز خاں وغیرہ سے مقابلہ

اندریں حلات حضرت عمر فاروقؓ کا اسکندر مقدونی، جنگیز خاں اور ہلاکو خاں وغیرہ فاتحین سے مقابلہ کرنا عدل و انصاف کا منہ چڑاٹا ہے۔ اسکندر وغیرہ..... فاتحین کے پیش نظر ملکوں کا فتح کرنا ہوتا تھا انسانیت سے انہیں دور کا بھی واسطہ نہ ہوتا تھا۔ لیکن حضرت عمر فاروقؓ کے سامنے توفیق کے ادنیٰ سے ادنیٰ سپاہی کے بھی کردار میں بلندی پیدا کرنا تھا۔ ملک مصر میں اسکندر یہ کے محاذ پر جب عامرہ کیے کئی مہینے گزر گئے تو حضرت عمر فاروقؓ نے جو لیسرز، اسکندر مقدونی، جنگیز خاں اور ہلاکو خاں کی طرح یہ نہیں فرمایا کہ اس شہر کو تباہ و برباد کر کے کھنڈرات میں تبدیل کر دیا جائے اور وہاں ایک بھی ذی روح زندہ نہ رہنے پائے۔ اور زمین کو خون سے لالہ زار کر دیا جائے وغیرہ..... بلکہ سپہ سالار حضرت عمرو بن العاصؓ کو لکھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم سے کتاب و سنت پر پورے طور پر عمل پیرا ہونے میں کوتاہی ہوتی ہے ورنہ حق کے مقابلہ میں باطل اتنی دیر نہیں ٹھہر سکتا۔ تمام لوگوں کو جمع کر کے سنا دیا جائے اور وہ غور کریں کہ کون سی کوتاہی ہوتی ہے.....

سپہ سالار نے امیر المومنینؑ کا فرمان پڑھ کر سنایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جانا زجان ہتھیلی پر رکھ کر بیڑھیوں کے ذریعہ قلعہ کے اندر کود پڑے اور اسی دن شہر فتح ہو گیا۔ پھر مفتوحین کو آمان دی گئی۔ اللہ اللہ! کتنا پاکیرہ اور بلند خیال ہے کہ حق کے مقابلہ میں باطل اتنی دیر نہیں ٹھہر سکتا۔ آپ لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کی بجاوری میں کوتاہی کی ہے اس کا محاسبہ ہونا چاہیے۔ ان فتوحات کو دنیا کے فاتحین کی فتوحات سے مقابلہ کرنے کی کونسی تک ہے؟ چہ نسبت خاک

رابعہ عالم پاک۔

در عشق و ہوسناکی دانی کہ تفاوتِ حسیت

آل تیشہ فرہادی ایں حیلہ پر دینری

ہیں وجہ مقابلہ میں ہر محاذِ جنگ پر دشمن کی ڈیڑھ لاکھ فوج کو پچیس تیس ہزار مجاہدین اگر شکست دیں تو اس میں حیرت کی کون سی بات ہے؟ اس لیے کہ جس قوم کے دستور میں یہ وضاحت کر دی گئی ہو کہ اللہ کے حکم سے بیس ثابت قدم مسلمان دوسو کافروں پر غائب آئیں گے اور ایک سر ثابت قدم مسلمان ایک ہزار پر غالب آئیں گے۔

پھر ان لوگوں نے اس ثابت قدمی کا درسی اور عملی سبق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر سیکھا بھی ہو اور وہ صحابہؓ کے مقدس نام سے بھی موسوم ہوں جس سے بڑا شرف نبوت کے بعد اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ ان صحابہؓ کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی طاقت ہے جو ٹھہر سکے اس لیے یوں سمجھنا چاہیے کہ ان قدسی صفات انسانوں کا کفار سے مقابلہ حق و باطل کا مقابلہ ہے۔

امیر المؤمنین کا عربوں کو غیر ممالک میں آباد نہ کرنا

حضرت عمر فاروقؓ کا عربوں کو عراق میں زمین نہ دینے اور کاشت و غیرہ سے روکنے کا مطلب بھی یہی تھا کہ اس طرح ان صحابہؓ اور ان کی اولاد میں جرأت، دلیری، ثابت قدمی کی صفات اور جہاد کا شوق آہستہ آہستہ ختم ہو جائے گا وہ محض صبح سے شام تک زمین کو بونے اور کاٹنے کے چکر میں لگے رہیں گے اور اپنے اصلی جوہر کو کھودیں گے۔

ویسے اگر دیکھا جائے تو زرعی علاقہ جات کے باشندے زمین کے بھر بھیر میں اپنے شب و روز ایسے گزار دیتے ہیں کہ دنیا کے حالات سے انہیں کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ بھی انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ ان کے پڑوس کے علاقہ جات میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ ان کے پڑوس میں بننے والے سیاحت میں کتنے آگے نکل گئے ہیں۔ حکومت کے ادلنے بدلنے نے ملک کو کہاں تک نفع یا نقصان پہنچایا ہے کاشتکار کو تو اپنے کام سے ہی غرض ہوتی ہے اور بس۔ اس کا حساب و کتاب سال

در عشق اور ہوسناکی میں تر جانتا ہے کہ کیا فرق ہے؟ وہ فریاد کا تیشہ ہے اور یہ پرویز کی حیلہ جوئی ہے۔

کے اہتمام پر ہوتا ہے۔ اس کی اولاد دینی اور دنیوی علوم سے بے بہرہ رہتی ہے۔ اس کے برعکس وہ علاقہ جات جہاں فیکٹریاں اور کارخانہ جات ہیں اور مزدوران میں کام کرتے ہیں وہ ان کاشت کاروں کی نسبت ملکی سیاست کے بارے میں زیادہ واقفیت رکھتے ہیں۔ اگر ان مزدوروں کے حقوق کو کوئی کسی وقت غصب کرنا چاہتا ہے تو اس کا محاسبہ کرنے کے لیے وہ مزدور اجتماعی طور پر کھڑے ہو جاتے ہیں، ایسے مشاہدات روزمرہ دیکھنے میں آتے ہیں۔

یہ اس لیے کہ مزدور نے روز کارو یا زیادہ سے زیادہ مہینہ کا حساب کرنا ہے جب کہ کاشتکار نے سال کے بعد اپنے نفع اور نقصان کو دیکھنا ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کاشتکاری کا پیشہ اچھا نہیں سمجھا گیا۔ آج کل تو اکل حلال کی تھوڑی بہت صورت اسی پیشہ میں ہی پائی جاتی ہے۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کاشتکار کو حق گوئی بے باکی، جرأت اور تدبیر کے اصلی جوہر کی تربیت کے مواقع بہت کم میسر ہوتے ہیں۔

۸ ہر کسے راہر کارے ساختن

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے خوب غور کیا کہ صحابہ کرامؓ اور ان کی اولاد میں جہاد فی سبیل اللہ کے جوہر آہستہ آہستہ ختم ہو جاویں گے، پھر تبلیغ و ارشاد اور جہاد وغیرہ کے لیے انہیں تیار کرنا بہت مشکل ہو جائے گا اس لیے امیر المومنینؓ نے صحابہ کرامؓ اور ان کی اولاد کو مفتوحہ علاقہ کی زمین اور جاگیر سے کر آباد کرنے کی تجویز کو مسترد کر دیا تھا۔ ویسے کسی کسی جگہ عرب آباد ہوئے ہیں لیکن بہت کم تعداد میں مجدد شرف اسی میں ہے کہ مسلمان اللہ کے پیغام کو پہنچانے میں ہمہ وقت کفن بردوش رہے تاکہ دنیا سے کفر و ضلالت دور ہو جائے۔

بہر حال امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کا دور خلافت دس سال چھ ماہ اور چار دن ہے۔ اس عرصہ میں انسانی زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے جس میں حضرت عمرؓ کو اولیت حاصل نہیں ہے۔ امیر المومنین نے اپنے شب و روز کا ہمہ وقتی پروگرام اسکندریہ کے قاصد کے سہنے کہ سنایا تھا کہ اگر میں دن کو آرام کروں تو لوگوں کا نقصان ہے اور اگر رات کو آرام کروں تو میرا اپنا نقصان ہے پھر اس قدر مصروفیت کے باوجود علم و فضل کی مجالس بھی قائم رہتی تھی۔

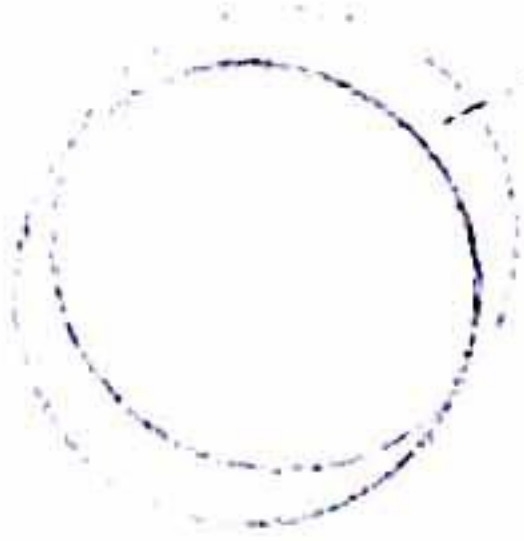
حضرت عمر فاروقؓ کا اجتہاد میں مقام

اجتہاد میں تو ان کا مقام بہت ہی بلند ہے۔ اجتہادی مسائل میں جہاں کہیں حضرت عمر فاروقؓ

نے رائے قائم کر دی ہے وہ بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے نجات ہے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضوان اللہ علیہم اجمعین اجتہادی مسائل میں حضرت عمر فاروقؓ کے خوشہ چینیوں میں سے ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو جب کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ اکل استول میں کچھ لوگ محدث ہوتے تھے میری امت میں اگر ہوگا تو وہ عمرؓ ہیں۔

حضرت عمرؓ فاروقؓ کی شہادت کے بعد ایسا معلوم ہونے لگا تھا کہ خیر و برکت کا زمانہ جاتا رہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کے الفاظ کس قدر حقیقت پر مبنی ہیں کہ حضرت عمرؓ کا اسلام لانا اسلام کی فتح، حضرت عمرؓ کا ہجرت کرنا اسلام کی نصرت اور حضرت عمرؓ کی خلافت سر پارحمت ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کا دور خلافت دنیا کے حکمرانوں، صدروں، ڈکٹیٹروں، جمہوریت کے دعویداروں اور اشتراکیت کے علمبرداروں کو بانگِ دہل دعوتِ حق پیش کر رہا ہے کہ

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدرگاہِ شمس بیا و ہر چہ میخوای تمنا کن



زاویہ پبلشرز

۶ مرکز الاویس (سستا ہوٹل) دربار مارکیٹ
لاہور۔ فون ۷۲۳۸۶۵۷ — ۷۲۳۸۶۵۷
موبائل ۹۲۶۷۰۳۷ — ۲۰۰

قیمت	مصنف / مرتب	نا کتاب
۱۳۰ روپے	ڈاکٹر نور محمد زبانی	○ کشف الغرمان
۱۱۰ روپے	پہلور الحسن شارب	○ اللہ والے
۱۱۰ روپے	احمد مصطفیٰ صدیقی راہی	○ اللہ والیاں
۲۰۰ روپے	محمد صادق قصوری	○ تاریخ مشائخ نقشبند
۹۰ روپے	محمد صادق قصوری	○ افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم
۱۲۰ روپے	پروفیسر عبد الصمد الصادم الازہری	○ مکاشفات و روحانیات
۷۵ روپے	عبد المصطفیٰ اعظمی	○ کرامات صحابہ رضی اللہ عنہم
۱۲۰ روپے	عبد المصطفیٰ اعظمی	○ جنتی زیور
۱۳۵ روپے	رائے محمد کمال	○ تاریخ ساز اقوال
۹۰ روپے	ڈاکٹر محمد عبد الباقی، ترجمہ ڈاکٹر محمد مبارز ملک	○ اولاد کو سکھاؤ جنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
۱۰۰ روپے	ٹریا بتول علوی	○ اسلام میں عورت کا مقام و مرتبہ
۹۰ روپے	حضرت خواجہ نور الحسن تارک اویسی حیدرآباد	○ فیضان اویس
۶۰ روپے	ابن کرم	○ تحفہ جوانی
۷۰ روپے	بیر حسین چشتی نظامی	○ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ
۱۶۰ روپے	حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویری	○ کشف المحجوب
۷۰ روپے	از پروفیسر سعید احمد چشتی	○ اسلام میں شادی کا تصور
۱۰۰ روپے	خواجہ بشیر حسن چشتی نظامی	○ ملفوظات و نوائید حضرت بندہ نواز گیسو دراز
۱۰۰ روپے	محمد رفیق شریقی	○ شیریں حکایات
۹۰ روپے	حضرت اعلیٰ غلام مرتضیٰ بیر بلوی	○ گلدستہ احادیث
۹۰ روپے	منفی جلال الدین احمد امجدی	○ بزرگوں کے عقیدے
۱۵۰ روپے	حضرت علامہ شاہ مراد سہروردی	○ محفل اولیاء
۱۰۰ روپے	حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ	○ اسلام کی اخلاقی تعلیمات
۱۷۰ روپے	حضرت خواجہ حسن چشتی نظامی	○ تاریخ اولیاء
۹۰ روپے	علامہ ارشد قادری	○ زلف و زنجیر مع لالہ زار
۱۵۰ روپے	مقبول ارشد	○ القاعدہ
۱۴۰ روپے	علامہ نیاز فتح پوری	○ تاریخ کے گمشدہ اوراق
۹۰ روپے	قاری محمد رمضان	○ جنت کامیوہ
۸۰ روپے	ڈاکٹر نور احمد	○ حضرت عثمان کا ہمہ تاریخ
۸۰ روپے	فیاض سید	○ پیارے رسول کی پیاری باتیں
۸۰ روپے	قاری محمد علی نقشبندی	○ حضرت علیؑ کا دور خلافت
۳ روپے		○ نورانی قاعدہ
۴ روپے		○ لیسنہ القرآن
۱۰۰ روپے		○ اولاد کو سکھاؤ جنت اہل بیت کی
۶۰ روپے		○ منتخب حدیثیں
۸۰ روپے		○ شرح قصیدہ بردہ شریف

حضرت علامہ رضا اعظمی کا دورِ خلافت

علامہ خالد محمود



زاویہ پبلسٹری

6- مرکز الاویس (سستا ہوٹل) دربار مارکیٹ - لاہور

فون: 042-7248657 موبائل: 0300-9467047